
1292:U





شیعہ جو پیغمبر اسلام کے بعد حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اپنا پیشوائے دین سمجھتے ہین
ور توحید وغیرہ مذہبی عقائد مین اور پیروانِ اسلام سے بہت کچھ مختلف ہین + بلحاظِ فتوحاتِ ملکی
حضرات اہلِ سنت سے بہت پیچھے رہے ہے۔ نہ ایران فتح کیا نہ ہندوستان۔ نہ ممالک یورپ
کی طرف فوجین بھیجین نہ بلادِ افریقہ کی جانب لشکر روانہ کئے۔ ضرورت سے مجبور ہو کر آپس ہی
مین جس نے ستایا اوس سے لڑے اس لڑائی مین جو کچھ خدا نے دلوا دیا لیلیا ورنہ سنجیدگی کیساتھ
اپنے مقدر پر راضی رہے۔

آنحضرت کے انتقال کے بعد سے اسلامی فتوحات مین شیعون کی پس ماندگی نے
ونکو آجتک اس الزام کا مورد بنا رکھا ہے کہ "شیعہ اشاعتِ اسلام کے باعث نہین ہوئے"
مجھکو بھی اس سچے الزام کے رد برو سر جھکانا پڑتا تھا اور بجائے خود اپنی قوم کی حالت پر افسوس
تا تھا۔ مگر خدا کی مصلحت کون سمجھ سکتا ہے! آج کیا ہے کل کیا ہوگا!! زمانے نے رنگ بدلا۔
ریخ کا چرچا ہوا۔ ایک کو دوسرے کا حال معلوم ہونے لگا۔ وہ مصیبتین جو کسی فاتح قوم کے ہاتھ سے

تفصیل کیلیے دیکھو "اسٹڈی آف شیا آزم" انسکلوپیڈیا برٹینکا مین جو کچھ اسلام کے متعلق لکھا ہو وہ سب حضرات اہل سنت
تا ... سے لیا گیا ہے یہانتک کہ اسلامی تاریخی واقعات اور قرآن کی شرح کا بھی انھین لوگونکی کتابون سے انتخاب کیا گیا ہے
وقت تک کوئی شیعہ تاریخ یا شیعہ تفسیر انگریزی مین میری نظر سے نہین گذری۔ ۱۲

اگلے زمانہ مین کسی مفتوح غیر قوم پر ہر جگہ نازل ہو کر کی ظلمین مسلمین و غیر مسلمین مین باعث عداوت ہو گئین مگر چونکہ شیعہ اپنی پس ماندگی کے سبب سے باعثِ اشاعتِ اسلام نہین ہوے اسلئے مفتوح قوم کے واسطے ظالم بھی ثابت نہین ہوے۔

شیعونکا فرض تھا کہ متمدن اور مہذب قومونکو اپنی مذہبی اخلاقی اور تاریخی حالات سے اقوام عالم کو مطلع کرتے اور اپنی قوم کو اس مفت کی عداوت سے بری کرتے۔ مین شیعونمین پیدا کیا گیا۔ حبِ قوم نے حالتِ قوم پر نظر ڈالنے کے لئے مجبور کیا۔ مجھے اپنا یہ قدرتی فرض محسوس ہوا کہ جہانتک ہو سکے تاریخی ثبوت کیساتھ یہ ثابت کر دون کہ حاشا ہم لوگون کے سبب سے کسی دوسری قوم کو ضرر نہین پہنچا۔ اسکے علاوہ یہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہوا کہ ہم لوگ بھی اسلام کے نام لینے والے ہین مگر دوسرے انداز سے۔

سب سے پہلے مین نے انگریزی مین ایک کتاب "اسٹڈی آف شیاازم" لکھی۔ مختصر مختصر بابون مین شیعون کے فرائضِ مذہبی۔ اخلاقی نصیحتین اور عقائد وغیرہ بیان کئے۔ پانچسو جلدین چھپوائین۔ مصارف کے خیال سے نہ کتاب کی ضخامت بڑھا سکا نہ اور زیادہ جلدین چھپوا سکا۔ ساری دنیا اور پانچسو کتابین!! لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ مگر کرتا کیا۔ خیر نہونے سے ہونا بہتر ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ سمجھنے والون نے اس کتاب کی وہ قدر کی جسکا حال فقط میرا دل جانتا ہے۔ مختلف انگریزی رسالون مین ریویو لکھے گئے۔ جابجا سے تعریف کے خطوط آئے۔ اس موقع پر سب سے زیادہ قابل قدر وہ رائے ہے جو میرے حق پسند دوست کرنیل۔ ایس۔ ایچ۔ الکاٹ نے جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کے "تھیاسوفسٹ" مین اپنے قلم سے لکھی ہے۔

اس مذکورۂ بالا کتاب کی قدر نے میری ہمت بڑھائی۔ بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ سلاطین

مذہب شیعہ کے فتوحاتِ ملکی کا ایک بہت معتبر سلسلہ مرتب کرون۔ دنیا مین جہان کہین ان
بادشاہون کی سلطنت ہوئی ہے اُسکے حصول کے اسباب کا ظاہر کرنا ضروری محسوس ہوا جو میرے
اس دعویٰ کا ثبوت ہے، کہ شیعون کے ہاتھ سے دوسری قومون کو ہرگز ملکی و مالی ضرر نہین پہنچا۔ یہ
مین نہین کہہ سکتا کہ شیعہ تعصب مذہبی سے بری ہین بلکہ وہ بھی ایک حد تک اس مرض لاعلاج مین ضرور
گرفتار ہین مگر کمی و زیادتی کا فرق ضرور ہے۔ فی الواقع یہ عجب اتفاق ہوا کہ شیعون کو جو کچھ ملا
وہ بیشک حضراتِ اہلسنت کی ہمت کا نتیجہ تھا۔ وہی لڑنے گئے مختلف قومون سے اونکے ملک چھینے
زمانے کے انقلاب نے شیعون کو اُنکے اکثر مفتوحہ ملکون کا حاکم بنا دیا۔

چونکہ اسلامی فتوحات مین صرف افریقہ و ایشیا کے بعض حصے شیعہ مسلمانونکے زیر حکومت
رہی ہین اسلیے مجھے بھی اوّل ایشیا کا عنوان قایم کرکے اُسکے ذیل مین عرب۔ انڈیا۔ ایران کا حال لکھنا چاہیے
تھا پھر افریقہ کی تاریخ لکھتا مگر مین نے زمانۂ حال کا لحاظ کیا اور ایشیا کے مختلف حصون کو فقط زمانہ سلطنت کے
تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے مقدم و موخر کر دیا۔

خاقان حسین۔ کانپور

عرب

دنیا مین **عرب** ایک بڑا جزیرہ نما حصۂ زمین کا ہے جو ایشیا کے جنوب و مغرب مین واقع ہے۔ تقریبًا بارہ لاکھ مربع میل رقبہ ہے۔ عرب کے شمال کیطرف ایشیائی ترکستان ہے مشرق مین خلیج فارس۔ جنوب مین بحر الہند و دریائے عُمان اور مغرب (پچھم) مین بحر الاحمر ہے۔ یہان کی آب و ہوا افریقہ کی آب و ہوا سے بہت کچھ مشابہ ہے۔ اس سرزمین کے آدمی جاہل خونریز خود پسند مگر مہمان نواز ہوتے ہین۔ تقریبًا چالیس لاکھ کی مردم شماری ہے

زمانۂ حال کے جغرافیہ کے مطابق عرب کئی حصون پر تقسیم کیا گیا ہے (۱) **دشتِ طور سینا** (۲) **حجاز** (۳) **تہامہ و یمن** (۴) **بحر احمر کیطرف** (۵) **حضر موت** جنوبی کنارے کیجانب (۶) **عُمان** (۷) **بحرین خلیج فارس** مین (۸) **نجد** وسطِ عرب مین (۹) اور **عراق عربی**۔

ہر صوبہ مین بہت سے شہر آباد ہین مگر مجھے یہان فقط اُن چند شہرون کا تذکرہ مقصود ہے جنکو میری اس مختصر تاریخ سے تعلق ہے۔

مدینۃ النبی۔ شہر کو عربی زبان مین مدینہ کہتے ہین شاید اس سبب سے کہ **پیغمبر اسلام** نے یہان زیادہ تر سکونت فرمائی ہے یا اسوجہ سے کہ وہ دفن بھی یہین ہوئے اس مقام کو آنحضرت کی طرف منسوب کر دیا یہ شہر مغربی عربستان مین مکہ معظمہ سے تقریبًا دو سو اڑتالیس میل کے فاصلے پر صوبۂ حجاز مین واقع ہوا ہے۔ قدیم دستور کے مطابق ۵۔۳ سے ۴ فیٹ تک ایک بلند دیوار نے اس مقام کا احاطہ کیا ہے یہان بہت پرانی عمارتون مین فقط ایک مسجد الحرام باقی ہے یہ مسجد ۲۲۰ فیٹ طول مین اور ۱۴۳ فیٹ عرض مین ہے تقریبًا یہان بیس ہزار آدمیونکی

آبادی ہوگی۔

(۲) **مکہ**۔ یہ صوبہ حجاز مین ایک بہت قدیم اور نام برآوردہ شہر ہے پیغمبر اسلام اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی ولادت گاہ بھی یہی مقدس شہر ہے۔ اسلامی دنیا مین اس شہر سے زیادہ اور کوئی مقدس مقام نہین۔ تقریباً پینتالیس ہزار آدمی یہان آباد ہونگے۔ (۳) **کوفہ** عراق عرب مین ایک بہت پُرانا شہر ہے جو آجکل بالکل برباد ہو رہا ہے۔ مگر یہان کے رہنے والے بہت قدیم زمانے سے لکھنے پڑھنے مین مہارت رکھتے تھے۔ خط کوفی جسکے حروف شامی اور اور عبرانی خطون کی طرح ترتیب دئے گئے تھے یہین کا ایجاد ہے۔ پُرانی عمارتون مین فقط ایک مسجدِ کوفہ باقی ہے جو غالباً حضرت علیؑ مرتضیٰ کے زمانے کی یادگار ہے۔ شیعہ مسلمین اس مسجد کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے ہین یہ مسجد ہر قسم کے تکلفات سے بالکل بری ہی۔ یہ شہر کسی زمانے مین حضرت علیؑ مرتضیٰ کا دار الخلافت رہا ہی اور اونکی انتقال کے بعد حضرت حسن مجتبیٰ بھی جب تک سریر آرائے خلافت ظاہری رہے یہین مقیم رہے۔ شہر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اس مقام کے فرمانروا بیشک دنیا کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور اس عالم فانی مین کسی عمدہ عمارت کا بنوانا بالکل دنیا داری سمجھ کر ناپسند کرتے تھے ورنہ ضرور تھا کہ یہان بھی کوئی اعلیٰ عمارت یا کم سے کم کوئی بڑی شاندار مسجد تعمیر کیجاتی جو آجتک موجود ہوتی اسی شہر سے چند کوس کے فاصلے پر دو مقام اور قابل ذکر ہین ایک کا نام **نجف اشرف** اور دوسرے کا نام **کربلا** ہے نجف حضرت علیؑ مرتضیٰ کا مدفن ہے اور کربلا مین حضرت امام حسینؑ اپنی شہادت کے چالیس روز بعد دفن ہوے ہین۔

(۴) **بصرہ** یہ شط العرب کے کنارے پر ایک آباد بندر گاہ ہے۔ اسوقت وہان کی مردم شماری سے

پچاس ہزار آدمیون کی آبادی پائی جاتی ہے مدائن کسریٰ - مدائن مدینہ کی جمع ہے ایک
شہر کو مدینہ اور بہت سے شہرون کو مدائن کہتے ہین - عرب کے متوطن شاہان ایران کو کسریٰ کہتے
تھے - اسلام سے پیشتر اکثر عرب کے ملک ایرانی سلطنت مین شامل ہوجانیکے سبب سے بحیثیت مجموعی
امتیاز کیواسطے مدائن کسریٰ کی لقب سے مشہور تھے رفتہ رفتہ جب ایرانیون کا زمانہ سلطنت ختم ہوا
اس لفظ کا استعمال بھی ایک ہی شہر کیواسطے ہونے لگا جو آجتک پرانی کتابون مین اس نام سے
مشہور ہے - یہ شہر بغداد کے قریب کبھی آباد تھا اب بجز نام کے اور کوئی نشان اسکا باقی نہین ہے

سارے ملک کی آبادی (اسلام سے پیشتر) مختلف خیالات کے مختلف قبیلون پر تقسیم تھی
ہر گروہ کے علٰحدہ علٰحدہ بت ہوتے تھے اور جدا جدا عقیدے - بت پرستی - درخت پرستی اور ستارہ
پرستی اہل عرب کا خاص مذہب تھا - آپس مین اعلیٰ درجے کی نااتفاقی پھیلی ہوئی تھی - بیوجہ کشت
وخون روز کا ایک شغل تھا - شراب خواری - قمار بازی وغیرہ بدافعالیان بکثرت رائج تھین -
کچھ لوگ مذہباً یہود و نصارے بھی تھے اور بعض قبیلے کسی نہ کسی صورت مین حضرت ابراہیم
کی شریعت پر بھی عامل تھے - یہان تک کہ ٥٧٠ء یا ٥٧١ء مین خدا نے اپنے ایک برگزیدہ
پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ کو عرب مین پیدا کیا - جب آنحضرت کی عمر چالیس برس کی ہوئی
اسوقت سے آخر عمر تک نبوت کا کام انجام دیتے رہے آخر لاکھون آدمیون کو خدائے وحدہٗ لاشریک
لہ کے روبرو سر عجز جھکانا پڑا - اسوقت تک مسلمین مین اتفاق اور قوانین اسلام مین ایک بے مثل
سادگی تھی آج یہ حال ہے کہ عقیدون سے واقعات تک سب مین اختلاف -

۹ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء کو جب پیغمبر اسلام کا انتقال ہوا
میری رائے مین اسلام مین اختلاف اسی وقت سے شروع ہوا - خلافت کے باہمی

جھگڑے نے اِس سادہ مذہب کو ابتدا ہی دو بڑے فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ یہانتک کہ اس ایک طریقے کے ماننے والون نے آپس سے علحدہ ہو کر ہمیشہ کیواسطے اپنا نام شیعہ اور اہلسنّت رکھ لیا پھر ان دونوں فرقون کے اور خدا جانے کسقدر فرقے ہو گئے۔ اس خلافت کے انفصال کی بعد جو لوگ خلفائے ثلثہ یعنے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کو یکے بعد دیگرے پیغمبر اسلام کا جانشین سمجھے اہلسنت کہلائے اور جنھوں نے انکی خلافت سے انکار کیا اور بجائے اُنکے حضرت علی مرتضیٰ کو خلیفہ رسول عربی سمجھا شیعہ ہوئے۔

آنحضرت یعنی پیغمبر اسلامؐ نے اپنی وفات کے پیشتر حضرت علی مرتضیٰ کو اپنے بعد ہدایت خلق کیواسطے منتخب فرمایا تھا۔ فقط زبانی باتون پر قناعت نہین کی تھی بلکہ عملاً بھی ثابت کرتے رہتے تھے چنانچہ ۶۲۴ء مین ایک عہدنامہ پیغمبر اسلام کیطرف سے مونٹ سینا کے راہبونکے واسطے بلکہ تمام عالم کے عیسائیون کیلیے لکھا گیا جو حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اس تحریر کے گواہون مین حضرت ابو بکرؓ و حضرت عثمانؓ کے علاوہ اور چیدہ معزز آدمی تھے اور سب کے آخر مین خود آنحضرت نے اپنی مہر اپنے ہاتھ سے ثبت فرمائی تھی تاکہ اس عہدنامے کی صحت مین کوئی شک باقی نہ رہے اسکے آخر مین لکھا ہے "بقلم شیعہ و قائمقام علی ابن ابیطالب" اس آخری عبارت کا نتیجہ ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے میرے لکھنے کی ضرورت نہین۔† اسکے علاوہ روز جمعہ ۱۸ ذالحجہ ۱۰ھ مطابق ۲۰ مارچ ۶۳۲ء کو ہزارون مسلمانون کے سامنے آنحضرت نے اس بات کا اچھی

---

† دیکھو محمد اینڈ دی قرآن مولفہ مسٹر جان ڈیون پورٹ مطبوعہ لندن ۱۸۶۹ء صفحہ ۱۴۴ تیسرا حصہ

٭ یہ دن شیعون کے نزدیک ایک بہت بڑی خوشی کا دن ہے۔

طرح اعلان کر دیا تھا کہ "جسکا مین سردار ہون اوسکا یہ (علی) سردار ہے"۔

عہدنامہ مذکور کی تحریر کے آٹھوین برس اور اس دوسرے واقعے کے کچھ مہینون بعد جب پیغمبر اسلام کا انتقال ہوا اوسی وقت سے تعین خلافت کے متعلق صاف صاف الفاظ مین جھگڑا شروع ہوا آخر آپس کے اتفاق نے حضرت ابوبکر کو اس عہدے پر کامیاب کر دیا۔ اسکے بعد سے "خلیفہ اول" انکا لقب مقرر ہوا۔ بابلیون (بابل)، صوبہ شام (سیریا) جہان انگریزون کے مذہبی مقدس مقامات ہین انھین کے زمانے مین فتح ہوا۔ جب ۱۳ھ ۶۳۴ع مین وقت وفات بہت قریب پہنچا حضرت عمر کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود اس عالم فانی سے رخصت ہوئے۔ یہ "خلیفہ ثانی" یعنی دوسرے جانشین "امیر المومنین" کے لقب سے بھی پکارے جاتے تھے فلسطین۔ ایران مصر و اسکندریہ وغیرہ اسی زمانہ مین فتح ہوے ہین ۲۳ھ ۶۴۴ع مین جب وقت انتقال قریب آیا اوسوقت حضرت عمر نے کسی شخص کو علانیہ اپنا جانشین مقرر نہین کیا بلکہ چھ خاص آدمیون کی رائے پر اس امر کو موقوف رکھا جنھون نے حضرت عثمان کو خلافت کیواسطے پسند کیا اور مسلمانون کے نزدیک "خلیفہ ثالث" یا تیسرے جانشین پیغمبر قرار پائے۔ انکے زمانے مین جابجا بغاوتین شروع ہو گئی تھین یہانتک کہ اسلامی ۳۵ھ ۶۵۵ع کو کسی دشمن کے خنجر نے انکی زندگی کا خاتمہ کر دیا امیر معاویہ ان تیسرے جانشین کے چچازاد بھائی اور اس عہد مین سیریا (شام) کے صوبے کے گورنر تھے جو آخر کار بالاستقلال مالک ہو گئے۔

ان واقعات کے ذکر کرنے سے سوا اسکے اور کوئی میرا مقصود نہین کہ آیندہ جو کچھ

مین اپنے بزرگان دین کے متعلق لکھون وہ اچھی طرح اون لوگون کی سمجھ مین آجائے جنکو اسلام کی ابتدائی اور اندرونی تاریخ سے ابتک کافی آگاہی نہین ہوئی باانیہمہ اکثر باتونکا تذکرہ مین نے جان کر قلم انداز کیا ہے فقط سلسلے کیلیے بہت ہی زیادہ ضروری واقعات ذکر کئے ہین ورنہ مین صرف حضرت علیؑ مرتضیٰ کے ذکر پر قناعت کرتا جو ہم لوگون کے بزرگان مذہبی مین تھوڑے عرصے کیلیے عرب کے بادشاہ بھی ہوئے ہین۔

حضرت علی مرتضیٰ ابن ابیطالب

پیغمبر اسلام کو جس شخص نے سب سے پہلے اپنی ذاتی لیاقت سے پیغمبر سمجھکر پیغمبر مانا ہے وہ یہی بزرگ تھے۔ بلندئی خیال۔ خوبئی نفس۔ عمدگئی اخلاق اور علم و فضل کے لحاظ سے انکو انکے دشمنون نے بھی بے مثل تسلیم کیا ہے۔ تقریباً ۶۰۰ع مین مکہ معظمہ مین پیدا ہوے۔ شیعون کے مذہبی عقیدیکے مطابق فقط یہی ابتدا سے انتہا تک پیغمبر اسلام کے جانشین رہے ہین سلطنت ہوئی یا نہوئی یہ دوسری بات ہے۔ مگر دنیا کے لحاظ سے خلافت کے جھگڑے نے انکو خلیفۂ سوم کے بعد تقریباً اون تمام ممالک مفتوحہ کا مالک بنایا جو انکے بیشتر مسلمان فتح کر چکے تھے مگر شام کے مغربی صوبے اسوقت بھی امیر معاویہ کے زیر حکومت تھے۔

خلیفۂ سوم کی وفات کے بعد طلحہ و زبیر دو نامبرآور وہ شخص حضرت علی مرتضیٰ کے پاس گئے اور قبول خلافت کی درخواست کی۔ مگر انہون نے یہ فرما کر انکار کیا کہ "مجھے تمھاری سرداری منظور نہین" اور اگر مین خلیفہ مقرر کیا جاؤنگا تمام انتظام سلطنت

رائے کے مطابق اور اپنے انصاف کے موافق کرونگا جو میری رائے مین انصاف کی قواعد

اوھنین پر عمل کرونگا۔ اگر تم کسی دوسرے کو اس عہدے پر مقرر کروگے مین اسپر بھی راضی

ن۔ (دیکھو کتاب خلفائے محمدی مولفہ مسٹر واشنگٹن ارونگ مطبوعہ لندن ۱۹۰۵ء ۶)"

زبردستی ہاتھ مین ہاتھ ڈالکر اطاعت و خیر خواہی کا وعدہ کیا گیا۔ امیر معاویہ اسوقت

م مین تھے تھوڑے عرصے کے بعد خلیفہ سوم کے قتل کا الزام لگاکر آمادہ جنگ و پیکار ہو

حضرت ام المومنین عائشہ جو خلیفہ اول کی صاحبزادی اور پیغمبر اسلام

منکوحہ تھین وہ بھی امیر معاویہ کے ہمخیال ہوگئین اور کبھی تنہا کبھی باتفاق ہمدیگر نوبت

یہ حضرت علی مرتضیٰ کو لڑنے پر مجبور کیا اور ہر مرتبہ شکست اُٹھانا پڑی (دیکھو چیمبرس انسکلو

پیڈیا جلد اوّل صفحہ ۴۷۵) مختصر یہ کہ اُنکے زمانہ خلافت کے پانچ برس چھ مہینے آپسکی لڑائیون مین ختم

ی کبھی باہر فوجکشی کی نوبت نہین آئی یہانتک کہ ۶۳ برس کی عمر مین ۴۰ھ مطابق ۶۶۰ء

ن جب مسجد کوفہ مین صبحکی نماز پڑھ رہے تھے عبد الرحمٰن ابن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوے

پیغمبر اسلام کے بعد سے اپنے زمانہ وفات تک جن مصیبتون پر حضرت علی مرتضےٰ

نے تحمل کیا اوھنین کا کام تھا سخت سے سخت موقعون پر بھی اُنکی ایمانداری اور انصاف

مین کبھی فرق نہین آیا۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ یہی ایمانداری اُنسے دنیادار ونکی نفرت کا سبب ہوئی۔

بیشتر اس غرض سے شریک ہوتے تھے کہ بیت المال (خزانہ) سے مفت کا مال ملیگا جب

یکھتے تھے کہ یہان ایک حبہ بھی ناجائز صرف نہین ہوتا اپنے خیال سے پشیمان ہوکر واپس

جاتے تھے۔ خزانے مین ممالک کا خراج جمع ہوتا تھا جو پبلک کا مال سمجھا جاتا تھا اور فقط نفع خلائق

کیواسطے کام مین آتا تھا اس صیغے کی نگرانی اور دخل و خرچ کی تحریر بنظر احتیاط حضرت

ممدوح نے خود اپنے ذمے لی تھی۔

حضرت علی مرتضیٰ کے طبعی حالات پر فلسفیانہ بحث

دنیا کے ہر حصے مین تہذیب و شائستگی کیساتھ ساتھ اخلاقی و روحانی فلسفہ ترقی
رہا ہے۔ اسی کے جاننے والے ہزارون برس سے آجتک بڑی عزت کیساتھ یاد کیے
ہین۔ ان لوگون کے واقعات دیکھکر اُنکے خیالات کی بلندی پر حیرت ہی نہین ہو
بلکہ ہر شخص کو اُنکے بے مثل ہونیکا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ مگر افسوس جب اسطرح کے آدمی
اُٹھ جاتے ہین اوسوقت دنیا کو اونکی قدر ہوتی ہے۔ زندگی مین نہ اُنکو کوئی پوچھتا ہی نہ یہ کسی
پوچھنے کی پروا کرتے ہین۔ ہان خیرخواہی خلائق جو ان کامل النفس آدمیونکی طبیعت مین فطرتاً
ہے وہی اُنکو ایسے قدرناشناس آدمیون کے ساتھ ہر حال مین بسر کرنے پر مجبور کرتی ہی نہ د
سے بندگان خدا کی محبت جاتی ہے نہ زبان نصیحت سے باز آتی ہے۔

مذہب کی تعلیم کا خلاصہ و منشا بھی اگر بنظر غور دیکھا جائے اخلاق و نفس دونون کی تہذیب
سوا اور کچھ نہین معلوم ہوتا۔ ہم لوگون مین نماز ۔ روزہ ۔ حج اور زکوٰۃ (خیرات) کا یہی فائدہ
کہ اوصاف انسانی سے نفس انسانی آراستہ ہو اور خصائل حیوانی یکے بادیگرے خصت
ہون اسی طرح اور مذہبون کا حال سمجھنا چاہیے۔ عقل بھی یہی سکھاتی ہے۔ جب مذہب و عقل
دونونکا منشا پورا ہوتا ہی اوسوقت خودبخود دنیا سے دل برداشتگی حاصل ہوتی ہے۔ جسقدر
زیادہ کسیکے نفس مین لیاقت قبول موجود ہوگی اوسیقدر اس تعلیم کا نتیجہ کامل ہوگا۔ چونکہ نفس
کا یہ خاصہ ہے کہ کسی حال مین بیکار نہین رہتا اعلےٰ درجہ پر پہنچکر خیالات کا بھی اعلیٰ ہو
ایک امر یقینی ہی اسدرجہ والون کو علم حقیقی حاصل ہوتا ہی۔ یہ علم اور دنیا کی محبت جو دنیا کی حقیقت

نجاننے سے پیدا ہوتی ہی ہر گز انکا ایک طبیعت مین جمع ہونا ممکن نہین۔

حضرت علیؑ مرتضیٰ کا ہر قول و فعل میرے اس مذکورہ بالا دعویٰ کا ایک کافی ثبوت ہے۔ اگر حضرت ممدوح کو کچھ بھی دنیا کی طرف توجہ ہوتی ممکن نتھا کہ کوفہ جو انکا دار الخلافت رہا ہو اونکی کسی یادگار عمارت سے خالی ہوتا کم از کم شام و دمشق کیطرح یہان بھی ایک بہت بلند مسجد ہوتی۔ مگر ہوتی کیونکر یہ اوسکو بھی اپنے نزدیک دنیا داری سمجھتے تھے ہمیشہ جو کا آٹا۔ دودھ اور سرکہ غذا رہی ہے یہ بھی روز نہین ایکدن سرکہ و نمک دوسرے دن خالی دودھ روٹی۔ اکثر روٹی کے سوکھے ٹکڑے ہوتے تھے۔ کپڑے بہت کہنہ پہنتے تھے اور باوجود اس کہنگی کے اسقدر کثرت سے ان کپڑون مین پیوند ہوتے تھے کہ آئندہ پیوند لگانے کیلیے کہتے ہوئے شرماتے تھے۔ ایک موقع پر فرماتے ہین "کبھی منظور نہ کرون اگر ایک چونٹی کے منہ سے ایک اناج کا دانہ چھین لینے کے عوض مین ساری دنیا کوئی مجھے دیدے" ایک شخص شُریح بن حارث حضرت علیؑ مرتضیٰ کیطرف سے کسی صوبہ کا جج تھا اُسی دینار+ کو اُس نے ایک مکان مول لیا۔ جب حضرتِ ممدوح کو خبر ہوئی اوسکو بلا کر جو کچھ نصیحت فرمائی ہے وہ سُننے کے لائق ہے۔ فرماتے ہین۔

"اے شریح ہوشیار ہوجا کہ عنقریب تیرے پاس ایک ایسا شخص (موت) آنیوالا ہے جو نہ تیرا قبالہ دیکھیگا نہ تجھسے گواہ طلب کریگا بلکہ تجھکو اس تیرے مکان سے نکالکر تیری قبر کی طرف لیجائیگا (ہوشیاری سے کام لے) کہین یہ مکان تو نے ناجائز مال سے نہ خریدا ہو" (ترجمہ از نہج البلاغۃ)

رات کو روٹیان۔ خرمے۔ شہد جو کچھ ملتا تھا اپنی پیٹھ پر رکھکر جابجا لیجاتے تھے اور بہت

+ دینار عرب مین ایک سونیکا سکہ ہوتا تھا یونانی لفظ ڈینارس سے اسکا اشتقاق ہے ۱۸ سال ہجرت مین سب سے پہلی حضرت خلیفہ ثانی نے عرب مین سکے کا رواج دیا تھا جسکی دونون طرف بخط کوفی کچھ لکھا ہوا تھا ورنہ اسوقت تک ایران و روم کے سکے استعمال ہوتے تھے میرے خیال مین دینار کا لفظ ایرانی ہے جو کسی زمانہ مین ایران سے یونان پہنچا اور ڈینارس ہوگیا

پوشیدگی کیساتھ غریبون کو دیتے تھے۔ اندھون کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے۔

زیادہ تر لائق بیان حضرت ممدوح کے اخلاقی حالات ہین جنکو ان چند مثالون سے مین نے ثابت کیا ہے۔ میرے خیال مین وہ شخص حضرت علی مرتضےٰ کو ہرگز نہین سمجھا جس نے انکی اخلاقی قابلیت کو خوب اچھے طرح مطالعہ نہین کیا اونکا ایک ایک قول اور ایک ایک فعل بتا رہا ہے کہ خود وہ کسقدر اخلاق کی پابند ہین اور اونکی دلی خواہش بھی یہی ہے کہ ہر شخص اخلاق کی پابندی کرے۔ خود اخلاق کی مجسم مثال بنگئے۔ تاکہ نصیحت زیادہ اثر کرے۔ زبان سے منع کر رہے ہین کہ دلمین کینہ نرکھو۔ ہدایت ہو رہی ہے کہ صاف باطن بنو۔ بندگان خدا پر رحم کرو دشمن کیساتھ بھی وہ برتاؤ کرو جو دوست کیساتھ کرتے ہو۔ خود بھی اسکے ساتھ موقع موقع پر اپنے فعل کو اپنے قول کے مطابق ثابت کر رہے ہین۔ زہر کی بجھی ہوئی تلوار سے زخمی ہوئے ہین سامنے قاتل موجود ہے ضعف وتکلیف سے عجب حال ہے مگر پہلے نہایت شفقت ومحبت سے اپنے قاتل کو کھانا کھلا کر سیر لیا جب آپ کچھ کھایا۔

لوگون کا یہ ایک عام خیال ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ انتظامی لیاقت نہ رکھتے تھے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ ایک ایسی اعلےٰ لیاقت کے مالک تھے جسکا نظیر عرب مین نظر نہین آتا۔ مگر چونکہ انکا انتظام بالکل سچائی اور ایمانداری پر مبنی ہوتا تھا اس سے اوس زمانے مین دو دقتین پیدا ہوئین تھین ایک یہ کہ اونکی مرضی کے مطابق عمل کرنا کوئی آسان کام نتھا دوسری مصیبت یہ تھی کہ جاہلون سے کام پڑا تھا وہ نہ ان فلسفیانہ مطالب کو سمجھتے تھے نہ ان احکام سے خوش ہوتے تھے بلکہ ناراض ہو کر فریق مخالف سے ملجاتے تھے۔ دیکھنے والے یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ حضرت ممدوح مین انتظامی لیاقت نہین۔ اسکے علاوہ وہ

باتین جو دنیا کے انتظام کیواسطے بہت ضروری ہین اُنکے دستور کے بالکل
تہین کام کیونکہ چلتا -

یہ میرا زبانی دعوے نہین - بلکہ ثبوت مین ایک عربی کتاب "نہج البلاغة" سی جسمین
علی مرتضےٰ کی تمام مذہبی تقریرین - موحدانہ لیکچر اور بہت سے خطوط وغیرہ درج
خط یہان نقل کرتا ہون - اس سے یہ بخوبی ظاہر ہوجائیگا کہ وہ کسقدر انتظامی لیاقت
مالک تھے اور کسطرح اس خداداد لیاقت سے کام لیا چاہتے تھے - ایک شخص شعر
بن قیس اس زمانے مین آذربائجان کا عامل (گورنر) تھا اوسکو لکھتے ہین -

(۱) "تو اپنی خدمت کسی لالچ سے انجام ندے بلکہ جسطرح امانت کا ادا کرنا فرض ہی اوسیطرح اپنی
خدمت (ڈیوٹی) کا پورا کرنا واجب سمجھ - ہر کام کے انجام دینے مین اوس (یعنے خدا)
کا لحاظ کر جو تیرا حاکم ہے - تجھکو اس بات کا اختیار نہین ہی کہ تو کسی کام کو کسی لحاظ سے
ضائع کرے نہ اس امر کی اجازت ہی کہ تو بے وجہ معقول کسی کام کی ابتدا کرے -
جو مال تیرے پاس ہی وہ خدا کا مال ہی اور تو اوسکا ذمہ دار ہے جب تک تو اوسکو
مجھ تک نہ پہنچائے" وغیرہ وغیرہ

ایک اور شخص قثم ابن عباس مکہ معظمہ کا عامل تھا اوسکو لکھتے ہین :-

(۲) "بندگان خدا کو حج کا حکم دے اونکو یاد دلا کہ حج کا زمانہ ہے - ظہر اور عصر کی نماز اونکے
ساتھ پڑھا کر - جو شخص تجھسے کچھ پوچھے اوسکو بتا - جاہلون کو علم کی تعلیم کر - عالمون کے پاس

* مین نے نفس مطلب کو جہانتک ممکن ہوا ہے اپنی عبارت مین بیان کیا ہے - لفظی ترجمہ کرنیکا طریقہ
ترک کردیا - ورنہ اردو اپنے درجہ سے گرجاتی ۱۲

بیٹھکر علم کا ذکر کر - لوگون کے اور اپنے درمیان مین کوئی واسطہ مقرر نہ کر بلکہ ہر معاملے کی متعلق ہر شخص سے خود گفتگو کر اہل حاجت کو اپنے پاس آنیسے ہرگز منع نہ کر جو مال تیرے پاس جمع ہو گیا ہو اوسکو فقرا اور مساکین پر تقسیم کر دے - جو بچ رہے وہ میرے پاس بھیجدے تاکہ مین اسیطرح اوسکو محتاجون پر تقسیم کرون"‡ •

طرح ایک اور گورنر کو لکھتے ہین -

"حاکم کی طبیعت پر جب لالچ غالب ہوتا ہو اوسوقت عدل کا خیال جاتا رہتا ہو - ضرور ہو کہ انصاف کے وقت دوست و دشمن ایک نظر سے دیکھے جائین جو کام دوسرونکا ناپسند ہو اوسکو خود اختیار نہ کر - اپنے فرضِ منصبی (ڈیوٹی) کے ادا کرنے مین اپنے نفس کو ذلیل کر" (یعنے نفس کی اطاعت انصاف کے وقت کرنا خطا ہو) •

مرتبہ دشمنون نے مجبور کیا - خلافت کا ابتدائی زمانہ تھا مدینے سے بصرے طرف جانیکی ضرورت محسوس ہوئی وہان پہنچکر اہل کوفہ کو ایک خط لکھا ہو - فرماتے ہین :-

"مین اپنے گھر سے علیحدہ ہو کر یہان آیا ہون (خدا جانے) ظالم ہون یا مظلوم باغی ہون یا کسی نے میرے ساتھ بغاوت کی ہو - مین تم سب کو قسم دیتا ہون کہ جب یہ میرا خط وہان (کوفہ) پہنچے اگر مین حق پر سمجھا جاؤن سب (دشمنون کے مقابل مین) میری مدد کرین ورنہ مجھے (میری بے اعتدالی پر) ملامت کرین"‡ •

ک بن حارث کو مصر (ایجپیٹ) کا گورنر مقرر کر کے بھیجا ہے اوسکو ایک

دیکھو اس حکم کی تعمیل کسقدر مشکل ہو اور اگر کوئی شخص اس حکم کے بجا لانے پر آمادہ ہو جائے اوسکی ذات سے بندگانِ خدا کو کسقدر پہنچ سکتا ہے جو حکومت کی اصلی غرض ہے -

دیکھو اس خط سے کسقدر حق پسندی ظاہر ہوتی ہے •

نصیحت آمیز خط لکھا ہے۔ چونکہ یہ خط بہت بڑا ہے مین نے بقدر ضرورت جا بجا خلاصہ کر لیا ہے۔ فرماتے ہین:۔

(۴) "اے مالک مین نے تجھے ایک ایسے صوبے (مصر) کیطرف بھیجا ہی جہان تجھسے پیشتر بہت سے آدمی ظلم اور انصاف کیساتھ حاکم رہچکے ہین جسطرح اہل مصر حاکمان گذشتہ کے ہر قول و فعل کو بنظر غور دیکھتے تھے اوسیطرح اب وہ تیری ہر باتکو غور سے دیکھین گے۔ اور جو کچھ (اچھا یا برا) اونکے حق مین کہتے تھے اب تیرے حق مین کہین گے۔ انسانکی خوبی اوسیوقت ظاہر ہوتی ہی جب خلق خدا اچھا کہتی ہے۔ تجھکو لازم ہے کہ نیک اعمال کے خزانے جمع کر۔ اپنی نفسانی خواہشون کو روک۔ اور نفس کو بالکل اپنے اختیار مین رکھ۔ دلمین رحم پیدا کر۔ رعایا کے ساتھ بمحبت پیش آ۔ جانورون درندہ کے اخلاق اُنکے ساتھ کام مین نہ لاو کیونکہ (یا وہ تیرے ہم مذہب ہونگے سبب سے تیرے بھائی ہین۔ یا وہ بھی (اگر تیرے ہم مذہب نہین) بے شبہہ تیری طرح خدا کے بنائے ہوئے ہین اونکی خطائین اسی طرح معاف کر جسطرح تو چاہتا ہے کہ تیری خطائین خدا معاف کرے"+

"ہرگز خدا کی مخالفت نکر کیونکہ تو خدا کے عذاب کو ٹال نہین سکتا۔ کبھی کسیکی خطا معاف کر کے پشیمان نہو۔ کبھی کسیکو سزا دیکر خوش نہو۔ اگر (اتفاق سے) تیرے دلمین اس حکومت کا غرور پیدا ہو فوراً خدا کی اتنی بڑی سلطنت (عالم) کا خیال کر اس سے تیرے دلمین عجز پیدا ہو گا اور غرور جاتا رہیگا۔"

+ دیکھو کسطرح مذہبی تعصب سے علیحدہ رہنے کی ہدایت کی ہے۔

اپنے اور اپنے دوستون اور عزیزون کے مقابل مین بھی انصاف کر ورنہ خدا کی رحمت سے

دور رہیگا خدا کی نعمتین ظلم کے سبب سے جاتی رہتی ہین"

پھر اسی خط مین دوسری جگہ فرماتے ہین۔

"صلاح و مشورہ مین بخیلون حریص۔ اور بزدلکو شریک نکر۔ کیونکہ بخیل تجکو نیکی سے روکیگا اور

حریص تجھکو اپنے ذاتی لالچ کے سبب سے بظلم مال چھیننے پر آمادہ کرے گا۔ بخل و حرص ایسے بُری اخلاق

ہین کہ جسکی طبیعت مین ہوتے ہین اوسکو خدا سے نیک امید باقی نہین رہتی۔ اون لوگون کو

اپنا وزیر مقرر نہ کر جو تیرے پہلے کسی ظالم حاکم کے وزیر رہچکے ہون (کیونکہ اونکے خیالات عادتاً

ظلم کیطرف زیادہ راغب ہونگے اور اونکی ذات سے بندگان خدا کو زیادہ ضرر پہنچیگا)۔

"سچے اور نیک آدمیون سے اتفاق پیدا کر اور انسے اسبات کی درخواست کر کہ وہ تیری

زیادہ تعریف نہ کرین۔ کیونکہ تعریفون کی کثرت سے غرور پیدا ہوتا ہی۔ ہرگز نیک اور بد آدمیون

کو ایک نظر سے ندیکھ اسمین نیکون کی ذلت اور بدون کی عزت ہو رعایا کے ساتھ احسان کر۔ یہ

ہی ایک ایسا عمل ہو جسکے سبب سے رعایا کے دلمین حاکم کی طرف سے عمدہ خیالات پیدا ہوتے

ہین۔ حکما (فلاسفرس) سے ہر امر مین مشورہ کرنا چاہیے" وغیرہ وغیرہ

یہ اصل مین ایک مختصر رسالہ ہے جو بطور خط کے لکھا گیا ہے۔ تمام انتظام ملکی و مالی کے اصول

اس فلسفیانہ طریقہ سے بیان کیے گئے ہین کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین۔ اراکین سلطنت اور تمام

رعایا کے مختلف درجے مقرر کیے ہین اور ہر درجہ والے کیساتھ برتاؤ کے اعلےٰ طریقے سکھائے ہین

ہین مثلاً۔ فوجی افسر کسطرح کے ہون۔ اونکی نگہداشت کیونکر کیجائے۔ جج اور اہل حساب بلکہ کل

ملکی و مالی حاکم کس قسم کے ہون۔ سوداگر۔ اہل پیشہ کیونکر آباد کیے جائین۔ غریبون کی پرورش

کیونکر ہونا چاہئیے - خراج کسطرح لین جس سے ملک و قوم برباد نہو - اسکے علاوہ اور بہت سی نصیحتین ہین جو ایک لاجواب لیاقت کو ظاہر کرتین ہین مگر ہین نے فقط چند سطرونکے ترجمے پر قناعت کی

کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی معمولی شخص عرب کا رہنے والا جسکے پاس نہ علم کا خزانہ موجود ہو نہ تجربہ کا ذخیرہ ایسی نصیحتین کرے جسکے مطالب سمجھنے کیلیے غیر معمولی لیاقت کی ضرورت ہو. کیا وہ لیاقت ایک معمولی لیاقت سمجھی جائیگی جسکی برکت نے نظم و نثر مین نہایت عمدہ اور اعلے مضامین کے دریا بہا دے کیا ان خطوطِ مذکورۂ بالا کو دیکھ کر کوئی شخص یہ نتیجہ نہ نکال سکیگا کہ جس دماغ نے یہ مضامین پیدا کئے ہین وہ ایک ایسا دماغ تھا جو لاجواب ہونے مین اپنا آپ جواب تھا مگر ان تحریرون پر پورا پورا عمل کرنا بھی کچھ آسان کام نہین ہر دنیا مین رہکر دین کا خیال جسقدر مشکل ہے اوسیقدر ان ہدایات کی پابندی - کیا کیا جائے اعلے طبیعتین ہرگز ادنے خیالات کیطرف راغب نہین ہو سکتین جو دنیا کے انتظام کیلیئے بہت زیادہ ضروری ہین .

حضرت علی مرتضیٰ دشمنون کے ساتھ اور پھر وہ بھی اوسوقت جب دونون طرف کے لشکر آراستہ آمادہ جہاد ہین کبھی کوئی بات ایسی نہین کرتے تھے جو رحم و انصاف کے خلاف ہو برابر اپنے اہل فوج پر تاکید رہتی تھی کہ فقط اونسے لڑنا جو تمسے لڑین - بچے - عورتین - کمزور و بیمار اور بوڑھے معذور رہین اونکو کسیطرح کی اذیت نہ پہنچنے پائے - جو لوگ نابینا یا ہاتھ پاؤن سے بیکار ہوتے تھے حکم تھا کہ اونکی بقدرِ امکان حفاظت کرو اہل لشکر پر تاکید تھی کہ جو لوگ جوان و تندرست ہون اگر وہ تمسے نہ لڑین تم بھی اون سے نہ لڑو - دشمنون کو چار طرف سے گھیر کر آگ سے نہ جلاؤ - اونکے کھانے پانی مین زہر ملا کر اونکو ہلاک نہ کرو - زرق کے وسیلے برباد نہ کرو امیر معاویہ نے لڑائی پر مجبور کیا صفین مقام جنگ قرار پایا اہل لشکر کو اپنے روبرو

بلاکر نصیحت فرمارہے ہین:-

"جب تک تمھارے دشمن لڑائی مین ابتدا نہ کرین ہرگز تم اپنی طرف سے لڑائی شروع نکرنا اول یہ کہ تم حق پر ہو (کیونکہ الزام قتل حضرت عثمان بالکل غلط ہے) دوسرے یہ کہ جب تمھارے دشمن تمھارے قتل پر آمادہ ہوکر تم پر حملہ کرینگے اوسوقت تم پر اپنی جان کا بچانا فرض ہوگا (جو بے لڑے ممکن نہین) اب اگر لڑوگے یہ لڑائی منصفانہ ہوگی۔ اگر خدا تمکو فتحمند کرے کبھی کسی بھاگتے ہوے کا تعاقب نہ کرنا کسی بیدست و پا کو نہ ستانا۔ کسی زخمی کو نہ قتل کرنا۔ دشمنون کی عورتین اگر تمکو گالیان دین یا تمھاری طرف کے آدمیون کو قید کرین صبر کرنا اور اونکو اذیت نہ دینا کیونکہ عورتون کی عقل ضعیف ہوتی ہے"

ایک اور موقع پر فوج روانہ کرنے کی ضرورت ہوئی۔ سردار لشکر کو بلاکر سمجھا رہے ہین۔ کہ:-

"ہمیشہ زمین بلند پر یا دامن کوہ مین۔ یا نہرونکے کنارے پر دشمنون کے مقابل مین خیمہ زن ہونا چاہیے۔ کیونکہ (ضرورت کے وقت) اسطرح کے مقام بہت کام آتے ہین۔ ہمیشہ ایک جانب سے یا زیادہ سے زیادہ دو طرف سے دشمن کی فوج پر حملہ کرو۔ پہاڑون پر چارون طرف اپنے نگہبان مقرر کرو تاکہ دشمن دھوکے سے تمھارے مقامات محفوظ نہ چھین سکین۔ نااتفاقی سے بچو۔ ایک ہی جگہ سب اوترین۔ ایک ہی ساتھ سب سفر کرین۔ رات کو فوج کے چار طرف نیزے نصب کیے جائین۔ کم سونا اور اگر سونا بہت احتیاط و ہوشیاری کیساتھ سونا"

اب مجھکو حضرت علیؑ مرتضےٰ کی طبیعت کا اصلی رنگ دکھانا اور اونکے ذاتی خیالات کا بیان کرنا مقصود ہے یہان بھی مین اپنے دستور کے مطابق خود اونھین کے لیکچرون اور تقریرونکا ترجمہ کرونگا البتہ حل طلب مضامین کی تصریح بقدر لیاقت کبھی خطوط ہلالی مین کبھی فٹ نوٹ مین

ضرور کیجائے گی۔ اسمین کوئی شبہہ نہین کہ حضرت ممدوح کے خیالات اعلےٰ درجے کے موحدانہ اور فلسفیانہ واقع ہوئے تھے توحید۔ حکمت اخلاق۔ روحانی فلسفہ انکی لاجواب طبیعت کے عناصر تھے۔ مینے حضرت ممدوح کی مصنفات کو اپنا فخر سمجھکر نہایت شوق سے اسطرح پڑھا ہے کہ عربی کی اور کسی کتاب کو کبھی اسطرح نہین پڑھا۔ اسمین کوئی شک نہین کہ جو زورِ طبیعت توحید و اخلاق کے مضامین مین ہی وہ انکی مصنفہ کتابون مین اور کہین نہین پایا جاتا۔ کیونکہ انسان فطرتاً جس خوبی کیساتھ اپنے ذاتی خیالات ادا کرتا ہے اوسطرح دوسرے مطالب بیان نہین ہوسکتے بیان بھی مینے اُن مندرجہ ذیل عبارتونکا ترجمہ لفظی نہین کیا ہے بلکہ اصل مطلب کو جہانتک ہوسکا ہے اپنی عبارت مین بیان کیا ہی مثلاً:۔

"وہ (خدا) ایسا ہے جسکو بغیر آنکھ کے دیکھے ہوے جانتے ہین† وہ (خدا) ایسا ہے جسنے سارے عالم کو بے تردد و فکر پیدا کیا‡ ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ رہیگا وہ (خدا) سارے عالم کا پیدا کرنیوالا اور رزق دینے والا ہے۔ چاند اور سورج اوسکے حکم (مرضی) کے مطابق حرکت کرتے رہتے ہین۔ جو نئے کو پرانا* اور دور کے زمانہ کو نزدیک کرتے ہین۔ اوسی نے ہر شخص کے رزق کی مقدار مقرر کی ہے۔ سبکے افعال وہ اسطرح جانتا ہے کہ کوئی کام کسیکا اچھا ہو یا برا اوسکے علم نامتناہی سے باہر نہین اسی طرح ہر ایک کے سانس کی تعداد+ اور

---

† ہم لوگ یعنے شیعہ خدا کے دیدار کے قائل نہین ہین بلکہ اسکو کفر اور ناممکن جانتے ہین۔

‡ اس سے یہودون کے عقیدہ کی تردید ثابت ہوتی ہی وہ یہ کہ خدا نے دنیا کو بڑی غور اور محنت سے پیدا کیا۔

* مدعا یہ ہی کہ چاند اور سورج بھی مخلوق ہین اور ہرگز قابل پرستش نہین۔

+ شیعہ بھی اسبات کے قائل ہین کہ سانس کی تعداد کے مطابق ہر شخص کی زندگی ہوتی ہی دیکھو الکافی۔

جو کچھ جسکے دلمین ہے وہ اوس سب سے خوب واقف ہے۔ ہر آدمی جو اب تک پیدا ہو چکا یا آیندہ پیدا ہوگا اوسکے پیدا ہونیسے پہلے وہ اوسکا سارا حال جانتا ہے۔ نافرمانون کو باوجود اپنی رحمت کے اونکی بداعمالی کی سزا دیتا ہے† اور فرمانبردارون کو اونکی نیکی کا عوض عطا کرتا ہے" (یعنی اوسکی ایک صفت دوسری صفت پر غالب نہین ہے) وغیرہ وغیرہ۔

پھر دوسرے خطبے (لیکچر) مین فرماتے ہین :۔

"اوس خدا کے لیے تعریف مخصوص ہے جسکی ایک صفت دوسری صفت پر مقدم نہین یعنے جسقدر اوسکی صفتین مثل رحم و عدل و سخاوت کے ہین وہ سب ہمیشہ سے ہین اور ہمیشہ رہینگی یہ نہین کہ آج رحم پیدا ہوا کل سخاوت آگئی پرسون عدل اختیار کر لیا۔ اس سے زیادہ اس بے مثل فقرے کی توضیح الفاظ کے ذریعے سے ناممکن ہے) وہ یعنے (خدا) سب سے پہلے ہے بغیر اسکے کہ سب کے لیے ہو*۔ وہ آشکار ہے بے اسکے کہ چھپا ہوا ہو۔ سوا اسکے جو چیز عالم مین ایک ہے اوسکو قلیل کہین گے (یعنی باوجودیکہ خدا واحد حقیقی ہے مگر کمی کا استعمال اوسکے واسطے نہین ہو سکتا کیونکہ کمی اور زیادتی اجسام مخلوقہ کی صفت ہے اور خود اوسکی مخلوق سے ہے خالق جو پہلے سے ہے کیونکر اوس صفت سے متصف ہو سکتا ہے جو ابھی تک پیدا نہین ہوئی۔ جب پیدا ہوگی خالق کے مرتبے سے ضرور کم ہوگی۔ پھر ادنیٰ چیز سے اعلیٰ کا اتصاف کیونکر عقل تسلیم کرے) اوسکے (یعنے خدا کے) علاوہ جو کوئی صاحبِ عزت ہے وہ ذلیل ہے (اسیطرح

† یعنے ایک صفت اوسکی دوسری صفت پر غالب نہین اس سے زیادہ اسکی توضیح لفظاً ممکن نہین ہم لوگ خدا کی صفت اور خود خدا کو علیحدہ نہین جانتے بلکہ دونون کو ایک سمجھتے ہین۔

* کسی چیز کا کسی چیز کے پہلے ہونا یا بعد کو ہونا زمانے کے سبب ہوتا ہے مگر خدا کے پہلے ہونے کی ایک اور حالت ہے جو مخلوقات مین نہین پائی جاتی۔

جو صاحبِ قوت ہے وہ اوسکی قدرت کے مقابل مین کمزور ہی سوا اُسکے جو کوئی کسیکا مالک ہے وہ مملوک ہے (کیونکہ خدا اوسکا ہر حال مین مالکِ حقیقی ہی) اوسکے سوا جو عالم ہے وہ عالم نہین بلکہ طالب علم ہے‡۔ ہر سُننے والا خدا کے علاوہ بہرا ہے (کیونکہ مخلوق جو آلاتِ جسمانی کے ذریعے سے سنتے ہین بہت باریک آوازین یا دور کی آوازین نہین سُن سکتے یا صدائے سخت اونکو بہرا کر دیتی ہے مگر خدا ان تمام عیبون سے بری ہی)

ہر صاحب بصارت خدا کے سوا نابینا ہے (بہت سے جسم اس عالم مین اسطرح کے ہین جنکو آنکھ سے نہین دیکھ سکتے۔ مگر خداوند تعالیٰ جو بے آنکھ کے دیکھتا ہی ہر چیز کو دیکھتا ہے) جو کچھ اوس نے (خدا) پیدا کیا وہ اپنی خوشی سے پیدا کیا اور اپنے اختیار سے پیدا کیا۔ نہ کسی خوف سے نہ کسیکی مدد سے۔ نہ وہ کسی چیز کے اندر ہے کہ یہ کہین وہ کسی چیز کے اندر ہے† اسیطرح نہ وہ کسی چیز سے علحدہ ہے کہ یہ کہ سکین کہ وہ علحدہ ہے۔ اتنے بڑے عالم کے پیدا کرنے سے وہ تھک نہین گیا (جیسا کہ یہود اونکا خیال ہی یہ ہوا کہ اب وہ اور عالم پیدا کرنیسے عاجز ہو گیا۔ (بلکہ ایسے ایسے عالم جسقدر چاہے اور خلق کرے) جو کچھ اوسنے معین کیا ہے وہ جان کر معین کیا ہی۔ کیونکہ (خدا کو دھوکا نہین ہو سکتا) ہر بات اوسکی خوب عاقلانہ ہوتی ہی علم اوسکا محکم (سچا) ہے اور حکم اُسکا ضرور ہونیوالا ہے۔ مصیبت کے وقت اوس سے امید نیک کیجاتی ہی اور راحت کیحالت مین (اپنی بداعمالی کے سبب سے) اوس سے ڈرتے ہین"

اسی طرح ایک دوسرے لیکچر مین فرماتے ہین۔

---

‡ آدمی عالم مین پیدا ہو کر بہانکی ہر چیز کو دیکھتے ہین اور تجربہ حاصل کرتے ہین یہ درحقیقت علم نہین ہے بلکہ طلب علم ہے مگر خدا جو بغیر اسکے ہے اسلئے وہ ہی عالم کہے جانیکا مستحق ہے۔

† اس جملے سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہو رہی ہی کہ شیعہ حلول (سما جانا) کے قائل نہین۔

تعریف کا سزاوار وہ خدا ہے جو اپنے وجود (ہونے) پر اپنی مخلوق سے دلالت کرتا ہے
(یعنی خلق کو دیکھکر یہ سمجھ مین آتا ہو کہ اسکا کوئی خالق ہے) وہ ایسا ہو جس نے اس عالم کو ناپائیدار
بناکر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ خود وہ (خدا) ہمیشہ سے ہے اور اسیطرح ہمیشہ رہیگا۔ (مخلوقات کو تابع
زوال وفنا دیکھکر قدرتاً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس زوال وفنا کے اصول کا بھی کوئی خالق ہے
جسکو یقیناً ہمیشگی ہونا چاہیے) وہ خدا ایسا ہو جس نے عالم کی چیزون مین مشابہت پیدا
کرکے یہ سمجھایا ہو کہ اوسکا کوئی شبیہ نہین حواس اوس تک نہین پہنچ سکتے (یعنی اوسکی
حقیقت کو دریافت نہین کر سکتے) کوئی چیز اوسکو پوشیدہ نہین کر سکتی۔ بلکہ ہر چیز اوسکے
وجود پر دلالت کر رہی ہو۔ ایک ہو مگر اوسکا ایک ہونا اعداد کے ایک ہونیسے بالکل
مختلف ہو (کیونکہ ہندسونین جس عدد کا نام ایک ہو وہ جب تک اوسیطرحکا دوسرا ایک
اور نہو ہرگز سمجھ مین نہین آسکتا برخلاف خدا کے کہ وہ اپنے ایک ہونے کیلیے دوسریکا محتاج
نہین) وہ خدا عالم کا پیدا کرنیوالا ہے مگر بغیر حرکت و تعب کے۔ وہ سُننے اور دیکھنے کیواسطے
گوش وچشم کا محتاج نہین۔ بغیر حواس کے ہر چیز سے واقف ہے۔ سب سے علیحدہ یعنی دور ہے
بغیر مسافت کے (مطلب یہ ہو کہ مخلوقات مین جب ایک چیز دوسری چیز سے دور ہوتی ہے
اوسوقت کچھ نہ کچھ اُنکے درمیان مین فاصلہ ضرور ہوتا ہو مگر خدا جو سب سے دور ہے وہ باعتبار
ذات دور ہے فاصلے کا وہان دخل نہین۔) وہ ظاہر ہے مگر کوئی اوسکو دیکھ نہین سکتا۔
(یعنی ہر چیز اوسکے وجود پر دلالت کر رہی ہے جو ان آنکھون کے دیکھنے سے زیادہ موثر ہے)
جسوقت وہ ظاہر ہے اوسیوقت وہ پوشیدہ بھی ہو مگر لطافت کے سبب سے نہین۔
(کیونکہ لطافت بھی ایک کیفیت مخلوقہ کا نام ہے) وہ یعنے خدا ہر چیز سے ممتاز ہے

اسلئے کہ اوسکو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہو یہ حالت اور کسیکی نہین) ۔ (اس خاص
صفت کے لحاظ سے) ہر چیز اوس سے علیحدہ ہو کوئی **اوسکے** مشابہ نہین جس نے
مخلوق کی صفتین **خدا** کی تعریف مین بیان کین اوس نے **خدا** کو محدود کر دیا (کیونکہ
مخلوق کے تمام اوصاف آدمیونکے ذہن مین موجود ہونیکے سبب سے محدود ہین اسکے علاوہ
مخلوق کی ہر صفت ایک حد سے زیادہ تجاوز نہین کر سکتی) اور جس نے اوسکو محدود کر دیا
اوس نے خدا کی ہمیشگی کو ضمنًا باطل کر دیا (اس وجہ سے خدا کی تعریف کرتے وقت ان
صفات کا ذکر نہین چاہیے جو مخلوق مین پائی جاتین ہین) جس نے یہ کہا کہ **خدا** کیسا ہو اوس نے
یہ چاہا کہ لوگ **خدا** کی حقیقت اوسکے روبرو بیان کرین جو محال ہو ۔ اسیطرح جس نے یہ کہا کہ
خدا کہان ہو اوس نے **خدا** کو محدود کر دیا (اسلیئے یہ بھی کہنا کفر ہے بلکہ وہ ہر جگہ موجود ہین
وغیرہ وغیرہ ۔

ان دو تین موحدانہ لیکچرون کے لکھنے سے میرا مقصود فقط یہ تھا کہ اپنے یہان کی توحید کا نمونہ
اُن لوگون کو دکھاؤن جو ابتک شیعہ مسلمانون کے مذہبی حالات سے ناواقف ہین ۔ اِنکے
علاوہ اور بہت سے حضرت ممدوح کے مضامین جو سراسر توحید و اخلاق مین ہین نہج البلاغہ
نامی کتاب مین بزبان عربی موجود ہین جسکا دل چاہے دیکھلے کم از کم ہر شخص ان موحدانہ
مضامین کو دیکھکر اتنا ضرور سمجھے گا کہ ہم لوگ یعنے شیعہ ہرگز **خدا** کی کسی ایسی صفت کے نہین
قائل ہین جو خدا کے مرتبے سے پست ہو بلکہ خاص عقیدہ یہ ہے کہ **خدا** کو مخلوق کی صفات سے
موصوف کرنا بالکل ناجایز ہے ۔

حضرت علی مرتضیٰ کے مصنفات پر ریویو

کتاب کی خوبی مضامین کی عمدگی پر منحصر ہے۔ جسقدر مضامین اعلے ہونگے کتاب بھی اعلے سمجھی جائیگی۔ انداز بیان سے خود مصنف کے فہم و عقل کا حال ظاہر ہوتا ہو جسکو دنیا کی کوئی کوشش مٹا نہین سکتی حالانکہ مین اپنے کو ہرگز اس لائق نہین سمجھتا کہ ایسے برگزیدہ شخص کی تحریر پر کچھ رائے دے سکون۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ ایسی لاجواب کتابونکے حال سے کسیکو واقف نہ کرنا بھی ایک حد تک نا انصافی ہے۔ کوئی وجہ نہین کہ وہ لوگ جوان کتابون سے واقف نہین آگاہ نہ کئے جائین اور اونکو ان مصنفات سے فائدہ اُٹھانیکا موقع نہ دیا جائے

پیغمبر اسلام نے جب اپنی نبوت کا اظہار فرمایا تھا اوسوقت حضرت **علی مرتضےٰ** کی عمر دس برسکی تھی فطرتاً ایک بہت اعلی دل و دماغ کے آدمی تھے۔ اُس زمانے سے اپنی آخر عمر تک بہتسے واقعات دیکھے صدہا انقلاب نظر سے گذرے ان تمام واقعات سے تجربہ حاصل کیا حُسن بیان نے ان تمام تجربون کو جب نصیحت کیصورت مین ایک اندازِ خاص سے ادا کیا سمجھنے والون نے حیرت اور قدردانی کیساتھ دیکھا جنکی تقدیر اچھی تھی اونھون نے ان اقوال سے فائدہ بھی اوٹھایا۔ درحقیقت ہم لوگون کے نزدیک **قرآن** کے بعد حضرت ممدوح کی کتابین تمام اسلام مین لاجواب ہین۔ بڑے بڑے اسلام کے فلاسفرس نے ان کتابون سے بہت کچھ مطالب لئے ہین سعدی نے گلستان مین اکثر مقام پر انھین کے اقوال کا ترجمہ کیا ہے۔

حضرتِ ممدوح کی تصنیف کردہ کتابون مین نظم و نثر دونون موجود ہین۔

نثر مین مین تین کتابین ہین مگر اُنمین سے فقط دو کتابین میری نظر سے گذری ہین۔

(۱) **دُرَرِ غُرَر**۔ یہ ایک مختصر کتاب ہے۔ اسمین حضرت **علی مرتضےٰ** کی نصیحتین عربی زبان مین موجود ہین جنکی تعداد بعض انگریزی مورخون کے نزدیک سو۔ بعض کے نزدیک سو سے زائد ہے۔ اسکا ترجمہ انگریزی مین مسٹر ولیم یول نے کیا ہے یہ ایڈنبرا مین ۱۸۳۲ء کی قریب چھپا۔ دوسرا ترجمہ اسکا مسٹر فلیشر نے ۱۸۳۷ء مین چھپوایا۔ ۱۶۲۹ء مین گولئس نے اس کتاب کا لاطینی (لیٹن) زبان مین ترجمہ کیا جو بعد کو چھپوایا گیا۔ واتھر نے اس لاطینی ترجمے کا فرینچ (فرانس کی زبان) مین ترجمہ کیا۔ مگر افسوس مجھے تلاش کے بعد بھی یہ ترجمے نہ ملے کیونکہ یورپ کی قدردانی عمدہ کتابونکو زیادہ عرصے تک مطبع مین رہنے نہین دیتی ورنہ مجھے اسوقت کچھ اور زیادہ لکھنے کا موقع ملتا۔

یہ نصیحتین درحقیقت حکیمانہ اقوال ہین جو مختصر الفاظ مین بغرض سہولت بیان کئے گئے ہین۔ یہی اوس زمانے کے سمجھانیکا طریقہ تھا۔ بھگوت گیتا سقراط و افلاطون یونانی کے اقوال گوتم بدھا کی ہدایتین وغیرہ جو کچھ مین دیکھ چکا ہون اون مین بھی مین نے یہی انداز بیان پایا ہے۔ یہ سب لوگ اپنے ہر قول کو دلیلون سے ثابت کرسکتے تھے مگر چونکہ ہر بات اُنکی مسلم سمجھی جاتی تھی اسلیے اُنکو دلیل کی کوئی ضرورت ہی نہوتی تھی اسکے علاوہ تقریر کے متسلسل کر دینے مین سننے والون کے پریشان ہونیکا یقین ہوتا تھا۔ اور ہے بھی یہی کہ جب سُننے والے گبھرا گئے یا بات کا مطلب ہی نہ سمجھ سکے اوسوقت نصیحت اور ہدایت کیا اثر کریگی۔ میرے خیال مین اسی لحاظ سے اگلے زمانیکے عقلمندون نے مختصر اور سہل الفاظ مین مطلب ادا کرنا پسند کیا تھا۔

* اسی طرز کی عربی مین ایک اور کتاب ہے جسکا نام جوامع الکلم ہے اس کتاب کے مصنف نے بھی بہت سے اقوال حضرت ممدوح کے جمع کئے ہین مین نے یہان انہین دونون کتابون سے اقوال کا انتخاب کیا ہے۔

نمونے کیواسطے کتاب مذکور سے کچھ یہان نقل کرتا ہون:-

(۱) "اَشَدُّ الذُّنُوبِ مَا اسْتَهَانَ بِهِ صَاحِبُهُ"

ترجمہ۔ تمام گناہون سے زیادہ خراب وہ گناہ ہے جسکی کوئی حقیقت نہ سمجھی جائے۔

توضیح گناہ کا مرتکب ہونا مگر اوس اپنی ناجائز حرکت کو بُرا سمجھنا اور بُرا سمجھکر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا رفتہ رفتہ گناہ کے ترک کا سبب ہوجاتا ہے اسکی مخالف حالت مین جب گناہ بُرا نہ سمجھا جائیگا گناہ کے بعد نہ شرمندگی ہوگی نہ ترک کا خیال آئیگا۔ اصرار سے خراب فعل کا اثر نفس پر آلات جسمانی کے ذریعہ سے ایسی قوت کیساتھ ہوگا جسکا دور کرنا ناممکن ہوجائیگا۔

(۲) "كَفَاكَ أَدَبًا لِنَفْسِكَ اِجْتِنَابُ مَا تَكْرَهُهُ مِنْ غَيْرِكَ"

ترجمہ۔ اپنی تہذیب کے واسطے تجھے اتنا خیال کافی ہو کہ جو باتین اوروں کی تجھے ناپسند ہون انکو خود دوسرونکے ساتھ اختیار نہ کر۔

توضیح۔ مثال اس مقام پر بیان سے زیادہ موثر ہوگی۔ فرض کیا کہ اگر کوئی شخص میرے مال مین خیانت کرے مجھے عادتاً ضرور رنج ہوگا۔ اسیطرح جب مین دوسرے کے مال مین ناجائز تصرف کرونگا اوسکو بھی ضرور رنج پہنچیگا۔ اپنے صدمے کا خیال کرکے اپنے مال کو بچاؤن اور دوسرونکے یہان چوری کرون یہ کونسا انصاف ہے۔ دوسرونکے مقابل مین نیک و بد پہچاننے کا قدرتی طریقہ اس سے زیادہ اور کوئی نہین ہوسکتا کہ آدمی خود اپنے نفس کو معیار قرار دے۔ اور دوسرونکی ضرر رسانی کے وقت اپنے نفس پر دوسرونکے نفس کا قیاس کرکے خود اوس تکلیف کا اندازہ کرے جو غلطی سے اوروں کو اسکے ہاتھ سے پہنچنے والی ہے سعدی کا یہ فقرہ "ہرچہ بخود نہ پسندی بر دیگران ہم مپسند" اسی لاجواب

قول کا ترجمہ ہے۔

(۳) "اَلدُّنیا تَغُرُّ وَتَضُرُّ وَتَمُرُّ"

ترجمہ۔ دنیا (پہلے) فریب دیتی ہے۔ (پھر) نقصان پہنچاتی ہے (اسکے بعد) گذر جاتی ہے۔

توضیح۔ چار لفظون مین دنیا کی ساری حقیقت بیان کرکے اختصار اور توضیح دونون کی داد دی ہے۔ نہ اس سے زیادہ اس مضمون کی صراحت ممکن ہی نہ اس سے کم الفاظ مین اس مطلب کا بیان کرنا عقل مین آتا ہے ایسے فصیح و بلیغ فقرے عربی مین بہت کم نظر سے گذرے ہین۔ مطلب پر غور کرو دیکھو کسقدر سچی بات ہی۔ جو لوگ دنیا کی محبت مین گرفتار رہتے ہین اونکے خیالات اسی عالم مادی مین محدود ہین زندگی کی دوسرے پہلو سے بالکل غافل ہ باایہمہ اسکا بھی یقین ہے کہ کبھی نہ کبھی یہان سے جانا پڑیگا۔ مگر اس دنیا کی ہر چیز نے اونکے دلو پر ایسا قبضہ کیا ہے کہ ادھر کبھی خیال بھی نہین جاتا۔ اس سے زیادہ دنیا کیا فریب دیسکتی ہے۔ اِس جاہلانہ محبت سے جو کچھ نفسِ انسانی کو ضرر پہنچتا ہے اوسکو جاننے والے جانتے ہین طالبان دنیا باوجودیکہ اسی دنیا کمبخت کی محبت مین اپنی آخرت خراب کر رہے ہین مگر چاہیے کہ یہ اونکے ساتھ وفا کرے۔ ممکن نہین۔

(۴) "اَلتُّقیٰ رَئِیسُ الاَخلاقِ"

ترجمہ۔ پرہیزگاری یعنے گناہون سے احتیاط یا دنیا کی فانی لذتون سے اجتناب سب اخلاق سے افضل ہے۔

توضیح۔ جب تک دنیا کی حقیقت ظاہر نہوگی دنیا کی طرف سے رغبت ہرگز کم نہوگی۔ رغبت فی الواقع ایک قوت ہے جو نفس کو اپنے اختیار مین لاکر اس عالمِ مادی کی کسی

نہ کسی کیفیت کیطرف متوجہ کر دیتی ہے قوت کا مقابلہ سوا قوت کے اور کوئی چیز کر نہیں سکتی اسلیے ضرور ہے کہ نفس مین بھی قوت پیدا ہو جو نفس کو اس غلامی سے نکال کر آزاد کر دے جب یہ قوت پیدا ہوتی ہے اُسوقت آدمی کو اپنی طبیعت پر پورا قابو حاصل ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ طبیعت کا جز ہو جاتا ہے اپنے نفس پر اختیار یہی پرہیز گاری کی قوت کا معین ہے اور یہی وہ چیز ہے جسکے بغیر اخلاق کی تہذیب بھی ناممکن ہے۔ اب کیا سبب کہ تقویٰ یعنی پرہیز گاری تمام اخلاق سے بہتر نہ سمجھی جائے کیونکہ بُری اخلاق سے احتیاط بھی بغیر پرہیز گاری کی عادت کے ہو نہین سکتی۔

(۵) "اَلْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوْبٌ"

ترجمہ۔ جو شخص اپنے کسی دشمن پر شر و فساد (دغا بازی) سے غالب آئے وہ درحقیقت غالب نہین - بلکہ مغلوب ہوا۔

توضیح۔ ضرورت کے وقت بُری باتون کا کام مین لانا اخلاقی ضعف کا نتیجہ ہے۔ اگر اسوقت کسی نے نفس شیطانی کی اطاعت کی اور دشمن کے مقابل مین دغا بازی وغیرہ بداخلاقیون کو جائز رکھا بیشک وہ اپنی نفس کا مغلوب ہوا جو اس ظاہری دشمن سے زیادہ ضرر رسان ہے۔ اسکے علاوہ غالب ہونیکا نتیجہ نفع ہوتا ہے۔ اور مغلوب ہونیکا مآل نقصان۔ جس نے دغا بازی سے کام لیا آخرت کی لحاظ سے بعید نقصان مین رہا جب نقصان اٹھایا مغلوب ہوا۔ غالب ہونا کیسا۔ اگر تھوڑا بہت دغا بازی سے دنیا کا کوئی نفع ہوا بھی وہ نفسانی ضرر کے سامنے کوئی حقیقت نہین رکھتا۔

(۶) "كَفٰى بِالْاَجَلِ حَارِسًا" ترجمہ۔ اجل حفاظت کیلیے کافی ہے۔

توضیح - زندگی کی ایک مقدار معین ہوتی ہے۔ جس سے زیادہ یا کم ہونا محال ہے۔ اسی معین
زمانے کو اجل کہتے ہین موت پر اجل کا اطلاق مجاز ہے حقیقت نہین۔ مدعا یہ کہ جب تک یہ مدت
باقی ہو مرنا محال ہے اور کسی چیز کو جان کی حفاظت مین مطلق دخل نہین۔ ایک شخص حضرت ممدوح
کے پاس آیا اور اپنی حفاظت کیلیے تعویذ کا طالب ہوا حضرت ممدوح نے فرمایا تعویذ کیا کریگا
خود تیری اجل تیری حافظ ہے۔

(۷) "صِحَّۃُ الْجَسَدِ فِیْ قِلَّۃِ الْحَسَدِ"

ترجمہ- بدن کی صحت حسد کی کمی پر موقوف ہے۔ جسقدر حسد کم ہوگا بدن زیادہ صحیح رہیگا۔
توضیح آجکل کے فلاسفرس کی تحقیق کسقدر اس بارہ تیرہ سو برس کے قول کے مطابق ہوئی ہے
کہ حیرت ہوتی ہے۔
لیموجس* کے محققین نے متواتر تجربون سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حسد کی ابتدا دماغ سے ہوتی
ہے دماغ سے اثر دل تک آتا ہے آخرکار اگر یہ اثر شدید ہے نوبت ہلاکت پہنچتی ہے تشریح
بعد الموت (پوسٹ مارٹم) سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان اعضا کے ریشے جو حسد کے اثر سے
متاثر ہوتے ہین خراب اور ضعیف ہو کر بیکار ہو جاتے ہین بعض خاص حالتون مین دماغ
کسیقدر جلا ہوا بھی پایا گیا ہے۔

(۸) "لَمْ یَذْہَبْ مِنْ مَالِكَ مَا وَعَظَكَ"

ترجمہ- اوس مال کے نقصان کو نقصان نہ سمجھ جسکے تلف ہو جانیسے تجھے کوئی اخلاقی فائدہ ہو
توضیح- یہان بھی مثال کی بیان سے زیادہ ضرورت ہے۔ فرض کیا کسی کا کچھ روپیہ تلف
ہو گیا یا اور کوئی قیمتی چیز جاتی رہی جب صاحب مال نے اس نقصان کے اصلی نتیجہ پر خیال کیا

* فرانس کے ایک مشہور شہر کا نام ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ مال مثلاً کسی ناجائز طریقے سے آیا تھا اسلیے باقی نہ رہا تلف ہو گیا۔ اب طبیعت خود بخود یہ نتیجہ پیدا کریگی کہ ناجائز طریقے سے مال کا اکتساب نقصان کا باعث ہوتا ہے آیندہ اسوقت کا صدمہ ایک بہت بڑے ناصح کا کام دیگا اور ناجائز تدبیرونکا انسداد ہو جائیگا۔ یا مال کے تلف ہونیسے رنج ہوا اور رنج نے دنیا سے دل برداشتہ کر دیا۔ یہ دوسرا فائدہ ہوا۔ اسلیے ایسے مالی نقصان کو نقصان نہ سمجھنا چاہیے۔

(۹) اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَا اَکْرَهْتَ نَفْسَكَ عَلَیْهِ"

ترجمہ۔ سب سے بہتر وہ عمل ہے جسکے بجا لانے مین تونے اپنے دلکو مجبور کیا۔

توضیح۔ تمام اعمال کی غایت تہذیبِ اخلاق ہے جسکے بغیر حصول نجات ناممکن ہو اور اسکے لیے مجاہدے کی ضرورت ہے۔ اسوجہ سے وہ عمل جسکے بجا لانے مین مجاہدے کا زیادہ موقع ملیگا زیادہ مفید سمجھا جائیگا۔ (۱۰) "ذَلَّ مَنْ طَمِعَ وَعَزَّ مَنْ قَنِعَ"

ترجمہ۔ جس نے طمع اختیار کی ذلیل ہوا جس نے قناعت کی معزز ہوا۔

توضیح۔ مطلب ظاہر ہے دلیل کی ضرورت نہین۔

(۲) نہج البلاغہ یہ نثر کی دوسری کتاب ہے۔ سنین ہجرت کی چوتھی صدی مین سید شریف رضی نے حضرت علی مرتضےٰ کے خطبے۔ خطوط۔ موعدانہ مضامین اور ناصحانہ اقوال جو اوس زمانے مین قدردانون کے پاس بڑی حفاظت سے موجود تھے تلاش کر کے اس کتاب مین لکھے ہین۔ اسکے پہلے حصے مین حضرتِ ممدوح کے خطبے ہین۔ کچھ آٹر کل ہین۔ یہ حصہ ۴۹۸ صفحون پر ختم ہوا ہے۔

اسلام کے بعد سے عرب مین یہ قاعدہ جاری ہوچکا تھا اور حضرت ممدوح کا یہ

طریقہ تھا کہ خود کسی مقام بلند پر بیٹھتے تھے یا سامعین کے روبرو استادہ ہو کر اوّل خدا کی تعریف کرتے تھے۔ خدا کی توحید کے متعلق جو بد اعتقادیان پیدا ہوگئیں تھین اونکو اپنی موثر تقریر اور لاجواب استدلال سے دور کرتے تھے۔ اگر یہ لیکچر موحدانہ ہوتا تھا اسکے بعد اور کچھ نفرماتے تھے ورنہ اور جو کہنا ہوتا تھا کہتے تھے۔ قدر دان فوراً لکھ لیتے تھے شبہہ کیحالت مین تحقیق ہوتی تھی۔ پھر نقل کے ذریعے سے جا بجا یہ خطبے پہنچ جاتے تھے۔ بہت سے موقعونپر عرب کے بڑے کامل زبان دانون کو اقرار کرنا پڑتا تھا کہ اس سے زیادہ موثر اور عمدہ عبارت ہمنے کبھی نہین سُنی۔

اسمین شبہہ نہین کہ بعض خطبون کی عبارتین متانت بہت زیادہ پائی جاتی ہے جسکو اکثر لوگ ناپسند کرتے ہین۔ مگر یہ ناانصافی ہی خیالات کی بلندی طبیعت کی متانت محال ہے کہ الفاظ پر اثر نہ کرے۔ پھر یہ کہ جو الفاظ آج متروک ہین کیا ضرور ہے کہ بارہ تیرہ سو برس ادھر بھی متروک ہون۔ اِن خطبون کے ساتھ اسی حصّے مین جو ناصحانہ تقریرین ہین اونکی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ہر مطلب کو ایسی قدرتی دلیلون سے ثابت کیا ہے کہ پھر انکار ممکن نہین۔ مین نے دو تین لیکچر جو توحید پر شامل تھے اور حضرتِ ممدوح کے طبعی حالات کے ضمن مین لکھے ہین وہ اسی کتاب سے لیے ہین زیادہ نقل کرنا زائد از ضرورت جانتا ہون۔

اسی کتاب کے دوسرے حصّے مین بہت سے خط ہین جو وقتاً فوقتاً لکھے گئے ہین کچھ خط امیر معاویہ کے نام کے ہین کچھ خط اون لوگون کو لکھے ہین جنکو اپنے زمانہ خلافت مین مصر۔ آذربائجان وغیرہ کا گورنر مقرر کیا تھا یہ مؤخر الذکر خط وعظ و نصیحت سے بھرے

ہوئی ہین کسی مین قواعد انتظام سلطنت بیان کیے ہین کسی مین ایمانداری اور انصاف وغیرہ کی ہدایت ہے اس تمام کتاب مین کوئی خط کسی حاکم غیر قوم کے نام کا نہین پایا جاتا کیونکہ غیر قومون سے کبھی لڑائی کی نوبت ہی نہین آئی۔ مگر افسوس ان خطوط مین تاریخ وسن نہونے کی سبب سے یہ نہین ظاہر ہوتا کہ یہ تحریرین کس زمانے کی ہین اگرچہ واقعات ترتیب دینے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تمام خط زمانۂ خلافت ہی کے لکھے ہوے ہین اصلی خطوط مین جو خط کوئی لکھے ہوئے تھے تاریخ وسن ضرور ہونگی کیونکہ تازہ تازہ ہجری سن جاری ہوئے تھے اور مہینون کا شمار بھی رویت ہلال سے ہوتا تھا عقل قبول نہین کرتی کہ اس تازہ ایجاد سے ضرورت کے وقت کام نہ لیا گیا ہو بلکہ یہ خود ائن تحریرون کے جمع کرنیوالون کا قصور ہے جنہون نے فقط مطلب لیلیا اور تاریخ وسن مہمل سمجھکر چھوڑ دیے۔

دوسری حیرت یہ ہوتی ہے کہ کتاب مذکور مین کوئی خط نہ خلافت سے پیشتر کا ہے نہ کوئی تحریر زمانۂ رسالت کی ہے یعنے وہ زمانہ جب پیغمبر اسلام دنیا مین موجود تھے) یہ صحیح ہے کہ حضرت علی مرتضٰے کسی وقت آنحضرت سے علحدہ نہوتے تھے مگر کیا اور دوست واحبا بھی ہر وقت حضرت علی مرتضٰے کے پاس موجود رہتے تھے جنکو خط بھیجنے کی ضرورت نہوتی ہو غالباً زمانے کی مخالفت نے یا دنیا کی کسی اور مصلحت نے ان خطون کو تلف کر دیا ورنہ آج وہ بھی ہماری نظرون کے سامنے ہوتے اور اُن خطون سے حضرت ممدوح کے ابتدائی خیالات اور اون تعلقات کا حال معلوم ہوتا جو مختلف موقعون پر پیغمبر اسلام کے ساتھ رہی تھے اور اوس سے بہت اعلیٰ اور سچے تاریخی نتیجے حاصل ہوتے۔ مگر کیا کیا جائے۔

مین نے اس کتاب کے اس دوسرے حصّہ کو بھی از اول تا آخر دیکھا فقط ایک

خط سلمان فارسی* کے نام کا نظر سے گذرا جسکو مشکل سے خط کہہ سکتے ہین۔ کیونکہ یہ تحریر بالکل دنیا کی مذمت پر شامل ہے اور کسی مطلب کا ذکر نہین۔ اس تحریر کا خطبون کے سلسلہ مین لکھنا زیادہ مناسب تھا۔ یہ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد کا خط ہے جو اپنی خلافت سے پہلے حضرت ممدوح نے لکھا ہے۔ ان خطبونکے بعد کچھ اون سوالون کے جواب ہین جو امتحاناً حضرت ممدوح سے پوچھے گئے تھے۔ کچھ ناصحانہ اقوال ہین۔ مین نے اس حصے سے بھی اکثر خط ترجمہ کر کے انتظامی لیاقت کے ثبوت مین لکھے ہین زیادہ نقل کی ضرورت نہین۔

بڑے بڑے عربی زبان کے عالمون نے کتاب مذکور (نہج البلاغۃ) کے سمجھنے کو اپنا فخر سمجھا ہے مگر اکثر موقعونپر اونھون نے بھی اپنے قصور فہم کا اعتراف کیا ہے۔ یہ حصہ بھی ۲۵۰ صفحونپر ختم ہوا ہے۔

جفر جامع مین نے اکثر عربی کتابون مین اس کتاب کا ذکر پڑھکر یہ رائے قائم کی تھی کہ یہ ایک فرضی کتاب ہے مگر حسن اتفاق سے سر جان ڈیون پورٹ کی کتاب† مین جو اونھون نے خلافت کے متعلق لکھی ہے ایک کتاب کا ذکر میری نظر سے گذرا اسلیے یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے یہ وہی کتاب ہو۔ وہ لکھتے ہین:-

"بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ مرتضےٰ کی تصنیف سے ایک کتاب علوم روحانی مین ابتک قسطنطنیہ کے شاہی کتب خانے مین موجود ہے۔"

شیعہ مورخون کی یہ رائے ہے کہ اس کتاب مین زمانۂ آیندہ کے وہ تمام واقعات جو دنیر باطنی

---

* سلمان فارسی یہ ایران مین شیراز کے رہنے والے نہایت صاف باطن حق پسند اور ریاضت کیش آدمی تھے۔ انکا اصلی نام روزبہ تھا پیغمبر اسلام کے زمانے مین پرتسیاسے عرب مین آئے انسے اور پیغمبر اسلام و حضرت علیؑ مرتضےٰ سے نہایت دوستی تھی انکی بہت بڑی عمر تھی اور ساری عمر عبادت و ریاضت مین بسر کی تھی دنیا سے بالکل علٰحدہ رہے انکا ایران سے عرب مین آنا بعض مورخون کی نزدیک باطنی تحریک سے ہوا تھا۔ آئندہ

† دیکھو "An Essay upon the Caliphate" مولفہ مسٹر جان ڈیون پورٹ۔

ذریعون سے منکشف ہوئے تھے لکھے ہین۔ مگر یہ مطالب صاف الفاظ مین نہین لکھے ہین بلکہ فقط اشارون سے کام لیا گیا ہی۔ میرے خیال مین کوئی عیب نہین کہ یہ وہی کتاب ہو جسکا ذکر مسٹر جان ڈیون پورٹ نے کیا ہی۔ ہو سکتا ہی کہ اس کتاب مین کچھ مسائل علوم روحانی کے اسطرح بیان کیے گئے ہون جنکا سمجھنا خاص لوگون کے واسطے محدود رکھا گیا ہو۔ بہرحال کتاب موجود ہے مطالب جو کچھ ہون۔

دیوانِ اَشعار اسلام کے پیشتر عرب مین فنِ شاعری مرتبہ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ معمولی روزمرہ کی باتین بھی نظم مین بیان کیا کرتے تھے۔ طبیعتومین فطرتی جوش موجود تھا پھر اپنی زبان۔ ادائے مطلب کا ایک خاص انداز سامنے کی تشبیہین۔ آسان استعارے نظم کیونکر دل پسند نہوتی۔

ابتدا مین ہر ملک کی شاعری مین بالکل سچے مضامین ہوا کرتے ہین اسیطرح عرب کے شاعر بھی قدرتی مضامین اصلی واقعات سچے جذبات نظم کیا کرتے تھے۔ جھوٹ۔ مبالغے کا دخل نتھا بیان کی سادگی اونہون نے عبران سے لی تھی درحقیقت جس واقعے کو بیان کیا ہے تصویر کھینچدی ہی۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد یہان کی شاعری سے بھی سچائی اور سادگی کی نعمت ایک حد تک جاتی رہی۔ عاشقانہ مضامین شراب کی تعریف۔ عورتون کے حسن کے بیان نے یہان کی شاعری کو بھی اخلاق کے لیے نہایت مضر بنا دیا تھا بادشاہون کی تعریف مین بی انتہا جھوٹ اور مبالغے سے کام لیتے تھے اسطرح جھوٹ لکھکر ان شاعرون نے اپنی بات کا یہانتک اعتبار کھو دیا تھا کہ شاعر اور کاذب (دروغگو) دونون لفظ ہم معنے ہوگئے تھے۔ مگر جہانتک مجھے معلوم ہے عرب کی شاعری زیادہ تر قومی سلطنت کے قایم ہونیکے بعد سے

خراب ہوئی ہے۔ کیونکہ بادشاہون کے خوش کرنیکے واسطے جھوٹ سے زیادہ کام لینا زیادہ انعام حاصل کرنیکا ذریعہ ہوگیا تھا۔ بس یہ اسباب تھے جنھون نے شاعری کو بدنام کردیا تھا۔ ورنہ خود فن شعر ایک اعلے درجہ کا ہنر ہے جسکی تکمیل کیلیے با اخلاق طبیعت اور فلسفیانہ دل و دماغ کی ضرورت ہو معمولی آدمی شعر نظم کر سکتے ہین مگر اصلی شاعر ہرگز نہین ہوسکتے۔ کسی مطلب کا نظم کر لینا یہ دوسری بات ہو اور مطلب کی خوبی یہ دوسری چیز ہے۔ کیونکہ شاعر کی خوبی یہ ہو کہ ایک ایسی قوت متخیلہ کا مالک ہو جو ہمیشہ اعلے مفید۔ نئے۔ اور سچے مضامین پیدا کیا کرے۔ یہی سبب ہے کہ یونانی زبان مین فن شعر کو پوائمی سس کہتے ہین جسکے معنے ہین تصور سے مضمون پیدا کرنا انگریزی مین "پوائٹری" کا اشتقاق بھی اسی مضمون آفرینی کی لحاظ سے اس یونانی لفظ سے کیا گیا ہو۔

میرے اس دعوے کے ثبوت مین حضرت علیؑ مرتضے کا دیوان موجود ہے اپنے طبعی خیالات اور ذاتی عادت کے مطابق توحید۔ فلسفہ اور اخلاق کو جس خوبی سے بیان کیا ہو اسکو سمجھنے والون کا دل جانتا ہو۔ نظم مین نثر سے زیادہ بیانکی سادگی پائی جاتی ہے تمام دیوان مین فقط چار قسم کی نظم موجود ہے (۱) توحید و ذکر الٰہی (۲) اخلاق (۳) دوستان گذشتہ کا مرثیہ اور (۴) رجز۔* سارا دیوان موجود ہے کہین دنیا کی کسی چیز کی تعریف نہین کی ہو۔ لاطینی زبان مین اس دیوان کا ترجمہ ۱۶۴۲ء مین چھپا تھا پھر اسکے بعد ۱۷۴۵ء مین بڑی تحقیق سے دوبارہ پھر چھاپا گیا۔ مگر افسوس میرے پاس کوئی ترجمہ انگریزی زبان کا موجود نہین ورنہ اصلی دیوان اور ترجمے کا مقابلہ کرکے کچھ اور لکھتا۔ ایک نہایت صحیح اور کامل نسخہ

* اہل عرب کا دستور تھا کہ لڑائی کے وقت اپنے دشمن کے سامنے اپنی بہادری کی تعریف نظم کرکے پڑھتے تھے اسکو "رجز" کہتے ہین۔

(کاپی) اس دیوانکا ۱۸۶۶ء سے پہلے یورپ کے قدر دانونکو پتہ لگ گیا ہے - جو نواح قاہرہ مین ایک مقام ہے دستیاب ہوا ہے مین نے بہت کوشش کی کہ یہ موخر الذکر دیوان یا کم از کم اسکا کوئی انگریزی ترجمہ مجھے ملجائے مگر ممکن نہوا ورنہ مقابلہ کرنیکے بعد بہت ایسا کلام معلوم ہوتا جو ان متعارف دیوانونمین نہ نکلتا۔

چونکہ دیوان عربی زبان مین ہی - الفاظ وغیرہ کے لحاظ سے یہان اس دیوان کی خوبیون پر بحث کرنا زائد از ضرورت ہی - البتہ مطالب کی خوبیونپر نظر ڈالنا اسوقت ایک حد تک میرا غرض ہی - یہان بھی مین اپنے فہم کے قصور کا معترف ہون مگر ضرورت سے مجبور ہوکر زیادہ نہین چند شعرون کی نقل و توضیح پر قناعت کرتا ہون:-

(۱) "شَیْئَانِ لَوْبَکَتِ الدِّمَآءُ عَلَیْهِمَا عَیْنَانِ حَتّٰی تُؤْذِنَا بِذِهَابِ
لَمْ یَبْلُغَا الْمِعْشَارَ مِنْ حَقِّهِمَا فَقْدُ الشَّبَابِ وَفُرْقَةُ الْاَحْبَابِ"

ترجمہ - جوانی کا گذر جانا اور دوستون کی جدائی یہ دولون ایسی مصیبتین ہین کہ اگر انپر آنکھین خون روتے روتے اندھی ہوجائین پھربھی ان دو صدمون پر جسقدر رونا چاہیے اوسکے دس حصونکے مقابل مین ایک حصہ بھی نرو سکین گی۔

توضیح - دنیا اور آخرت یا عالم اجسام و عالم ارواح کی تمام نعمتونکا حصول اپنی محنت اور دوسرے کی تعلیم پر موقوف ہے - اور محنت بے اس جسم مادی کی صحت و قوت کے ناممکن ہی جو فطرتاً جوانی کے زمانے مین ہوتی ہے - بڑھاپے مین اعضائے جسمانی اور قوائے دماغی کے کمزور ہوجانیکے سبب سے زندگی کا حصہ جوانی کے مقابل مین زیادہ تر بیکار گذرتا ہے جسکی تلافی ممکن نہین اسیطرح اعلے درجہ کی تعلیم و ہدایت جسوقت تک کوئی سچا اور عقلمند دوست نہو ہرگز

ممکن نہین۔ اوّل یہ کہ ایسے دوست فی الواقع بہت کم ہوتے ہین جو مثل اپنی ذات خاص کے
دوسرے کے نفس کی تہذیب و صلاح مین کوشش کرین اور اگر حُسنِ اتفاق سے ملگئے اور پھر
موت یا کسی اور سبب سے باہم مفارقت ہوگئی خیال کرو کہ اِن دونون صدمونکے سامنے آنکھونکا
روتے روتے فنا ہوجانا کوئی تعجب کی بات نہین۔ انصاف شرط ہے۔ دیکھو دنیا کی تمام مصیبتون کو
کس فلسفیانہ نظر سے دیکھا ہو۔ ہر مصیبت کے نتیجے پر غور کے بعد یہ فیصلہ کیا ہو کہ جوانی اور دوستونکے لیے
تلف ہوجانیسے زیادہ اور کوئی مصیبت ایسی نہین جسکے مقابل مین خون رونا بھی کم سمجھا جائے۔

(۲) "اِنْ كُنْتَ تَطْلُبُ رُتْبَةَ الْاَشْرَافِ — فَعَلَيْكَ بِالْاِحْسَانِ وَالْاِنْصَافِ
وَاِذَا اعْتَدٰى اَحَدٌ عَلَيْكَ فَخَلِّهِ — وَالدَّهْرُ فَهُوَ لَهٗ بِكَافٍ كَافِ"

ترجمہ۔ احسان (نیکی کرنا) اور انصاف اختیار کر اگر تجھکو بہت عمدہ آدمیونکا مرتبہ حاصل کرنا
منظور ہو۔ اور اگر کوئی شخص تجھے ستائے خود اوس سے انتقام نہ لے بلکہ اوسکو زمانے کی حوالی کر دے زمانہ
اوسکو سزا دینے کیلیے کافی ہے۔

توضیح۔ ہر کام کی خوبی اپنے نفس پر دوسرے کو مقدم سمجھنے مین ہو۔ یہ بھی ایک طرح کا مجاہدہ ہو جسقدر
جس کام مین زیادہ نفس کشی کی ضرورت ہوگی اوسیقدر وہ کام زیادہ عمدہ ہوگا ہر نیک کام
کرنے کے وقت طبیعت مین جہالت کے سبب سے ایک ایسا جوش (ایموشن) پیدا ہوتا ہو جو آدمی
کو نیکی سے باز رکھتا ہے اس جوش پر غالب آجانا جوانمردونکا کام ہے۔ مثلاً دل چاہا کسیکو
کچھ دو۔ روپے کی محبت اوسوقت دینے سے روکیگی۔ اگر یہ صاحبِ حاجت دشمن ہے
اور روپے کی محبت کے ساتھ دینے والے کی طبیعت مین کینہ اور قساوت (سنگدلی) بھی ہو جو ہے
اوسوقت دشمن کو مصیبت مین دیکھکر خوشی ہوگی اِن تمام ناجائز ایموشنس (جوش) کو روکنا

اور دشمن سے دشمن کے ساتھ بھی یہ نیکی پیش آنا درجۂ شرافت کی حصول کے لئے ایک ضروری امر ہے۔ انصاف کے وقت بھی یہی دقت پیش آتی ہے۔ ظلم اوٹھاکر عفو کرنا بھی ان دشوار یون سے خالی نہین۔ اِن مراتب پر نظر فرماکر تمام خوبیونکو تین چیزون مین منحصر کردیا ہے (احسان۔ انصاف اور عفوِ قصور) حالانکہ ایک احسان جامع لفظ تھا جو انصاف اور عفو دونون پر شامل ہے مگر مزید توضیح کیلیے تفصیل کی گئی کیونکہ عوام الناس کے فہم جنکی ہدایت مقصود ہے احسان اور انصاف و عفو کی حقیقت سمجھکر دونون مین کوئی فرق نہین کرسکتے۔

"رَضِینَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِینَا — لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالٌ"

(۳) "فَاِنَّ الْمَالَ یُفْنیٰ عَنْ قَرِیْبٍ — وَاِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَا یَزَالُ"

ترجمہ۔ ہم لوگ (جو دنیا سے دل برداشتہ ہین) اس تقسیم الٰہی پر راضی ہوگئے کہ ہمارے واسطے علم اور جاہلون کیلیے مال مقدر ہوا (یہ دعوی ہے) کیونکہ مال بہت جلد فنا ہوجائیگا اور علم باقی رہیگا (یہ دلیل ہے)۔

توضیح۔ خاص اپنی طرف اشارہ کرنیکے لیے ہر زبان مین ایک خاص لفظ موجود ہے عربی مین اس کام کیلیے "انا"، فارسی مین "من"، اردو مین "مین"، کا استعمال ہوتا ہے سیکالوجی (علم النفس) مین اس من کی تین قسمین قرار دی ہین (۱) من روحانی (۲) من مادی (۳) من تمدنی۔ من روحانی کی ترقی انسان کے خیالات کو بالکل اون باتون کے ساتھ وابستہ کردیتی ہے جنکو مادی سے مطلق کوئی تعلق نہین ہوتا۔ علم۔ تہذیب اخلاق کی خواہش اسی منِ روحانی کی ترقی سے پیدا ہوتی ہے من مادی کی ترقی سے مادیات کیطرف طبیعت راغب ہوتی ہے اور عمدہ کھانا۔ عمدہ مکان وغیرہ دنیا کی چیزون کی رغبت اسی من مادی کی ترقی کا نتیجہ ہے۔ من تمدنی کی جب ترقی ہوتی

ہی اسوقت جسقدر چیزین سوسائٹی کی متعلق ہوتی ہین اون سب کا شوق پیدا ہوتا ہی مگر کمال نفس کی
حالت مین سوامن روحانی کی اور کسی مین کی ترقی پائی نہین جاتی جس شخص کا نفس کمال پیدا کر چکا ہی اوسکا
فعل اور ہر قول اوسکے اون خیالات کو ظاہر کرتا ہی جنکو دیکھکر فوراً اوس شخص کے متعلق یہ خیال پیدا ہوتا ہی
یہ بڑا مہا آتما یا کامل النفس آدمی ہی۔ یہ جانچنے کا ایک لاجواب طریقہ ہی جس سے تاریخی واقعات کے شبہہ کی حالت
مین بڑی مدد ملتی ہی اسی طرح اس شعر مین "لنا علم" ہماری واسطے علم ہی ظاہر کر رہا ہی کہ اس شعر کی مصنف
(اتھر) کی خیالات بالکل روحانی باتون کی ساتھ وابستہ ہین فرا بھی دنیا کیطرف توجہ نہین ورنہ یہ خیال ہی نہ پیدا ہوتا۔

تقدیر الٰہی پر صبر و رضا کا طریقہ کس خوبی سے اس شعر مین سمجھایا ہی۔ مصیبت پر مجبوری
صبر کرنا ایک عام قاعدہ ہی جو رضا کے ساتھ نہین ہوتا کسی مصیبت کے نتیجے پر غور کرنیکے بعد خود
کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے اور اس فائدے کو سمجھکر تقدیر الٰہی پر راضی ہونا بڑی اعلےٰ طبیعتون کا
دستور ہی۔ مثلاً اسی قطعے مین اگر فقط پہلے شعر پر قناعت کیجاتی اُسوقت حاصل مطلب یہ ہوتا
کہ عقلمندونکے واسطے علم ہی اور جاہلون کے لیئے مال۔ دونون اپنی اپنی قسمت پر بہرحال
صبر کیساتھ راضی ہین مگر یہ کچھ خوبی نہوتی کیونکہ راضی ہونیکا کوئی معقول سبب شعر مین نہین
جو اس افلاس کو ایک نعمت بنا دیتا اسکے سوا طبیعت مین اضطراب پیدا ہوکر خود بخود حصول
دولت کیطرف دل راغب ہوتا۔ اور مصیبت پر صبر کی اصلی غرض فوت ہوتی۔ مگر جب علم و
مال دونون کی حقیقت پر نظر ڈالی (جیساکہ دوسرے شعر کے مفہوم سے ظاہر ہوتا ہے)
عقل نے علم کو مال پر ایک قدرتی دلیل سے ترجیح دیکر درحقیقت افلاس اور تنگدستی کو بھی
ایک نعمت بنا دیا اور اب نفس مین رضا (خدا کی مرضی پر راضی ہونا) پیدا ہوئی۔

نفس ناقص ہو یا کامل ادراک (سمجھ) اوسکا خاصہ ہی۔ یہ ادراک کبھی حواس خمسہ

(پانچ حواس دیکھنا۔ سننا وغیرہ) کے ذریعہ سے ہوتا ہی کبھی اُنکی ضرورت نہین ہوتی۔
جو چیزین ان حواس خمسہ کے ذریعے سے دریافت ہوتین ہین وہ عموماً مادی ہوتین ہین یا مادے
کے ذریعے سے اونکا حصول ہوتا ہے۔ چونکہ انقلاب و زوال اس عالم کے مادے کا خاصہ ہے
اسلیے اون تمام چیزون کو بھی زوال ضروری ہے جو اس مادے سے پیدا ہوئین ہین
یا جنکو اس مادے سے تعلق ہی اس وجہ سے مادیات کے علم کو علم مجازی کہتے ہین۔ البتہ
وہ علم جسکو نفس حواس ظاہری سے علیحدہ ہوکر دریافت کرتا ہی اپنی بقا و ثبات کے سبب سے علم حقیقی
کے نام سے مشہور ہی۔ اس قطعے مین علم سے یہی علم مراد ہے۔ اس علم کا نتیجہ کمال نفس ہے
اور کمالِ نفس کی غایت حصول نجات ہی اس علم کے مقابل مین مال کی کوئی حقیقت نہین
سمجھی گئی ہے۔

مال خواہ کسی صورت مین ہو۔ ہر زمانے مین باسباب ظاہری تمام دنیا کی ضرورتونکو
ایک حد تک پورا کرتا رہا ہی۔ اسلیے مال کا نتیجہ سوا سکونِ طبیعت کے اور کیا ہو سکتا ہی وہ بھی
چند روز کیلیے۔ ہان اگر مال کسی عمدہ کام مین صرف کیا جائے اوسوقت مال بھی ضرور مفید
ہو سکتا ہی۔ مگر سوال یہ ہی کہ مال کے صرف کرنیکا عمدہ طریقہ یا عمدہ موقع کس نے بتایا۔ مذہب نے وہ
بھی علم ہی یا اپنی عقل تو وہ بھی علم ہوا۔ بہر صورت جسطرح سمجھین مال علم کا محتاج ہوکر علم سے مرتبے مین افضل
نہین ہو سکتا اسکے علاوہ مال کا زوال اور علم کی بقا ایک ایسا بدیہی امر ہی جسکے لیے دلیل کی ضرورت نہین
باوجودیکہ اس دیوان مین پہلی اور دوسری قسم کی نظم بالکل مذہبی نظم
ہے مگر قابل لحاظ یہ بات ہے کہ تمام مذہبی مسائل (تنبیہ وغیرہ) کسقدر ریفی ورسل
یعنے عامۂ خلائق سے تعلق رکھنے والی ہین کوئی مضمون ایسا نہین جسکا تعلق کسی ایک فرقے سے ہو

کیونکہ عمدہ طبیعت کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ تمام عالم کا بھلا چاہتا ہے۔ اسکے علاوہ ہر شعر کا مطلب
رہا ہے کہ اس بے مثل دل ودماغ مین دُرُجُو (اخلاقی خوبی۔ نیر) کا کسقدر خیال موجود ہے۔
نظم و نثر کا ہر لفظ تیار رہا ہے کہ یہ دُرجُو ہے۔ اسطرح دُرجُو حاصل کرو کیونکہ اخلاقی فلسفے کا منشا
بھی یہی ہے کہ انسان خیر حاصل کرے۔

حضرت علیؑ مرتضےٰ باوجودیکہ میرے مذہبی بزرگ ہین مگر مین نے اونکے حالات
بیان کرنے مین کہین مبالغے سے کام نہین لیا بلکہ اسی خیال سے اونکی سوانح عمری بہت
مختصر عبارت مین بیان کر کے اونکے ذاتی خیالات اور اونکی طبعی حالات پر خود اونکی مصنفہ
کتابون سے بڑی آزادی کے ساتھ ایک محققانہ بحث کی ہے جو ایک بالکل نیا طریقہ ہے۔ جہانتک
مجھے معلوم ہے آجتک حضرتِ ممدوح کے حالات اسطرح کسی نے نہین لکھے۔ ہرچند
پر نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ مگر پھر بھی یہ سمجھ کر کہ شاید میرا بیان مبالغہ آمیز سمجھا جائے
انگریزی محققین نے جو کچھ اپنی کتابون مین حضرتِ ممدوح کے متعلق لکھا ہے اوسکا
کتاب اُردو ترجمہ کر دینا مناسب سمجھتا ہون اور خود مبالغے کے الزام سے بقسم بری ہوتا ہون

یورپ کے مورخین کی رائے

حالانکہ یورپ کے مورخون نے حضرت علیؑ مرتضےٰ کے تذکرے مین بہت کچھ
واقعات لکھے ہین مگر مین اکثر وہ مضمون ترجمہ کرونگا جس سے یا میری کلام کی تائید ہو یا حضرت
ممدوح کے ذاتی حالات معلوم ہون۔

چیمبرس انسکلوپیڈیا جلد اوّل ص ۱۴۵ مطبوعہ لندن:۔

"علی ابن ابیطالب سب سے پہلے اونھون نے ملتِ اسلام کو قبول کیا۔ یہ سب سے زیادہ بہادر تھے اور سب سے زیادہ وفاداری کے ساتھ اونھون نے پیغمبر اسلام کی پیروی کی ہے۔" وغیرہ وغیرہ

سرجان ڈیون پورٹ اپنے مشہور رسالہ خلافت مین تحریر کرتے ہین:-

"(حضرت) علیؑ مرتضےٰ کی شکل وشمائل کے متعلق بیان کیاجاتا ہو کہ وہ متوسط القامت تھے اور غیر معمولی جسمانی قوت کے مالک تھے۔ اونکی داڑھی سیاہ اور گھنی تھی۔ چہرے کا رنگ مائل بسرخی تھا جس سے ذہانت اور نیک فراخی ظاہر ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے کہتے ہین کہ اونکا چہرہ اونکے مزاج کا آئینہ تھا۔ وہ اسی طرح اپنی فصاحت کیواسطے بھی مشہور ہین اونکا لقب "اسد اللہ" کافی ثبوت ہو اونکی قوت اور شہرت کا منجملہ بہت سے واقعات کے ایک خیبر کا واقعہ ہے جو سنہ ۶۲۸ء مین واقع ہوا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے جب دو مرتبہ علم نصب کیا اور دونون دفعہ پیچھے ہٹائے گئے اوسوقت (حضرت) محمدؐ نے اون سے کہا کہ کل مین یہ علم ایک بہادر اور راستباز کے ہاتھ مین دونگا جو خدا اور رسول کا دوست ہو۔ دوسرے دن یہ علم حسب وعدہ (حضرت) علیؑ کو دیا گیا اور یہ لڑائی فتح ہوئی۔"

"اور ایسے اور بکثرت اونکے کارنمایان عرب اور ایران کے شعرا کی کلام مین موجود ہین جو ایک بیحد قومی اور مذہبی جوش و مسرت کیساتھ ہزارون آدمیونکی سامنی پڑھی جاتی ہین۔ مثلاً ایک شاعر کہتا ہو کہ بہادر (علی) کی پشت پر سپر مثل اوس لکۂ ابر (بادل کا ٹکڑا) کے تھی جو آفتاب کے پہلو مین ہو۔ پھر ایک موقع پر کہتا ہو کہ اپنی سپر کے نیچے سے علیؑ نے

ذوالفقار (حضرت ممدوح کی خدا داد تلوار کا نام ہے) کھینچی جو ایسے سیاہ ابر کے
مانند چمکی جو آفتاب کے نیچے ہو۔ اور جسطرح تبر کسی بڑے درخت کی شاخین جدا کرتا ہی اوسی طرح
یہ تلوار خدا کے نماننے والون کے سر کاٹ رہی تھی،،

"علیؑ مین فوجی قابلیت بہت تھی مگر ملکی لیاقت نتھی+۔ اپنی لڑائیکا معاویہ نے
ایک موقع پر اسطرح ذکر کیا ہی کہ "مجھے اس لڑائی مین دو چیزون نے فائدہ پہنچایا (۱) میرے
حریف حضرت علیؑ صاف باطن تھے مگر میرے دلکی بات کوئی شخص جان نہ سکتا تھا
(۲) علی کی فوج اونکا حکم اچھی طرح نہ مانتی تھی مگر میری فوج میرے اشارہ پر چلتی تھی،،

"اسلئے (حضرت) علی مرتضےٰ کو خواہ باعتبار شجاعت (بہادری) دیکھین خواہ بلحاظ
عقل و ایمان خیال کرین وہ ایسے اعلےٰ درجے کے آدمی دریافت ہونگے جنکا مثل و نظیر عرب مین
کبھی پیدا نہین ہوا تمام مسلمان مصنفون نے اونکی جسمانی۔ دماغی۔ اور اخلاقی لیاقتون کا
نہایت پر جوش الفاظ مین ذکر کیا ہی۔ مثلاً۔ ابوالفدا++ لکھتا ہی کہ "حضرت علیؑ مرتضےٰ
مین ہمکو ایسے بہادر قابل بادشاہ کی مثال ملتی ہی جس سے بہتر تمام دنیائے اسلام مین کوئی
نہین پایا جاتا۔ جنکا مقابلہ از راہ انصاف فلاسفر اور شاہنشاہ مارکس انٹونینس سے
ہو سکتا ہی،، لیکن ایسا شخص بدقسمتی کا شکار ہوا اور ایک بدافعال عورت (قطامۃ*) کی ترغیب دینے
سے قتل ہوا،،

+ دیکھو "حضرت علیؑ مرتضےٰ کے طبعی حالات پر فلسفیانہ بحث" جس سے مسٹر جان ڈیون پورٹ کی خیالکی تردید بخوبی ممکن ہے۔
++ ابوالفدا ایک مسلمان بادشاہ تھا جس نے دمشق مین ایک عرصے تک علم حاصل کیا۔ اسکی تاریخ جو اسلامی واقعات کے متعلق ہی
بڑی معتبر سمجھی جاتی ہی یہ سنہ ۱۲۷۳ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۳۳۱ء مین مرگیا۔ * یہ ایک خوبصورت مگر بدکار عورت تھی عبدالرحمٰن جو
حضرت علی مرتضےٰ کا قاتل تھا اسپر عاشق ہوا اور چاہا کہ اس عورت کے ساتھ نکاح کرے مگر عورت نے اس شرط سے نکاح
قبول کیا کہ پہلے عبدالرحمٰن حضرت ممدوح کو قتل کرلے پھر نکاح منظور کرونگی آخر عبدالرحمٰن نے اس عورت کا کہنا منظور کیا۔ مگر چونکہ
حضرت ممدوح کو زخمی کرنیکے بعد خود بھی گرفتار کرلیا گیا تھا اپنے ارادے پر کامیاب نہو سکا۔

حضرت علی مرتضےٰ لٹریری ہسٹری یعنے علم ادب کی تاریخ مین بھی ایک بہت معزز مرتبہ حاصل کرنیکا استحقاق رکھتے ہین - اسلیے کہ اونھون نے اپنے نفس کو اس ہوشیاری اور محنت سے آراستہ کیا تھا جو اونکے زمانے اور اونکے ملک کے دستور کے بالکل خلاف تھا - اونھون نے بہت سے مجموعے اقوال و نصائح اور اشعار کے چھوڑے ہین "

یہ لکھکر مصنفِ مذکور نے حضرت علیؑ مرتضےٰ کی مصنفہ کتابون کا ذکر کیا ہے جو وقتاً فوقتاً یورپ کی اکثر زبانون مین ترجمہ ہوکر طبع ہوئی ہین اور جنکا حوالہ مین اس کتاب مین جابجا دیتا رہا ہون مگر تعجب ہے کہ نہج البلاغۃ سی نایاب کتاب کا ترجمہ ہنوز یورپ کی کسی زبان مین نہین ہوا ورنہ کہین نہ کہین اوسکا ذکر بھی ضرور ہوتا۔

مسٹر کارلائل اپنی ایک بہت مشہور کتاب "ہیروز ہیرو ورشپ اینڈ ہیرو اک ان ہسٹری" مین لکھتے ہین :-

" چھوٹی چھوٹی کامیابیون کے تین برس بعد پیغمبر اسلام نے اپنے قرابت والون مین سے چالیس معزز آدمی منتخب کرکے اونکی دعوت کی - اور سب کے سامنے کھڑے ہوکر اونکو اپنے اس ارادے سے مطلع کیا کہ اونکو اپنی رسالت سب مین مشتہر کرنا مقصود ہے - مگر کسی نے کوئی جواب ندیا - حضرت علیؑ کا سن اوسوقت سولہ برس* کا تھا فوراً اوٹھ کھڑے ہوئے - اور بہ آوازِ بلند نہایت جوش کے ساتھ فرمایا کہ "مین آپکی ہر طرح مدد کرونگا" - اِن سب لوگون مین ابو طالب بھی تھے جو حضرت علیؑ کے والد تھے - باوجودیکہ یہ لوگ مخالف نہ تھے مگر ایک بوڑھے آدمی کا مع ایک سولہ برس کے لڑکیکے

* مگر شیعہ مورخ دس برس کا سن بتاتے ہین ۱۲

ایسے مہتم بالشان معاملے پر مستعد ہوجانا کچھ کم تعجب خیز نہ تھا سب ہنسنے لگے اور قہقہے لگاتی ہوئی اپنے گھر واپس گئے"

"حضرت علیؑ کی نسبت فقط یہ کہنا کافی ہے کہ کوئی شخص اونکو بغیر پسندیدگی نہین رہ سکتا۔ اونھون نے اوس زمانے مین اور اسکے بعد ہمیشہ کے واسطے اپنے کو ایک شریف دل آدمی ثابت کر دیا۔ بلکہ انسان بھی وہ انسان جسمین محبت اور بہادری بھری ہوئی تھی۔ اونمین بہادری مثل شیر کے تھی ساتھ ہی اوسکے رحم۔ سچائی اور محبت بھی تھی جو عیسائی بہادر کے لیے زیبا ہی۔ اونھون نے بغداد+ کی مسجد مین بذریعۂ قتل انتقال کیا اور یہ موت اونکو خود اپنی فیاضانہ ایمانداری یا دوسرونکی ایمانداری پر بھروسا کرنیکی سبب سے نصیب ہوئی۔ اونھون (علیؑ) نے فرمایا کہ اگر یہ زخم باعث موت نہوا اوسوقت تم لوگ میرے قاتل کو معاف کر دینا۔ ورنہ اوسکو ایک ضرب لگا کر قتل کرنا تاکہ ہم دونون قاتل و مقتول ایک ہی وقت خداوند عادل کے روبرو حاضر ہون اور دیکھین کہ کون حق پر تھا"

ہسٹورینس ہسٹری جلد ہشتم ص ۱۲۰ :-

"علیؑ جنکا نکاح محمدؐ نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کے ساتھ کر دیا تھا بانی اسلام مین ایک نہایت ہی پاک طینت اور نہایت ہی شریف مثال ہین جیسا کہ ایک حال کے مصنف نے اونکو زیگ+ فریڈ آف اسلام کا لقب دیا ہی۔ اپنے

+ شاید مصنف نے غلطی سے کوفے کو بغداد سمجھا ہی یا کوفہ کسی زمانے مین بغداد کا ضلع ہونیکے سبب سے بغداد سمجھا گیا ۱۲
+ یہ شخص ٹوٹانک Teutonic یعنے قدیم جرمنی اقوام کی پرانی روایتون کا عموماً اور اونکی ایک بہت مشہور نظم کا خصوصاً ہیرو ہے۔

تمام عمر وہ پیغمبرِ اسلام اور اپنے بچپنے کے اعتقاد سے بکمال اخلاص وابستہ رہے اونکے پرجوش اور شریفانہ اطوار نے اونکو مسلمانون کا فخر بنایا تھا۔ اور انکی شجاعت اور تہور نے اونکو اسلام کا ایک بے جھجک حامی قرار دیا تھا"۔

انسکلوپیڈیا برٹینیکا جلد دوم صفحہ ۵۷۲:-

"علیؑ جو محمدؐ کے چوتھے جانشین تھے مکّے مین ۶۰۰ء مین پیدا ہوئے انکے باپ ابوطالب پیغمبرِ اسلام کے چچا تھے۔ علیؑ کی غور و پرداخت اور تعلیم محمدؐ نے اپنے ذمے لی تھی۔ جب وہ بالکل لڑکے تھے اونہون نے مذہب اسلام مین سبقت کر کے اپنے آپ کو ممتاز کیا اور آنحضرت نے انکو اپنا وصی مقرر کیا۔ اور چند سال کے بعد اونکا نکاح اپنی بیٹی فاطمہ کے ساتھ کر دیا علیؑ نے اپنے کو ایک بہادر اور وفاشعار سپاہی ثابت کیا اور جب محمدؐ نے بغیر کوئی لڑکا چھوڑے انتقال فرمایا انکا استحقاقِ خلافت سب سے زیادہ تھا۔ مگر محمدؐ کے تین ساتھیون نے یہ جگہ پہلے سے لیلی لیکن ۶۵۶ء مین قتلِ حضرتِ عثمان کے بعد حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے"۔

"انکی حکومت کا پہلا کام طلحہ و زبیر کی بغاوت کا فرو کرنا تھا جنکو پیغمبر اسلام کی بیوی حضرت عائشہ نے بھڑکایا تھا جو حضرت علی کی سخت دشمن تھین اور اب تک یہی اونکے خلافت پر کامیاب ہونے مین خلل انداز ہوتی رہین۔ باغی فوج نے خریبہ مین جو بصرے کے قریب ہے شکست کھائی دو جرنیل مارے گئے اور حضرت عائشہ قید کر لی گئین حضرت علی ذاب امیر معاویہ کے مقابل مین کوشش کی جو شام مین ایک کثیر التعداد فوج کے سرگروہ بن بیٹھے تھے۔ صفین کے میدان مین دریائے فرات کی کنارے ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی جو ابتدا مین علیؑ کے موافق معلوم ہوتی تھی کہ دفعتاً دشمنون نے قرآن کو کہاے نیزہ پر آویزان کئے مطلب

یہ کہ ہم قرآن کے ذریعے سے فیصلہ چاہتے ہین۔ یہ دیکھکر علیؑ کی ضعیف الاعتقاد فوج نے لڑنے سے انکار کیا اور خواستگار ہکو کہ یہ معاملہ بذریعۂ ثالثی طے ہو"

"ابو موسیٰ حضرت علیؑ کیجانب سے اور عمروؓ امیر معاویہ کیطرف سے پنچ مقرر ہوے عمروؓ نے ابو موسیٰ کو ترغیب دی کہ اسلام کے حق مین یہ مفید ہوگا کہ دونون امیدوارون (علیؑ و معاویہ) مین سے کوئی شخص حکمران نہو۔ اسکے بعد پاس ادب کا حیلہ کرکے ابو موسیٰ سے کہا کہ پہلے آپ اپنا فیصلہ سنائے جس نے عمرو کی ترغیب کے موافق دونون امیدوارونکی خلافت کو برطرف کیا۔ اور عمرو نے فوراً کہا کہ مین نے بھی حضرت علیؑ کو برطرف کیا اور امیر معاویہ کو خلافت بخشی۔ اس ناجائز فیصلے نے حضرت علیؑ کو بہت نقصان پہنچایا جنکی سلطنت مصر۔ شام۔ فارس اور مکہ مدینہ وغیرہ متبرک مقامات کے نکلجانے سے اور ضعیف ہوگئی"

"بہرصورت علیؑ نے آخری کوشش کرنیکا ارادہ کیا اور اس غرض کیلیے ایک بڑی فوج جمع کی لیکن اونکی قسمت مین اپنی اس تدبیر کے نتیجے کا دیکھنا نہ تھا۔ خارجیون کے تین فرقون نے آپس مین حضرت علیؑ امیر معاویہ اور عمرو کے قتل کا ارادہ کیا مگر اس سازش کا فدیہ حضرت علی ہوئے جو کوفے مین ایک زہر آلود ہتیار کی ضرب سے زخمی ہو کر ۶۶۱ء مین رحلت فرما گئے

"حضرت علیؑ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بہادر شریف اور فیاض آدمی تھے جو سابق کے مسلمانون مین سب سے زیادہ لائق تھے جنکو مذہبی جوش پیغمبر اسلام کی صحبت سے نصیب ہوا تھا۔ اور جنہون نے آخر عمر تک اونکی سادہ روش کی تقلید فرمائی وہ علم اور عقل مین بھی مشہور ہین۔ اور اونکے اقوال و اشعار کے مجموعے اسوقت تک موجود ہین"۔(۱)

بعد مصنف نے حضرت ممدوح کی چند کتابون کا ذکر کیا ہے چونکہ مین اس کتاب کے حوالے سے اونکا تذکرہ کر چکا ہون یہان اونکا اعادہ فضول سمجھا گیا۔

" مسئلہ خلافتِ علیؑ ایک ایسا اصول ہی جس نے اسلامی دنیا کو دو بڑے فرقون (شیعہ اور سنی) مین تقسیم کر دیا۔ سنی اونکی حق سے انکار کرتے ہین اور شیعہ اقرار کرتی ہین۔ ترک جو عموماً سنی ہین حضرت علیؑ کو بہ نفرت یاد کرتے ہین بخلاف انکی ایران (پرشیا) والے جو عموماً شیعہ ہین اونکی عزت اپنی رسول کے بعد کرتے ہین اور اونکی شہادت (قتل جس ہو نکا ذریعہ ہو) کی یادگار مین سالانہ جلسہ کرتے ہین"

مسٹر واشنگٹن ارونگ اپنی ایک مشہور کتاب "سکسیسرس آف محمد" مطبوعہ لندن ۱۸۵۰ع کے صفحہ ۱۸۷ مین لکھتے ہین کہ:۔

"ہم یہان علیؑ کے شریفانہ اور فیاضانہ اطوار و عادات کا کامل بیان (بخیال اختصار) نہین کرتے جنھون نے اپنے کو اپنی زندگی کی بڑی بڑے واقعات مذکورہ مین قابلِ تعریف ثابت کیا ہی۔ پہلے کے مسلمانون مین یہ سب سے زیادہ لائق اور قابل قدر آدمی تھے۔ جنھون نے مذہبی جوش خود پیغمبر اسلام کی صحبت سے حاصل کیا تھا۔ جن لوگون کو یہ خیال ہی کہ علیؑ بہ خلیفہ ہین ایک صحیح خیال ہی کیونکہ اونھون (علی) نے اخلاقی لٹریچر کی بہت حفاظت کی ہے انکو نظم کا طبعی شوق تھا اور بہت سے اقوال اور نصائح انکے ابتک موجود ہین جنکا ترجمہ یورپ کی اکثر زبانون مین ہوا ہی۔ انکی مہر مین یہ عبارت کندہ تھی "اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ" "یعنے سلطنت خدا کی ہے" انکے اقوال مین سے اس ایک قول کی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ دنیا کی شان و شوکت وہ کسقدر حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ "زندگی ابر کے سایہ سے زیادہ نہین۔ زندگی ایک خواب ہی"

(۲-۲) حضرت حسنِ مجتبےٰ ابن علیِ مرتضےٰ

عرب مین شیعونکی سلطنت اور مذہب کے یہ دوسرے بادشاہ اور ہادی ہین - انکی مان پیغمبر اسلام کی حقیقی بیٹی حضرت فاطمہ تھین جو بلحاظ اخلاق وخوئی نفس اور عصمت کے خیال سے بھی اسلامی دنیا مین ایک لاجواب عورت مانی گیئن ہین حضرت علیؑ مرتضےٰ حضرت حسن مجتبےٰ کے والد تھے بسنہ ۶۲۴ء مین بمقام مدینہ ہجرت کے تیسرے برس پیدا ہوئے - ۲۱ رمضان کی راتکو سنہ ۴۰ھ مطابق سنہ ۶۶۱ء مین حضرت علیؑ مرتضےٰ نے انتقال فرمایا جب اونکے دفن وکفن سے فرصت ملی صبح کو حضرت حسنؑ مجتبےٰ نے مسجد مین بہت سے آدمیون کے سامنے ایک نہایت موثر تقریر سے اپنا حقِ خلافت ثابت کیا بلکہ عبداللہ ابن عباس نے بھی تائید کی جو خاندانِ پیغمبر اسلامؐ مین ایک بہت معزز آدمی تھے -

اس سے فرصت کرنیکے بعد ملک کے ہر صیغے پر نظر کی - جا بجا صوبون مین گورنر مقرر کیے گئے - بصرے کی گورنری عبداللہ ابن عباس کو دی گئی - اس واقعے کی کچھ دنون بعد امیر معاویہ کو اس انتظام کی خبر پہنچی اکثر آدمی کوفہ وبصرہ مین تحقیق حال کیلیے معین کیے گیے اونکو یہ بھی ہدایت کی گئی کہ مخفی انتظام ملکی مین خلل اندازی کرین - مگر خبر ہو جانیکے بعد بہت جلد اس ترکیب کا خاتمہ کر دیا گیا - اسوقت سے ایک عرصے تک حضرت امام حسنؑ اور امیر معاویہ کے درمیان مین خلافت کے متعلق سلسلۂ خط وکتابت جاری رہا جب کوئی نتیجہ حاصل نہوا خود امیر معاویہ نے اسطرف رخ کیا -

جب حضرت حسنؑ مجتبےٰ کو اس فوجکشی کا حال معلوم ہوا بقولِ مسٹر واشنگٹن

اروننگ بارہ ہزار سوارون کے ساتھ قیس کو مقابلے کیواسطے روانہ کیا اور باقی فوج کے ساتھ عقب سے خود روانہ ہوئے۔ اور حجر بن عدی نامی کو حکم دیا کہ صوبجات مقبوضہ سے گورنرونکو مدد کیلئے طلب کرے مگر تمام صوبہ دارون نے آنے اور امیر معاویہ کے مقابل مین شریک جنگ ہونیسے قطعاً انکار کیا۔ ناچار حضرت ممدوح خود باقیماندہ لشکر کیساتھ ساباط مین خیمہ زن ہوئے۔ مگر قیس نے اپنے بارہ ہزار سوارونکے ساتھ آگے بڑھکر بڑی جوانمردی اور جوش کیساتھ دشمن کا مقابلہ ہی نہین کیا بلکہ جب تک حضرت حسن مجتبےٰ پہنچ نہ لئے اونمین سے کسیکو آگے نہ بڑھنے دیا۔ اس باقیماندہ فوج مین جو حضرت ممدوح کے ساتھ تھی بہت نااتفاقی اور رائے کا اختلاف پھیل رہا تھا کچھ ایسے وحشی لوگ بھی موجود تھے جنکو ابتک یہی معلوم نتہا کہ ان دو شخصون مین کون حق پر ہے۔

اہل لشکر کا یہ حال دیکھکر خودبخود یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ مقابلے سے پہلے انکا امتحان لینا چاہیے دوسرے دن صبحکی نماز کے بعد حضرت حسن مجتبےٰ نے پہلے حاضرین پر اپنا حق ظاہر کیا۔ اور یہ بھی کافی طور پر ثابت کر دیا کہ "مین تمھارا سچا اور عقلمند خیرخواہ ہون جو تمھارے واسطے مناسب سمجھونگا وہ کرونگا۔ تمکو چاہیے کہ میری اطاعت سے ہرگز منحرف نہو۔ خوب سمجھو کہ جو فائدہ اتفاق مین ہے وہ ہرگز نااتفاقی مین نہین،، وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ امتحان کا موقع تھا مطلب کا اظہار صاف صاف الفاظ مین مناسب نہ سمجھا گیا مگر پھر بھی یہ آخری فقرہ کہ "جو فائدہ تمھارے واسطے اتفاق مین ہے ہرگز نااتفاقی مین نہین،، ظاہر کرتا ہی کہ اسوقت امیر معاویہ کے مقابل مین لڑائی کے سوا اور کچھ منظور نہین۔ مگر فتنہ پرداز آدمی جو کسی سبب سے اسی موقع کے منتظر تھے فوراً چلا اوٹھے کہ "انکا

مقصود ہے کہ امیر مذکور سے صلح کر لیجائے۔ آخر اس اپنے قیاس کو حجت قرار دیکر خود حضرت ممدوح پر حملہ کیا اور تمام سامان واسباب لوٹ کر فرصت کی یہانتک کہ بیٹھنے کا فرش بھی چھین لیا۔ اس وقت جو کچھ تھوڑے بہت خیر خواہ دوست موجود تھے اونھون نے بہ ہزار دشواری اس ہنگامہ پرداز جماعت کو ہٹا کر اسقدر موقع پیدا کر لیا تھا کہ حضرت حسین گھوڑے پر سوار ہو کر کسی محفوظ مقام تک چلے جاتے مگر اتنا، راہ مین جراح ابن سنان نے تلوار سے اسقدر زخمی کیا کہ بیہوش ہو گئے اسی حالتمین تخت پر لٹا کر کسی شخص نے مدائن مین وہانکے گورنر سعد ابن مسعود کے گھر پہنچا دیا جہان پہنچکر زخمون کا علاج شروع کیا گیا۔

اس سے زیادہ اور کوئی عمدہ موقع نمل سکتا تھا۔ اس نواح کے اکثر نام برآوردہ قبیلون نے یہ حال دیکھکر امیر معاویہ سے بالا بالا سازش شروع کی اطاعت کے وعدے لیے گئے انعام واکرام کے اقرار کیے گئے۔ اسکے علاوہ ایک اور آفت یہ ہوئی کہ بصرے کے گورنر نے ایک لاکھ درہم+ لیکر امیر مذکور کی اطاعت قبول کر لی۔ اسوقت اتنے بڑے نام آوردہ گورنر کا فریق مخالف سے ملجانا کچھ کم نقصان رسان نتھا اسکی خبر حضرت حسن مجتبےٰ کو پہنچی مگر کیا کرتے فوج باقی نتھی جو بصرے کی انتظام کیواسطے بھیجی جاتی جو کچھ خیر خواہ باقی تھے اونکی تعداد ہرگز اسقدر نہ تھی کہ امیر معاویہ کی تربیت یافتہ فوج سے مقابلہ کر سکتے ظاہر ہے کہ جب روپیہ اور ایمان کا مقابلہ ہوتا ہے اسوقت کسقدر آدمی اپنے ایمان پر رہ سکتے ہین ۱۱

+ایک درہم تقریباً ساڑھے چار آنے کا ہوتا ہی ۱۲

مسٹر واشنگٹن اردنگ لکھتے ہین کہ جب حسنؑ مجتبےٰ مجروح ہوکر مدائن پہنچے اوسوقت یہان کے حاکم کے حقیقی بھتیجے نے صلاح دی کہ اسوقت حسنؑ ہماری پاس موجود ہین بے تکلف اونکو قید کرکے امیر معاویہ کے پاس بھیجدو مگر گورنر مذکور نے ہرگز اس رائے پر عمل کرنا پسند نہین کیا۔

اس زمانے مین لڑائیکا نتیجہ سوا اسکے اور کچھ نتھا کہ چند بیگناہ یقیناً مارے جاتی اور وہ اسلام جسکی پیروی ہم لوگ کرتی ہین ہمیشہ کیواسطے معدوم ہوجاتا نہ نصیحت کرنیوالی باقی رہتے نہ نصیحت سننے والے اور جو اس خلافت کی یہان غرض اصلی تھی وہی فوت ہوتی آخر کار بقول مسٹر واشنگٹن انگ ردحضرت حسن کی جانب سے صلح کا پیغام بھیجا گیا مگر شیعہ مورخ خود امیر معاویہ کیطرف سے اس پیغام کی ابتدا بیان کرتے ہین جسکو اس فتحمندی کیحالت مین عقل قبول نہین کرتی مگر ہو سکتا ہے کہ فتح حاصل کرنیکے بعد پھر تالیف قلوب کیلئے خاندان پیغمبر اسلام کی عزت کا خیال کرکے خود امیر مذکور نے پیام بھیجنے مین سبقت کی ہو۔ بہرحال اسی پیام کیساتھ دونون جانب سے کچھ شرطین پیش کیگئین جن سے ظاہر افریقین کا نفع پایا جاتا تھا۔

رد و قدح کے بعد یہ چند مفصلہ ذیل شرطین قرار پائین جن سے فریقین کی نیک نیتی ظاہر ہوتی ہے۔

(۱) حضرت علیؑ مرتضےٰ کی نسبت ناسزا الفاظ کا استعمال کرنا جو خاندان بنی امیہ کا دستور تھا ہمیشہ کیواسطے موقوف کیا جائے۔

(۲) جو شخص حضرت علیؑ مرتضےٰ اور اونکے خاندان کی دوست ہین اونکو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جاے

(۳) اور یہ کہ ان لوگونکا جو حق اس سلطنت کے ذمے ہے وہ برابر انکو ملتا رہے۔

سنہ ۶۶۱ء مین اس صلح کے بعد شیعون کی سلطنت کا عرب مین ہمیشہ کیواسطے خاتمہ ہوگیا

حضرت حسنؑ نے مجبور ہوکر مدینے مین سکونت اختیار کی۔ اور زمانے سے کنا

ہوکر ہدایتِ خلق مین مشغول ہوئے اس صلح کی دس برس بعد ایک عورت نے جسکا نام جعدہ

مصلحت سے اس شیعونکے دوسرے مذہبی پیشوا کو زہر دیدیا جس کے اثر سے چالیس دن بیمار رہکر

برس کی عمر مین انتقال کیا۔ اسوقت ہجری سنہ ۴۹ اور عیسوی سنہ ۶۶۹ تھے انتقال

پیشتر اکثر دوستون نے حضرت ممدوح سے قاتل کا نام پوچھا مگر اونہون نے بتانے

بالکل انکار کیا۔ اور نہایت متانت وصبر کے ساتھ فرمایا کہ دنیا قابل اعتبار نہین تم میرا

قاتل کا فیصلہ بالکل خدا کی رائے پر موقوف رکھو جو وہ مناسب سمجھیگا وہی درست

دنیا مین سب سے زیادہ مشکل کام جاہلونکی اصلاح ہے اسی کا دوسرا نام ہدایت ہے

سے اخلاق کی تہذیب تمدن کی اصلاح وغیرہ مقصود ہوتی ہے۔ ہر بات کا عالمِ اجسام عالمِ ار

دونون کے لحاظ سے اچھا یا برا سمجھکر اوسکے ترک یا عمل کا حکم دینا بہت زیادہ علم و تجربہ پر موقو

علم سے مراد فقط یہی نہین کہ آدمی کسی زبان مین لکھ پڑھ سکے اور دوسرونکے تجربون سے فائ

اٹھائے بلکہ اگر انصاف سے دیکھین عقل کی خوبی اور نفس کا کمال یہ ہے کہ ذاتی لیاقت سے انسا

کا نفع و ضرر دریافت کیا جائے۔ خواہ وحی والہام اس مشکل کو حل کرے۔ ایسے کامل ل

کو پیغمبر یا نبی کہتے ہین۔ ایسا برگزیدہ انسان جسکو اپنی طرح کامل النفس دیکھکر اپنے بعد اپنے

کیلیے معین فرماتا ہے اوسیکو اصل مین جانشینِ نبی یا امام کہتے ہین جسطرح نبی کے

یہ ضرور ہے کہ تمام گناہون اور ذاتی عیبون سے بری ہو اسی طرح امام کو بھی بری ہونا چاہیے

اسی مقدس عہدیکا نام امامت* ہے۔ دنیا کی سلطنت ہونے نہونیکا مطلق کوئی اعتقا

* شیعہ بارہ پاک امامون کو مانتے ہین جو اپنی عقل اور خوبی نفس کے واسطے مشہور ہین۔ دیکھو مسٹر بنجامن کی ہسٹری آف پرشیا

بتہ بیگناہی اور بے عیبی ایک ایسی ضروری شرط ہے کہ بغیر اسکے امام نہیں مانا جاسکتا۔

حضرت حسنؑ کے انتقال کے بعد اس مقدس عہدے پر اونکے چھوٹے بھائی حضرت حسین پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی کے موافق امام تسلیم کیے گئے حالانکہ ظاہری سلطنت زمانے مین جاچکی تھی مگر اپنی ذاتی لیاقت اور پیغمبر اسلام کے حقیقی نواسے ہونیکے مسلمین کی نظر مین بہت کچھ عزت باقی تھی۔ اس اثنا مین امیر معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید اموی کو تقدیر نے یا کسی کی کوشش نے ۶۸۰ء مین اپنے باپ یعنی امیر مذکور کا قائم مقام کر دیا۔

اسوقت سلطنت کے دعوے کا خیال حضرت حسینؑ کیطرف سب سے زیادہ تھا۔ اسبات پر پورا زور دیا گیا کہ حضرت ممدوح بھی یزید اموی کو باقاعدہ پیغمبر اسلام کا جانشین تسلیم کرلین۔ ادھر خلیفۂ مذکور (یزید) اپنی شرابخواری وغیرہ علانیہ ناجائز حرکتون کے سبب سے عراق و حجاز کے مسلمانون کی سوسائٹی مین کچھ وقعت کیساتھ نہ دیکھا جاتا تھا خدا جانے سچے دل سے یا کسی مصلحت سے کوفہ و بصرہ وغیرہ مقامات کے مسلمانون نے یہ قصد کرلیا تھا کہ جسطرح ممکن ہو سکے یزید اموی کو معزول کرنا چاہیے۔ حضرت حسینؑ اسوقت مدینے مین تھے جہان اس واقعے سے دس گیارہ برس پہلے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ کوفے سے چلے گئے تھے۔ سمجھے کہ اگر مین نے خلیفۂ مذکور کی باقاعدہ بیعت (اطاعت کا اقرار) کرلی یقیناً سارا عرب میرے ساتھ بیعت کریگا اور ہونا چاہیے ناجائز افعال سُنت ہوکر رواج پائینگے۔ نہایت ایمانداری اور بڑی جوانمردی سے کوئی اعتقادیون کے مقابل مین صاف انکار کیا۔ کوفے اور بصرے کے مسلمان جو دیکھ رہے

تھے کہ حضرت ممدوح بیعت کرتے ہین یا نہین اس انکار کا حال سُنکر (اب یہ مین نہین کہ سکتا کہ واقعی یا کسی فریب سے جو یزید اموی کی کسی خیرخواہ نے پیشتر سے تجویز کر رکھا تھا) مدد پر آمادہ ہوئے اور بے مبالغہ سینکڑون خط بھیجکر حضرتِ ممدوح کو طلب کیا کہ اونکے ہاتھ پر بیعت کرین۔

اسوقت حضرت حسینؑ کو دو بہت بڑی دقتون کا سامنا تھا۔ کچھ بن نہ پڑتا تھا کہ بلا نیسے جائین یا نہ جائین ایک یہ کہ دنیا کے ہر معاملے کو دنیا کے قواعد کے مطابق کرنا چاہتے تھے اپنی باطنی قوتون اور روشن ضمیری سے کام لینا مقصود نہ تھا دیکھ رہے تھے کہ کیا بادشاہ اپنی بُری مثال سے دنیا کو اوس حد سے ہٹا رہا ہی جو پیغمبر اسلام نے بڑی محنت سے مقرر کی تھی کیونکر اوسکو اوسکے حال پر چھوڑتے اور کسطرح وہ خیرخواہی کی قوت انکو اسوقت صبر کیساتھ بیٹھا رہنے دیتی جو بندون کی اصلاح کیلیے پیشوایان دین کی طبیعت مین خدا پیدا کر دیتا ہی۔ خصوصًا جب کہ ہزارون مسلمان مدد کیلیے بھی مستعد ہون۔

دوسری مصیبت یہ تھی کہ حضرت علیؑ مرتضےٰ کے زمانے سے اسوقت تک کا تجربہ آگاہ کر رہا تھا کہ یہ لوگ ہرگز قابل اعتبار نہین پے در پے بیوفائی اور وعدہ خلافی کر چکے اب پھر کرینگے جانکر اپنی اور اپنے ساتھیونکی جانکا ضائع کرنا بھی جائز نہ تھا اب کیا کرتے!!

اس بے انتہا تردد کیحالت مین جس نے اونکی رائے کو یکسو کیا وہ خودداد خوبی دین کا یہ مقدس خیال تھا کہ "جان دو اور یزید اموی کے ہاتھ سے بندگانِ خدا کا ایمان بچاؤ" جب الہام یا خود اونکی حق پسند طبیعت نے یہ فیصلہ کر دیا اب زمانے کی کوئی قوت

اور دنیا کی کوئی مصیبت اونکو اس ارادے سے پھیر دینے مین کامیاب نہو سکی آخر شدتِ گرما مین مدینے سے عراق کیطرف سفر اختیار کیا - وہ لوگ جنھون نے متواتر خطوں کے ذریعے سے حضرت امام حسینؑ کو یزید اموی کے مقابلہ پر آمادہ کیا تھا مدد سے بالکل انکار کر گئے - یہانتک کہ ہزارون آدمیون کے مقابل مین فقط بہتر[۲] آدمی رہگئے جنکی تعداد پورا کرنیکو ایک چھ مہینے کا بچہ بھی تھا یہی لوگ درحقیقت ایک سچے مذہب کے نمونہ تھے جنھون نے قصد کر لیا تھا کہ جان دینگے مگر یہ ثابت کر کے رہین گے کہ اگر یزید اموی کا طریقہ سچا ہوتا حضرت امام حسینؑ ضرور بیعت کر لیتے اور ہرگز اپنی جان نہ دیتے فی الواقع اسوقت اس تدبیر سے بہتر اور کوئی تدبیر نہ تھی کیونکہ سلطنت موجود نہ تھی کہ خوف اور لالچ سے لوگ ادسطرف نہ جاتے تقریر کا اثر کہانتک خیالات کی صلاح کرتا خصوصًا جب زبان بلاٰ یکا کافی انتظام ہو چکا ہو - اب جان دیکر اپنا مطلب نکالنا اسکے سوا اور ہو ہی کیا سکتا تھا محرم کی دسوین ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ع اس لاجواب لڑائی کی تاریخ ہے[+]۔

کئی ہزار فوج کے ساتھ لڑنے مین بہتر[۲] آدمیون کا زندہ رہنا محال تھا - زندگی کے تلف ہونیکا یقین کامل تھا - مگر ساری رات خدا کی عبادت مین بسر کی - نہائے کپڑے بدلے اس ہر فعل سے یہ ثابت ہو رہا تھا کہ مرنیکا یقین اور یقین کیساتھ خوشی ہے - اس لڑائی کو حصولِ سلطنت پر محمول کرنا ایک بڑی بے انصافی کی بات ہے - نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حضرت امام حسین

+ مسٹر بنجامن اپنی مشہور کتاب "دی ہسٹری آف پرشیا" مین لکھتے ہین :- کہ دریائے فرات کی کناری ایک نہایت برباد کنندہ لڑائی مین تقریبًا تمام خاندان پیغمبر اسلامؐ کے مردونکا خاتمہ ہو گیا (فقط حضرت امام حسینؑ کے ایک صاحبزادے اپنی بیماری کے سبب سے باقی رہگئے جو شاہ بانو - یزدگرد - ایران کے بادشاہ کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے) اور اسپین (اندلس) سے ہندوستان تک سب نے اہلِ سنت کا مذہب اختیار کر لیا مگر ایران والے جو مذہبی یقین اور باطنی خصوصیت کیوا سطے مشہور ہین کسی نامعلوم سبب سے شیعہ ہو گئے صفحہ ۲۴۶۔

یزید اموی سے اوسکی تمنا کے مطابق بیعت کرکے اپنی جان و مال بچا لیتے مگر اوس ذمہ داری کے خیال نے جو مذہبی ریفارمر کی طینت مین ہوتا ہے ان اونے جذبات کا اثر نہونے دیا اور نہایت سخت مصیبت اور تکلیف پر ایک بے مثل صبر و استقلال کیساتھ قایم رکھا اولاد کا سامنے قتل ہونا۔ بہت چھوٹے چھوٹے بچونکا مارا جانا۔ زخمونکی تکلیف۔ عرب کی دھوپ پھر اس دھوپ مین زخمی کی پیاس یہ ایسی تکالیف تھین جو سلطنت کے شوق کے سامنے خصوصاً جب پیشتر سے مرنیکا بھی یقین ہو کسی آدمیکو صبر کیساتھ اپنے ارادے پر قایم رہنے دیتین ٭

٭ میرے خیال مین دنیا مین جسقدر لڑائیان بالکل ایمانداری کے اصول پر ہوئین ہین ان مین دو لڑائیان درحقیقت سب لاجواب ہین شان و شوکت اور آدمیون کی کثرت کے لحاظ سے مہابھارت جو کئی ہزار برس پہلے پانی پت کے میدان مین ہوئی اور یہ واقعہ کربلا آدمیون کی قلت۔ تکلیفون اور مصیبتون کی شدت سے اپنا آپ نظیر ہے اس موقع پر حضرت حسینؑ نے جو کچھ اخلاق کی داد دی ہے وہ تعریف کی حد سے باہر ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھو "اے سٹڈی آف تھیاازم"

افریقہ

افریقہ بھی زمانۂ حال کی تقسیم کے مطابق ایک بر اعظم ہے اور وسعت کی لحاظ سے ایشیا سے دوسرے درجہ پر ہے۔ تقریباً گیارہ کروڑ پچاسی لاکھ چار ہزار مربع میل رقبہ ہے۔ یہ بر اعظم مشرقی کرۂ ارض (زمین) پر یورپ کی جنوب کیطرف اور ایشیا کے جنوب و مغرب کے جانب واقع ہے۔ نقشے مین یہ بر اعظم ایک بیقاعدہ مثلث سے مشابہ ہی جسکا راس (ورٹکس) جنوب کی سمت ہے۔

شمال مین بحر میڈیٹرین۔ مشرق مین بحر احمر اور بحر ہند مغرب مین بحر اٹلانٹک اور جنوب مین جنوبی سمندر ہے عرب اور افریقہ کے درمیان مین زیادہ تر بحر احمر حد فاصل سمجھی گئی ہے مراکو (مراقش) الیجریا (الجزائر) اور ٹیونس افریقہ کے بڑے صوبے ہین بحر احمر کیطرف جو حصہ اس بر اعظم کا واقع ہے اوس حصے مین ابیسینیا دیار حبش) نوبیا (دیار نوبہ) اور مصر یہ تین بڑے صوبے ہین۔

موخر الذکر صوبہ یعنے مصر چونکہ ایک عرصے تک سلاطین بنی فاطمہ کا دار الحکومت رہا ہے اوسکا کسیقدر مفصل حال بیان کرنا خالی از فائدہ نہو گا۔ مصر جو آجکل افریقہ کا ایک علاقہ سمجھا جاتا ہے اس بر اعظم کی شمال و مشرق مین واقع ہی۔ کسی زمانے مین تہذیب و تمدن کے لحاظ سے یہ مقام بہت مشہور تھا ہومر شاعر یونانی کے عہد مین اسکا نام ایجپٹس تھا اسکے بعد یہانکی زمین کا رنگ مائل بسیاہی دیکھکر یونان والے اسکو کیمی کہنے لگے عبرانی زبان مین مصریم بکسر میم اور شام مین مصر بضم میم قدیم فارسی مین مدرایا بضم میم ور

عربی مین مصر بکسر میم اسی جگہ کے نام ہین - پرانے زمانے مین مصر کے ۴۴ صوبے تھے
مگر عرب کے جغرافیہ والون نے اس صوبے کو بلحاظ اُسکی قدرتی حالت کے تین حصون مین
تقسیم کیا تھا مصر البحر - مصر البستان - اور مصر الصعید - مصر کے شمال مین میڈیٹر
یٹرین ہے - جنوب مین دیار نوبہ واقع ہے - پچھم مین بڑکا اور پورب مین بحر احمر وغیرہ ہے
اس تمام صوبے کا رقبہ ۵ لاکھ مربع میل ہے مگر ۱۳ ہزار مربع میل زمین اسوقت تک آبادی اور
زراعت کے کام مین لائی گئی ہی دریائے نیل سے اس علاقے کی آب پاشی ہوتی ہی
زبان یہانکی زیادہ تر عربی ہی ۱۸۵۹ء کی مردم شماری نے اسکی آبادی کی تعداد اکاون
لاکھ پچیس ہزار ظاہر کی تھی مگر زمانۂ حال کی مردم شماری سے یہانکی آبادی ۶۸۱۷۲۶۵ آدمیونکی
ثابت ہوتی ہی اس صوبے کی آبادی مین زیادہ تر مسلمان نظر آتے ہین قبطی (کوپٹ) جو یہانکے
اصلی باشندے ہین ۱۸۵۹ء مین انکی تعداد ڈیڑھ لاکھ بیان کی گئی تھی اب نہین معلوم کہ اتنے
عرصے مین اور کسقدر اونکی تعداد زیادہ ہوئی - ان دونون نامبردہ فرقونکے علاوہ
یونانی - ترکی صوبۂ شام کے رہنے والے - ارمنی - یہودی - اور یوروپین
بھی اب یہان کثرت سے آباد ہو گئے ہین - آجکل یہ پورا علاقہ گورنمنٹِ برطانیہ کے
زیرِ حراست ہی - یہانکی آمدنی تخمیناً چھ لاکھ ستر ہزار پونڈ بیان کیجاتی ہی -

مصر جو افریقہ کا ایک ضلع ہی آجکل اسکا دار السلطنت قاہرہ (کیرو) ہے یہ شہر
دریائے نیل کے دہنے کنارے پر آباد ہے ۹۷۰ء مین المعز نے جو سلاطین بنی فاطمہ
کے سلسلے مین چوتھے بادشاہ تھے - آباد کیا تھا - شہر پناہ کے باہر ان بادشاہونکے مقبرے
ہین جو دیکھنے کے لائق ہین - ۳۷۴۸۳۸ کی مردم شماری بیان کیجاتی ہے

اس زمانے مین صاحبانِ انگلینڈ کے سبب یہان بکثرت کارخانے اور بہت عمدہ عمارتین موجود ہین۔ شہر کے گرد ایک دیوار ہے۔ پہلے یہانکی سڑکین کم عرض و تاریک تھین مگر اب انگریزی تہذیب نے انکو بھی بہت وسیع کر دیا ہے۔ بازار اگرچہ بہت زیادہ وسیع نہین مگر پھر بھی آباد ضرور ہین۔ مسجدِ ازہر جسکا نام جامعِ ازہر ہے المغرکی بنوائی ہوئی ایک لاجواب اور نام بر آوردہ مسجد اسوقت بھی ہی جو عربی کی ایک بڑی یونیورسٹی ہے۔

ٹیونس (تونس) اس برِ اعظم کا دوسرا صوبہ ہے جسکا نام اکثر تاریخ مین آئیگا۔ بحرِ میڈی ٹیرین کے کنارے افریقہ کے شمال کیطرف ہے۔ اسکے جنوب مین ٹریپولی اور مغرب مین الجیریا (الجزائر) واقع ہے۔ چوالیس ہزار آٹھ سو مربع میل کا رقبہ ہے۔ اسکا شمالی حصہ زیادہ زرخیز ہے۔ ایک لاکھ سے ایک لاکھ پینتالیس ہزار تک مردم شماری بیان کیجاتی ہے اس زمانے مین یہ علاقہ فرانس کی حفاظت مین ہے۔

فیض یہ آجکل مراکو (مراقش) کا دار السلطنت ہی۔ ۴۸۵ ۲ میل کا رقبہ اور ایک لاکھ کی آبادی ہے۔ سُوسہ صوبہ ٹیونس کا ایک بندر گاہ ہے یہان ایک قلعہ بھی بغرض حفاظت موجود ہے۔ دس ہزار میل مربع کا رقبہ ہے آبادی کی تعداد ۶ ۴ ۸ ۵ ۳ ظاہر کیجاتی ہے۔ اسکندریہ (ایلکزنڈریا) یہ شہر بھی مصر کا بندرگاہ ہی قاہرہ کے شمال و مغرب کیطرف واقع ہی۔ ۲۰۸۷۵۵ مردم شماری کی تعداد ہے۔

مصر مین ہزاردن برس تک خود مصر والون کی سلطنت رہی ہی۔ افریقہ بھی کسی زمانے مین انھین کے مقبوضات مین شامل تھا۔ سنہ ۶۱۶ء مین مصر فقط بارہ سال کیلئے گورنمنٹِ ایران کا ماتحت ہو گیا تھا۔ علوم و فنون کے لحاظ سے اسوقت اتنا

کہنا کافی ہے کہ اِس نے بھی کسی زمانے مین فیثاغورث حکیم یونانی کو بہت کچھ سکھا کر یونان کیطرف واپس کیا ہی ۶۴۰ء بعہ مین خلیفۂ ثانی یعنے حضرت عمرؓ نے قبطی گورنر مکاکسر کی تحریک وسازش سے بہ آسانی مصر پر قبضہ کرلیا تھا اوس زمانے سے خلیفۂ سوم کے زمانے تک برابر حضرات اہل سنت ہی یہان فرمانروا رہے ہین۔ البتہ ۶۵۵ء بعہ سے تھوڑے عرصے کیواسطے حضرت علیؑ مرتضے بڑے نام اس صوبے کے بھی مالک ہو گئے تھے مگر پھر اونکی رحلت کے بعد ہی خاندان بنی امیّہ کا قبضہ ہو گیا۔ یہانتک کہ ۹۷۰ء تک یہ سرزمین برابر سلاطین سنی المذہب کے زیرِ حکومت رہی۔ پھر اُسوقت سے تقریباً دو سو برس تک سلاطین بنی فاطمہؑ یہانکے بادشاہ رہے ہین۔ آخر ۱۱۷۱ء مین اس شیعہ سلطنت کا بھی صلاح الدین کے ہاتھ سے خاتمہ ہو گیا اُوس زمانے سے اسوقت تک پھر بدستور سابق حضرات اہلسنت ہی یہانکے فرمانروا رہے البتہ ۱۸۵۴ء سے آجتک مصر فرانس اور گورنمنٹ برطانیہ (برٹن) کی زیرِ حفاظت ہی۔

سلاطینِ بنی فاطمہ

(۱) ابو محمد عُبیداللہ الفاطمی†

سنہ ۹۱۰ء سے سنہ ۹۳۴ء

عرب کے مورخین اس بانئے خاندانِ سلاطینِ بنی فاطمہؑ کے نسب مین

---

† مین نے ان بنی فاطمہؑ بادشاہون کی ولادت و وفات کی ہجری سن اون عربی تاریخون سے لیے ہین جنکا زمانہ ان بادشاہون کے زمانے سے بہت ہی قریب پایا پھر ان سنین ہجرت کو عیسوی سنون سے مطابق کرکے کام نکالا ہی ۱۲

اختلاف کیا ہے۔ خصوصاً اون مورخون نے جنکو خلفائے بغداد سے کسیطرح کی چشم داشت تھی ان لوگون کے حال لکھنے مین بہت کچھ انصاف سے تجاوز کیا ہے مگر انگریزی بلکہ اکثر عربی مورخ بھی انکے دادا کا نام اسماعیل لکھتے ہین یہ حضرت جعفر الصادقؑ کے صاحبزادے تھے اسلیے اس خاندان کے بنی فاطمہ ہونے مین ہرگز شبہہ نہین۔

یہ تقریباً ۲۶۹ھ مین پیدا ہوئے۔ کوفہ ولادتگاہ ہے ایک عرب کے مورخ نے سلمیہ انکے مسقط الراس کا نام لکھا ہے۔ یہ خلفائے عباسیہ کا زمانہ تھا شیعہ خصوصاً وہ جو ذات کے لحاظ سے سید یعنی حضرت فاطمہؑ و حضرت علیؑ کی اولاد مین تھے پولٹیکل مصلحت سے مسلمانون کے ممالک محروسہ مین بہ آرام رہ سکتے تھے۔ ابو محمد عبید اللہ مذکور نے بھی اسی ضرورت سے وطن یعنے کوفہ چھوڑکر افریقہ کی سکونت کو ترجیح دی۔ یہان پہنچکر اونھون نے اپنے ہم مذہب آدمیون کو جمع کیا اور خود اونکے سردار بنگئے۔ تالیف قلوب کی نظر سے مہدی موعود ہونیکا بھی دعوے کیا تھا۔ کیونکہ اوس زمانے مین سلطنت کا مذہب کے پردے مین حاصل کرنا ایک عام دستور تھا۔ بنی اغلب کے قبیلے کے لوگ خلفائے بنی عباس کیجانب سے اس عہد مین افریقہ کے کسی حصے کے گورنر تھے۔ سب سے پہلے اس صوبے کا فتح کرنا پولٹکل نظر سے زیادہ ضروری معلوم ہوا اسلیے اس باہمت سردار نے پہلے اسی طرف توجہ کی اور بہت آسانی سے فتح کرلیا۔ رفتہ رفتہ اکثر صوبے تصرف مین آگئے ٹیونس مین ایک بہت مستحکم قلعہ بنواکر مہدیہ نامی ایک شہر خاص اپنے نام سے آباد کیا۔

(۲) ابو القاسم محمد القائم بامر اللہ

۹۳۴ء سے ۹۴۵ء تک

یہ سردارِ مذکور الصدر کے بڑے لڑکے تھے ۹۳۴ء مین اپنے والد کے بعد اونکے تمام ممالکِ مقبوضہ کے باقاعدہ حاکم تسلیم کیے گئے اور بحیثیت ایک خود مختار بادشاہ کے القائم بامر اللہ (خدا کے حکم کے مطابق کام کرنیوالا) کا لقب اختیار کیا۔ اُنھون نے اپنے باپ کے عہد مین دو مرتبہ مصر پر لشکر کشی کی اور اسکندریہ وغیرہ اکثر مقامون پر قبضہ بھی کر لیا۔ جب اس واقعے کی خبر دار الخلافہ بغداد مین پہنچی۔ وہانکے حاکم نے مزاحمت کی اور لڑائی شروع ہو گئی۔ چونکہ فتحِ مصر تقدیر نے انکے حقیقی پوتے المعز کے نام لکھی تھی انکو بہت سی تکلیفین اوٹھانیکے بعد پھر ٹیونس واپس آنا پڑا۔

فیض کا علاقہ اسی بادشاہ کے زمانے مین سلطنتِ بنی فاطمہ مین شامل کیا گیا تھا مگر ابو یزید نے جو مذہبًا اس خاندان کا دشمن تھا بادشاہ مذکور کو زیادہ فتوحات کا موقع نہین دیا بلکہ اکثر ملک اس فاطمی سلطنت سے علحدہ ہو کر ابو یزید خارجی مذکور کے قبضے مین چلے گئے۔ یہانتک کہ ۹۴۵ء مین جب یہ خارجی مذکور مہدیہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا بادشاہِ مذکور کا انتقال ہوا مگر ایک عرصے تک سلطنت کے ولیعہد نے بمصلحت اس واقعے کا حال ظاہر نہین ہونے دیا۔

ابو الظاہر اسماعیل المنصور بقوۃ اللہ

۹۴۵ء سے ۹۵۲ء تک

یہ بادشاہِ مذکور یعنے القائم بامر اللہ کے بیٹے تھے۔ عرب کے لٹریچر مین اعلی درجہ کا دخل تھا۔ جب اُنکے والد نے انتقال کیا اوسوقت سوا مھدیہ کے اور کچھ باقی نرہا تھا وہ بھی زیرِ محاصرہ تھا۔ اس سخت موقع پر المنصور نے اسقدر جوانمردانہ کوشش کی کہ ابو یزید مذکور کو مجبور ہو کر سوسہ کیطرف ہٹنا پڑا۔ بادشاہ نے خود تعاقب کیا اور بہت سی لڑائیونکے بعد ابو یزید گرفتار کیا گیا جس نے قید کے چوتھے روز انتقال کیا۔ اس نمایان فتح کی یادگار مین خاص میدان جنگ مین ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اوسکا نام منصوریہ رکھکر خود وہین قیام اختیار کیا۔

عرب کے مورخ لکھتے ہین کہ اوسی زمانے مین جَلُولا نامی افریقیہ کا ایک ضلع تھا۔ وہانکے ترنج اسقدر بڑے ہوتے تھے کہ چار ترنج ایک شترِ قوی الجثہ اُٹھاتا تھا۔ جب المنصور نے کسی ضرورت سے اسطرف سفر کیا اور اس مقام کے قریب پہنچے ملازمینِ بارگاہِ شاہی ایک عجیب چیز سمجھکر چند ترنج بادشاہ کے سامنے لائے۔ بادشاہ نے بھی ایک عجیب چیز سمجھکر محل مین زنانِ محل کے دیکھنے کے لیے بھیجدیے۔ آخر ایک عورت کے اصرار سے جسکو اس شوق نے بیتاب کر دیا تھا کہ وہ ان پھلون کو اپنی آنکھ سے درختونمین لگا ہوا دیکھے۔ بادشاہ خود اوس مقام پر گئے جہان اِس پھل کے درخت تھے۔ وہان برف باری کی شدت نے بادشاہ کی صحت پر برا اثر کیا۔ ناچار پھر منصوریہ

اپنے دار السلطنت کیطرف واپس آنا پڑا۔

چونکہ حمام کی گرمی امراض باردہ (ٹھنڈی بیماریاں) کیلیے مفید سمجھی جاتی ہی۔ المنصور نے بھی حمام کا قصد کیا۔ مگر ایک یہودی طبیب نے جسکا نام اسحاق بن سلیمان تھا۔ صاف صاف کہدیا تھا کہ "اسوقت کا حمام مین جانا حرارت غریزی (جسم کی اصلی قوت) کو فنا کر دیگا جو نہایت مضر ہوگا" لیکن بادشاہ نے مطلق نہ سنا۔ آخر حمام کی گرمی نے دماغ مین یبوست پیدا کر دی اور بیخوابی شروع ہوئی۔ طبیب مذکور نے علاج شروع کیا۔ مگر یہ شکایت کم نہونی پائی تھی کہ بادشاہ مذکور نے قیروان+ سے ابراہیم نامی ایک و طبیب کو بلایا جس نے فوراً کچھ خواب آور دوائونکا دھوان بادشاہ کے دماغ مین پہنچا کر اس بیخوابی کو دور کر دیا۔

جب اسحاق بن سلیمان اپنے وقت معین پر دربار مین آیا معلوم ہوا کہ بادشاہ خواب راحت مین ہے اسحاق نے کہا کہ اگر یہ نیند کسی دوا کے اثر سے پیدا ہوئی ہے یقیناً سمجھو کہ بادشاہ نے انتقال کیا ورنہ زندہ ہے۔ طبیب مذکور کے اصرار سے لوگون نے دیکھا فی الواقع بادشاہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اہل دربار نے اس خیال سے کہ شاید اس طبیب تازہ وارد نے کوئی زہر نہ دیدیا ہو ابراہیم مذکور کو گرفتار کر لیا مگر اسحاق کے کہنے سے رہا کر دیا۔ باعث دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس طبیب نو وارد نے نادانستگی سے خواب آور دوائونکا استعمال کیا تھا ان دوائون نے بادشاہ کی حرارت غریزی کو فنا کر دیا اور یہ سبب موتکا ہوا اور مین بتدریج (رفتہ رفتہ) حرارت غریزی کو بڑھا رہا تھا تاکہ نوم طبعی (قدرتی نیند) پیدا ہو۔ المنصور کا زمانہ سلطنت ۷ برس ۶ ماہ لکھتے ہین۔

+ افریقہ کا ایک شہر ہے۔

ابو تمیم معد المعز لدین اللہ

سنہ ۹۵۲ء سے سنہ ۹۷۵ء تک

اپنے باپ المنصور کے انتقال کے بعد اوسی سال مین سریر آرائے سلطنت ہوکر ایک باقاعدہ اپنی حکومت کا دورہ شروع کیا۔ جابجا معتمد علیہ گورنر مقرر کیے گئے۔ مختلف صوبون کی حفاظت کیلئے فوجین روانہ کی گئین۔ اکثر باغی سردارون نے بادشاہِ وقت کو ایک مدبر اور بیدار مغز حاکم دیکھکر خود بخود اطاعت اختیار کی۔ اس اندونی انتظام کے بعد ابوالحسن جوہر اپنی فوج کے ایک بہت بڑے لائق جرنیل کو فوج کثیر کے ساتھ بلادِ افریقہ کی تسخیر کیلئے روانہ کیا۔ تھوڑے عرصے مین بہت سے صوبے افریقہ کے بحر محیط تک مغرب مین اور مصر تک مشرق مین اس شیعہ سلطنت مین شامل ہوگئے۔

اس زمانے مین کافورِ آخشیدی مصر کا گورنر تھا۔ جب اسکے انتقال کی خبر المعز کو پہنچی ایک عمدہ موقع سمجھکر اپنے مذکورۂ بالا لائق جرنیل کو مصر کیطرف روانہ کیا۔ اسوقت یہ علاقہ قحط اور ہیضے کا شکار ہو رہا تھا جوہر نے اپنی ذاتی جوانمردانہ کوششون سے بہت تھوڑے عرصے مین مصر اور شام اور حجاز کے صوبے فتح کرکے بادشاہ کو اسطرف آنیکی تکلیف دی۔ المعز نے اپنے ایک سردارِ معتمد کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور خود مصر کیطرف متوجہ ہوئے اسکندریہ پہنچکر تمام معززاہل شہر کو اپنے پاس طلب کیا اور نہایت فصیح عبارت مین یہ بیان کیا کہ میرا مقصود فتحِ مصر سے حصولِ دولت نہین بلکہ عدل و انصاف کے قواعد کا یہان جاری کرنا مدنظر رکھتا ہون۔ دو چار دن کے قیام کے بعد جیزہ کا عزم کیا اور یہان بھی اسکندریہ

کیطرح بہت فصیح تقریر کی اور سب کو انعام و خلعت دیکر رخصت کیا۔

مصر پہنچکر بیرونِ شہر قیام کیا۔ انگریزی مورخ لکھتے ہین کہ جب ۹۷۰ء مین مصر سلاطین بنی فاطمہ کے تصرف مین آگیا اوسوقت سامانِ شاہی ورآبادی کی کثرت سے ایک دوسرے شہر کے آباد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جسکا نام آبادی کے بعد "قاہرہ" رکھا گیا جو آج تک مصر کا دارالسلطنت ہے۔ یورپ کے مورخ بالاتفاق اس بادشاہ کے مداح ہین۔

اسمین کوئی شک نہین کہ عقل اور سخاوت کے لحاظ سے یہ بادشاہ اپنے خاندان مین بے مثل ہوا ہے۔ عربی شاعری کا مذاق ہی نہین بلکہ کمال حاصل تھا۔ علم نجوم واسٹرانومی مین آپ بھی کمال حاصل کیا تھا اور اس علم کے جاننے والونکی قدر المعز کے برابر کسی نے نہین کی ۹۷۵ء مین تپِ محرقہ عارض ہوئی چندروز بیمار رہکر انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مقبرے مین دفن ہوئے اس بادشاہِ مغفور کے دو لڑکے تھے ایک ابوعلی تمیم جو عربی لٹریچر کا ایک بڑا کامل عالم تھا دوسرا ابوالمنصور نزار۔

ابوالمنصور نزار العزیز باللہ

۹۷۵ء سے ۹۹۶ء تک

یہ المعز کے بڑے لڑکے تھے ۹۷۵ء مین تخت نشین ہوئے۔ علم و کمال کے لحاظ سے یہ بھی اسپنے باپ کے برابر تھے مورخ لکھتے ہین کہ العزیز کو حلم و عفو کے لحاظ سے ایک بیمثل بادشاہ سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ آپتگین ایک ترکی غلام

آل بویہ کیجانب سے دمشق کا گورنر تھا المعز کے بعد اُس نے اپنے نزدیک میدان صاف دیکھکر عضد الدولہ اپنے بادشاہ کو مصر فتح کرنیکی ترغیب دی بالآخر خود اجازت لیکر فوجکشی کردی۔ چند لڑائیون کے بعد گرفتار ہوکر العزیز کے روبرو حاضر ہوا۔ بادشاہ نے باوجودیکہ اِس مفت کی لڑائی مین زر کثیر صرف کرکے فتح حاصل کی تھی مگر پھر بھی اس اپنے دشمن کو آزاد کردیا۔

بادشاہ مذکور الصدر کو عمارتون کا بہت شوق تھا اور خود بھی اس فن مین بڑی مہارت پیدا کی تھی۔ ایک مسجد جامع کبیر نامی مصر مین اسی بادشاہ کی بنوائی ہوئی موجود ہی قصر البحر ایک دوسری عمارت کا نام ہی جو دریا کے کنارے تفریح کی غرض سے بنوائی گئی تھی۔ محمد عبد الغنی ایک عربی انجنیر میر عمارت مقرر کیا گیا تھا۔ اور یونس نامی ایک کامل منجم محراب کی صحت کیلیے معین ہوا تھا۔ مگر غالبًا یہ موخر الذکر عمارت اب باقی نہین ورنہ انگریزی تاریخون مین اسکا ذکر ضرور ہوتا۔ یا شاید کہین اس قصر کا حال لکھا ہو مگر میری نظر سے نہین گذرا۔ اسکے علاوہ پل۔ سرائین۔ شفاخانے وغیرہ اکثر عمدہ اور مفید عام عمارتین بادشاہِ مذکور کی بنوائی ہوئی موجو ہین۔

العزیز کے زمانے مین فتوحات کے لحاظ سے بھی سلطنت نے بہت کچھ وسعت حاصل کی تھی حمص، حلب۔ موصل شام کیطرف مین عرب مین اسی بادشاہ کے زیر حکومت ہوگئے تھے۔ ابھی تسخیر ممالک سے دل سیر نہین ہوا تھا کہ سنگِ مثانہ اور دردِ قولنج مین مبتلا ہوکر ۹۹۶ھ مین انتقال کیا اور اپنے باپ المعز کی قبر کے برابر مصر مین جگہ پائی۔

۹۹۶ء سے ۱۰۲۰ء تک

خدا جانے کس مصلحت سے العزیز نے اپنے اس ناعاقبت اندیش لڑکے کو اپنے بعد حکمران مقرر کیا تھا۔ کیونکہ الحاکم اگرچہ خاندانی سخاوت اور علم و کمال سے آراستہ تھا مگر پھر بھی دماغی خرابی سے ایسی حرکتوں کا ارتکاب کیا جو یقیناً بادشاہ مذکور کے خاندان کے بالکل خلاف تھیں باوجود اسکے بادشاہ کے مزاج مین علم کی قدردانی تھی یونس منجم نے اسی زمانے مین حاکم وقت کو قدرشناس سمجھکر ایک بہت اعلے زیچ تیار کی جسکا نام بادشاہ کے نام سے مشتق کرکے زیچ‡ حاکمی رکھا۔

الحاکم کو بے سمجھے ہوئے احکام نے اسقدر بدنام کر دیا تھا جسکا ذکر آجتک تاریخ کے صفحون مین یادگار رہے۔ مگر اسمین بھی شک نہین کہ اس بدنامی مین مورخون کا تعصب مذہبی بھی ایک حد تک ضرور شریک ہے۔ مثلاً۔ فقاع✻ (جو کی شراب) اور بے چھلکے کی مچھلی فروخت کرنے کے عوض مین بہت سخت سزائین مقرر کی تھین۔ یہود ونکو حکم تھا کہ تمام قلمرو مین سیاہ عمامہ سر پر باندھین۔ نصارے پر تاکید تھی کہ صلیب کی شکل بنا کر ہر وقت اپنے گلے مین لٹکائے رہین۔

---

‡ زیچ اوس کتاب کو کہتے ہین جس مین ہیئت و نجوم کے قواعد سے طلوع و غروب آفتاب و ماہتاب وغیرہ وغیرہ اسی قسم کی اور باتین صدر ہو سکنے کیلئے مرتب کیجائین۔

✻ شیعہ ہر قسم کی شراب کا استعمال مذہباً ناجائز سمجھتے ہین اسی طرح جسقدر نشے کی چیزین ہین وہ ناجائز ہین۔ مگر بعض فرقے جو کی شراب کو جائز سمجھکر استعمال کرتے تھے اسلئے بلاد اسلام مین فُقّاع یعنے جو کی شراب کی تجارت ہوتی تھی۔ جسقدر مچھلی کی قسمین دنیا مین موجود ہین اون مین صرف اون مچھلیون کا کھانا ناجائز سمجھا گیا ہے جنکے بدن پر چھلکا ہوتا ہے۔

اس خاندان کے بادشاہانِ گذشتہ کے دربار کا یہ ایک عام طریقہ ہوگیا تھا کہ حاضرینِ دربار بادشاہ کے سامنے آکر زمین چومتے تھے مگر الحاکم نے اس قبیح رسم کو بالکل موقوف کر دیا۔ ایک مرتبہ تمام نجومی بے سبب شہر سے باہر نکالے گئے۔ ایک مرتبہ یہود و نصاریٰ کے معابد (عبادت کے مقام) خود بخود اونسے چھین لیے اور پھر چند روز کے بعد بے سبب واپس کر دئے۔ لاکھوں روپے کے قرآن۔ پردے وغیرہ سامان مصر کی تمام مسجد و نمین بھیجد بادشاہِ مذکور کا مزاج تنہائی پسند واقع ہوا تھا۔ اکثر راتین تنہائی مین آبادی سے بالکل علیحدہ بسر ہوتین تھین۔ اسی طرح ایک مرتبہ تنہا جانے کا اتفاق ہوا وہین کسی دشمن نے موقع پاکر قتل کرڈالا بعض مورخون کی یہ رائے ہے کہ خود الحاکم کی بہن کے اشارے سے ایسا کیا گیا تھا۔

(۷) ابو ہاشم علی الظاہر لدین اللہ

۱۰۲۰ء سے ۱۰۳۵ء تک

دنیا مین ہر کمال کے بعد زوال کا ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ چنانچہ اس خاندان مین ضعف اسی بدقسمت بادشاہ کے وقت سے شروع ہوا۔ سب سے پہلے صالح بن مرداس نے الظاہر کے مقابل مین حلب فتح کیا جو کئی برس سے اس شیعہ سلطنت کا صوبہ ہو گیا تھا اسی طرح یکے بعد دیگرے اکثر زرخیز صوبے اس حکومت سے علیحدہ ہو کر اوردون کے قبضے مین چلے گئے۔ ملک کی اندرونی سازشون نے اسوقت سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ تا اینکہ ۱۰۳۵ء مین خود بادشاہِ مذکور کا انتقال ہوگیا۔

ابو تمیم معد المستنصر باللہ

سنہ ۱۰۳۵ء سے سنہ ۱۰۹۴ء تک

سات برس کی عمر میں اَلْمُسْتَنْصِر نے اپنے باپ الظاہر کے انتقال کے بعد تختِ حکومت پر قدم رکھا اور ۵۹ برس کامل سریر آرائے سلطنت رہے اتنے عرصے تک خلفاے بغداد اور شاہانِ بنی فاطمہ مین سے کسی نے سلطنت نہین کی اگرچہ اس زمانے مین کوئی قابلِ ذکر فتح نہین ہوئی مگر پھر بھی چند اچھے برُے واقعات اس بادشاہ کے وقت مین ایسے ہوے ہین جو اور کسی بادشاہ کے زمانے مین نہین ہوئے۔ مثلاً :-

(۱) اَبُوالْحَارِث اَرسلان جو بغداد کے ترکون کا سردار اور مذہباً شیعہ تھا اس نے اپنی کوشش اور جوانمردی سے بغداد فتح کرلیا اوسوقت سے سال بھر تک برابر بخیالِ ہم مذہبی المستنصر کے نام سے خطبہ پڑھوایا گیا۔

(۲) جب علی بن محمد نے جو شیعہ مذہب کا بڑا عالم تھا یمن فتح کیا اوسوقت بھی اسی بادشاہ کے نام سے خطبہ پڑھا گیا۔

(۳) اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ کے زمانے سے اسوقت تک بلادِ افریقیہ مین ان سلاطینِ بنی فاطمہ کے نام سے خطبہ پڑھا جاتا تھا مگر جب اس بادشاہ کے زمانے مین اکثر صوبے افریقیہ کے باغی ہوگئے ان بادشاہونکے نام کی خطبہ خوانی ہمیشہ کیواسطے موقوف کردی گئی۔

(۴) سب سے زیادہ مصیبت جو اس بادشاہ کے عہد مین نازل ہوئی وہ مصر مین

سات برس کا قحط تھا جسکے سبب سے بے مبالغہ لاکھون آدمی مرگئے۔ اسوقت ایک روٹی کی قیمت پانچ دینار تک پہنچگئی تھی۔ سوا بادشاہ کے اور کسیکو اتنی مقدرت باقی نہ تھی کہ ایک بھی سواری کا جانور اپنے پاس رکھ سکے۔

اسوقت ایک بڑی مدبر کی ضرورت تھی جو اپنی لیاقت سے ملک کا انتظام درست کرتا مجبور ہوکر ابوالقاسم شاہنشاہ کو طلب کیا یہ المستنصر کیطرف سے صوبہ عسوکا گورنر تھا۔ اور انتظام ملکی و مالی اسی گورنر پر چھوڑ دئے **شاہنشاہ** مذکور نے جابجا سے غلہ منگایا اور آب پاشی کا کافی بندوبست کرکے ایک حد تک قحط کی تکلیف کو کم کردیا اسکے بعد چوری وغیرہ جرائم کے انسداد کیطرف متوجہ ہوا۔ رفتہ رفتہ ملک کی اندرونی حالت مین ایک معتدبہ اصلاح پیدا ہوگئی **المستنصر** نے ۱۰۹۴ء مین انتقال کیا۔

(۹) ابوالقاسم احمد المستعلی باللہ

۱۰۹۴ء سے ۱۱۰۱ء تک

یہ بادشاہ مذکور کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ انکے زمانے مین اکثر باقیماندہ صوبے اس فاطمی سلطنت سے علیحدہ ہوکر ترکون اور یورپ کے فاتحین (فتح کرنیوالے) کے قبضے مین چلے گئے ۱۱۰۱ء مین انتقال کیا اور مصر مین دفن ہوے۔

(۱۰) ابوعلی المنصور الآمر باحکام اللہ

۱۱۰۱ء سے ۱۱۳۰ء تک

چونکہ اب سلطنت مین روز بروز ضعف بڑھتا جاتا تھا الآمر کو اپنے باپ المستعلی

کے بعد تخت نشین ہوکر کوئی موقع انتظام کا نہ ملا بلکہ بیروت - بیت المقدس اور طرابلس وغیرہ اکثر زرخیز مقامات کے نکلجانیسے سلطنت کو بہت بڑا مالی نقصان اٹھانا پڑا - آخرمین رعایائے شہر نے قصد کیا تھا کہ اس بادشاہ کو مار ڈالین مگر اسکی نوبت نہ آنے پائی تھی کہ سنہ ۱۱۲۹ء مین الآمر نے اپنی موت سے انتقال کیا - چونکہ یہ بادشاہ لاولد تھا لہذا الحافظ کو جو حقیقی چچازاد بھائی ہونیکے سبب سے سب سے زیادہ سلطنت کا مستحق تھا سب نے اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا -

(۱۱) ابوالمیمون عبدالمجید الحافظ لامر اللہ

سنہ ۱۱۲۹ء سے سنہ ۱۱۴۹ء تک

جس زمانے مین الآمر نے اپنی حماقت سے اپنے ایک لائق وزیر الافضل کو قتل کروا دیا تھا - اوسی زمانے مین ابو علی نامی ایک سردار سلطنت نے - جو اوس وزیر مقتول کی اولاد مین تھا - موقع پاکر تمام سرداران سلطنت کو اپنے سے متفق کرلیا تھا جب الآمر مذکور کا انتقال ہوگیا اوسوقت سب نے بالاتفاق ابو علی مذکور کو تخت پر بٹھا دیا - مگر الحافظ نے کسی تدبیر سے بہت جلد اس بیچارے کو قتل کروا ڈالا اور خود باستقلال تخت حکومت پر قدم رکھا - چونکہ کسی گورنمنٹ کا اندرونی ضعف اکثر مصیبتون کا باعث ہوجاتا ہے آپس کے فسادون نے اس بادشاہ کو اتنی مہلت نہ دی کہ تلف شدہ مقبوضات کو اپنے دشمنون سے واپس لے سکتا یا سلطنت مین کسی لحاظ سے کوئی ترقی کرتا - آخر سنہ ۱۱۴۹ء مین انتقال کیا - الحافظ کے تین لڑکے تھے - یوسف - جبرئیل اور اسماعیل جو سب

چھوٹا تھا مگر اپنے باپ کی وصیت کے مطابق یہی تخت نشین کیا گیا۔

(۱۲) ابوالمنصور اسماعیل الظافر

۱۱۴۹ء سے ۱۱۵۴ء تک

اِس بادشاہ کو انتظامی لیاقت مطلق نہ تھی۔ رات دن عیش وعشرت مین بسر ہوتی تھی۔ تمام امورِ سلطنت عباس نامی ایک وزیر کی رائے پر موقوف تھے۔ اسی وزیر مذکور کا ایک لڑکا جسکا نام نصر تھا ہر وقت بادشاہ کے پاس موجود رہتا تھا۔ چونکہ الظافر کے اطوار عمدہ نظر سے دیکھے نہ جاتے تھے اسکے علاوہ وزیر کا ایک عرصہ یہ قصد ہو رہا تھا کہ خود بادشاہ بنجائے آخر اسی نصر نے ایک شب موقع پاکر اپنے باپ کے اشارہ سے اپنے ولی نعمت کو مخفی قتل کر ڈالا۔ جب صبح ہوئی عباسِ مذکور قصرِ شاہی مین آیا اور چاہا کہ الظافر کا قاتل خود اوسکے دونون بھائیون کو قرار دیکر آپ اس سے بری ہوجائے۔ اس غرض کے لیے یوسف اور جبرئیل جو بادشاہِ مذکور کے حقیقی بھائی تھے۔ بلائے گئے اور اون سے قاتل کا نشان دریافت کیا گیا۔ اِن بیچارون نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ مگر وزیر نے اون کو دروغ گو ثابت کرکے اون کو بھی بیگناہ قتل کروا ڈالا۔

چونکہ بنی فاطمہ کے خاندان کے لوگ یکے بعد دیگرے سلطنت افریقہ اور مصر کے مالک ہوتے چلے آتے تھے اِس سبب سے اوسوقت عموماً سب کا یہ خیال تھا کہ حکومت اسی خاندان والون کا حق ہی۔ اس حالت مین کسی غیر شخص کا دفعتاً باقاعدہ آسانی کے ساتھ تخت نشین ہوجانا کوئی سہل کام تھا۔ خصوصاً اوس شخص کیواسطے جو ایک مدت تک بطور ملازم کرہ چکا ہو

یہ سوچکر عباسِ مذکور نے اوسوقت اپنا ارادہ ظاہر کرنا مصلحت نہ سمجھا اور برائے نام الظافر کے ایک لڑکیکو جسکی عمر دو برس کی تھی اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔

مگر بہت جلد تمام سردارانِ سلطنت کو بھی وزیرِ مذکور کے اس ارادے پر اطلاع ہوگئی۔ اور اونھون نے بالاتفاق صالحِ ارمنی مصر الصعید کے گورنر کو اپنی مدد کیلیے طلب کیا۔ جس وقت اس وزیر مذکور نے یہ خبر سُنی فوراً اپنے لڑکے کو ساتھ لیکر مخفی شام (سیریا) کیطرف روانہ ہوگیا۔ یہان گورنرِ مذکور نے عبّاس کے تمام مال واسباب پر قبضہ کیا اور اپنے ولی نعمت کے لڑکے کی تربیت مین مصروف ہوا۔

چونکہ شام کے صوبے مین شاہانِ یورپ کا بھی دخل ہوچکا تھا الظافر کی بہن نے یہ تمام ناجائز واقعہ سیریا (شام) کے گورنر کے پاس کہلوا بھیجا اور عباسِ مذکور سے انتقام لینے کی شرط پر بہت کچھ مال و دولت دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ وزیرِ مذکور بعد تحقیق حال شام مین قتل کیا گیا اور اوسکا لڑکا قید کرکے قاہرہ کیطرف بھیجا گیا جسکو یہان قتل کردیا۔

(۱۳) ابو القاسم عیسی الفائز بدین اللہ

۵۴۹ھ سے ۵۵۵ھ تک

اس بادشاہ کا سن ابھی دو برس کا تھا کہ قسمت نے اس پرانی سلطنت کا حاکم کردیا۔ اس بادشاہ کی گورنمنٹ کا انتظام ابتدا مین عباسِ مذکور کے اختیار مین تھا مگر پھر بعد کو صالحِ ارمنی نے نیابتاً انتظامِ سلطنت اپنے ہاتھ مین لیا یہانتک کہ بادشاہ کو پورے اختیار دیے گئے مگر افسوس ملک نے الفائز کے زمانے مین بھی کوئی

ترقی نہین کی یہانتک کہ سنہ ۱۱۶۰ع مین موت نے تھوڑے دنون کی بیماری کے بعد اس بادشاہ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

(۱۴) ابو محمد عبداللہ العاضد الفاطمی

سنہ ۱۱۶۰ع سے سنہ ۱۱۷۱ع تک

العاضد جسکو برائے نام مصر کا بادشاہ کہنا نازیبا نہوگا یوسف بن حافظ کا بیٹا تھا اس بادشاہ کے مزاج مین حماقت کیساتھ بدگمانی اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ اکثر لائق ارا کین سلطنت کو تھوڑی سی خطا پر قتل کروا ڈالتا تھا۔ اہل سنت کیساتھ زیادہ تعصب سے کام لینے کا یہ نتیجہ ملا کہ جب کچھ متعصبانہ حرکتونکی خبر سلطان صلاح الدین کو پہنچی اوھنون نے اپنے علما سے بادشاہ مذکور کے قتل کا فتوی لیا جو بہت آسانی سے حاصل ہوگیا۔ آخر یہ آسانی تمام سلطنت مصر و افریقہ سلطان مذکور کے قبضے مین آگئی جو ایک سُنی المذہب بادشاہ تھے اور اس خاندان کا ہمیشہ کیواسطے خاتمہ ہوگیا۔

ہندوستان (انڈیا)

دکن - بنگالہ - اودھ

ہندوستان مین دکھن بنگالہ اور صوبۂ اودھ ایک عرصے تک شیعہ فرمانروائی مین رہے ہین یہ بھی ایک عجب اتفاق ہوا کہ ان تمام نامبردہ ممالک مین ہر جگہ ہر خاندان کا مورثِ اعلیٰ بحیثیت ایک صوبہ دار کے گورنر مقرر ہوا پھر رفتہ رفتہ خود مختار ہوکر ایک بالاستقلال حاکم ہوگیا۔ چونکہ ان مختلف مقامات کے گورنرون نے کبھی اپنی سلطنت کی وسعت دیکھکر خود یا کسی دوسری بڑی سلطنت کی توجہ سے "بادشاہ" کا لقب اختیار کرلیا تھا مجھے بھی ضروری معلوم ہوا کہ شاہانِ شیعہ کی تاریخ کے سلسلے مین انکا بھی ذکر کرون۔

دکن جنوب کو سنسکرت مین دِکھشنا کہتے ہین۔ دکھن اسی پُرانے لفظ کا بگڑا ہوا ہم معنے لفظ ہے۔ چونکہ ایرانیون کی زبان مین کوئی ایسا لفظ موجود نہین جسمین ھائے مخلوط التلفظ پائی جاتی ہو اس سبب سے فارسی زبان مین "دکھن" کو دکن کہتے ہین بہر صورت دکن سے مراد کبھی ہندوستان کا وہ حصہ لیا جاتا ہے جو وندھیا پہاڑ کی جنوب مین ہے اور کبھی اس لفظ سے مقصود وہ قطعہ زمین ہوتا ہی جو اپنے شمال کیطرف دریاے نربدا سے

اور جنوب کیجانب دریائے کرشنا سے محدود ہے - ہندوستان کے اس جنوبی حصے

مین تین مشہور مقام ایسے ہین جنسے اس مختصر تاریخ کو بہت کچھ تعلق ہے :- (۱) بیجاپور

(۲) گول کنڈہ اور (۳) احمد نگر

احمد نگر - آجکل یہ شہر گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر حکومت اور بمبئی پریسیڈنسی

مین داخل ہے - یہ مقام بمبئی سے ۱۲۴ میل کے فاصلے پر سمت مشرق واقع ہے سنہ ۱۴۹۴ع

مین احمد نظام شاہ نے اپنے لڑکے برہان نظام شاہ کی خوشی سے

اسی شہر کی بنیاد ڈالی تھی - مگر پھر متواتر لڑائیون نے اس شہر کو بالکل برباد کر دیا -

سنہ ۱۷۹۷ع مین احمد نگر مرہٹون کے قبضے مین چلا گیا تھا جنسے سنہ ۱۸۰۳ع مین جنرل

ویلسلی نے دو روز کے محاصرے کے بعد چھین لیا جو پھر پیشوا کو دیدیا گیا تھا مگر سنہ ۱۸۱۷ع

سے اسوقت تک یہ مقام انگریزی گورنمنٹ کے زیر سایہ آباد ہے -

اسوقت اس شہر مین ایک گرجا اور ایک دھرم سالہ (مسافرخانہ) موجود ہے جسمین

ڈھائی سو آدمی بخوبی رہ سکتے ہین - اس شہر کے گرد پرانے زمانے کے دستور کے مطابق

ایک دیوار ہے اس دیوار کے چارونطرف ایک قسم کے خاردار درختون کا اسقدر گھنا

احاطہ ہے جسکے اندر سے دوسری طرف نکلجانا تقریباً ناممکن ہے - یہ درخت قدرتی طور

پر اسقدر شاداب ہین کہ آگ سے جل نہین سکتے -

بیجاپور - یہ مقام بھی احمد نگر کیطرح بمبئی پریسیڈنسی مین داخل ہے اور

خاص بمبئی سے ۲۴۵ میل کے فاصلے پر آباد ہے - یہ ایک بہت پرانا شہر ہے جہان ہندو

اور مسلمان بادشاہ ایک مدت تک قیام پذیر رہے ہین سنہ ۱۸۱۸ع مین انگریزی گورنمنٹ نے

پیشوا کے مقابل مین یہ شہر فتح کرکے راجہ ستارا کو رعایتاً دیدیا تھا مگر جب ۱۸۴۸ء مین
مہاراجہ موصوف کے خاندان مین کوئی باقی نرہا اوسوقت سے پھر انگریزی حکومت مین
داخل ہوکر آجتک اسی گورنمنٹ مین شامل ہے۔

باوجودیکہ یہ شہر آجکل کچھ زیادہ آباد نہین مگر پھر بھی اپنی شہر پناہ کی خوبی کیواسطے
عالم تاریخ مین بہت مشہور رہے پرانی عمارتونمین ہندوونکا ایک مندر اور مسلمانون کا بنایا ہوا
ایک قلعہ باقی ہے جسکا چھ میل سے زیادہ رقبہ ہے۔ کچھ خوبصورت مسجدین اور کچھ یہاںکے
بادشاہونکے مقبرے ہین۔ یہ مقام سلاطین عادل شاہی کا دارالسلطنت تھا۔

گول کنڈہ زمانۂ حال مین جو مقام **گول کنڈے** کے نام سے مشہور رہے
اُسی کے قریب ایک پرانا شہر اسی نام کا آباد تھا۔ زمانۂ گذشتہ مین ایک شیعہ خاندان
کے لوگ جنکا مورثِ اعلی قطب شاہ تھا یہان فرمانروائی کرچکا ہے۔ یہ شہر الماس سازی
کے واسطے بہت مشہور رہی۔

دکن مین تین مختلف خاندانون نے جو مذہباً شیعہ تھے وقتاً فوقتاً بادشاہی کی ہے:۔
(۱) خاندانِ **نظام شاہی** جس نے احمد نگر مین حکومت کی (۲) خاندان **عادل شاہی**
جو بیجاپور کا فرمانروا رہا (۳) خاندانِ **قطب شاہی** جس نے گول کنڈہ مین سلطنت کی۔

(۱) خاندان نظام شاہی

۱۵۲۹ء سے ۱۵۹۶ء تک

احمد نظام شاہ اس خاندان کا بانی ہے۔ باعتبارِ نسل یہ ایک برہمن کا لڑکا تھا

سلطان احمد شاہ بہنی کے عہد مین مسلمانون کے ہاتھ گرفتار ہو کر اسلام قبول کیا۔ رفتہ رفتہ ذاتی لیاقت نے شاہی جانوران شکاریکا داروغہ مقرر کروادیا تھوڑے عرصے مین تلنگانہ کی صوبہ داری حاصل کی پھر خود مختار ہو کر بہت کچھ اپنے صوبے کو وسعت دی چار برس کی حکومت کے بعد انتقال کیا۔

برہان نظام اس سلسلے مین دوسرا بادشاہ ہوا ہی۔ یہ مذہب شیعۂ اثنا عشری کا بڑا حامی تھا۔ ۴۸ برس کی سلطنت کے بعد انتقال کیا۔ برہان مذکور کے بعد **حسین نظام** نے تیس برس کی عمر مین عنانِ حکومت اپنے ہاتھ مین لی اور تیرہ برس حکومت کر کے انتقال کیا پھر **مرتضیٰ نظام** ولد **حسین نظام** نے تختِ حکومت پر قدم رکھا اور آٹھ برس سلطنت کی۔ انکے بعد **میران حسین** جو انکا لڑکا تھا مالکِ سلطنت ہوا اس بادشاہ کے بعد **اسماعیل نظام** خلف **برہان نظام** نے مسندِ حکومت پر قدم رکھا اور فقط دو برس سلطنت کی تھی کہ امراے دربار نے **اکبر شاہِ اعظم** سے سازش شروع کی اوّل **شاہزادۂ دانیال** پھر **مؤتمن الملک شیخ ابو الفضل** کی سعی و کوشش سے تمام اُس خاندان کے ممالکِ محروسہ سلطنتِ دہلی مین شامل ہو گئے فقط ۲۰ برس اس خاندانمین سلسلۂ حکومت باقی رہا۔

(۳) خاندان عادل شاہی

(۱) ابو المظفر یوسف عادل شاہ

سنہ ۱۴۹۰ء سے سنہ ۱۴۹۷ء تک

اس سلسلے کے ہر بادشاہ نے عادل شاہ اپنے نام کا ایک جزو قرار دے لیا تھا۔

یوسف عادل شاہ سلاطین روم کی اولاد مین تھے۔ ۱۴۵۰ء مین جب سلطان مراد عثمانی کا انتقال ہوا اوسوقت انکا سن بہت کم تھا۔ عنانِ حکومت سلطان محمد کے ہاتھ مین تھی جو سلطان مراد کے بڑے بیٹے اور عادل کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ امرائے سلطنت کی صلاح سے بادشاہ وقت کا یہ قصد ہوا کہ سوا ولیعہد کے اور کسیکو وارثان سلطنت مین زندہ نرکھنا چاہیے۔ سب سے پہلے اپنے حقیقی چھوٹے بھائی کے قتل کی فکر کی مگر یوسف عادل کی والدہ نے کسی تدبیر سے اس اپنے چھوٹے لڑکیکو خواجہ عماد الدین محمود گرجستانی ایک ایرانی تاجر کے ہمراہ روم (ٹرکی) سے ایران (پرشیا) کی طرف بحفاظت روانہ کر دیا۔ اسوقت تک یہ شاہزادہ موصوف اپنے خاندانی بزرگون کیطرح سنی المذہب تھا۔

جب اردبیل (ایک ایران کا شہر ہے) پہنچے خواجۂ مذکور نے اپنے سب مال کا پانچوان حصہ شیخ صفی اردبیلی کے مزار کے مصارف کیواسطے دیدیا اور شاہزادۂ مذکور کو اس خاندان کا مُرید کروا دیا۔ خدا جانے اس تاجر ایرانی کی صحبت کے اثر نے یا اوس غصے نے جو اتنی بڑی ولشکنی کے ساتھ فطرتاً پیدا ہوتا ہے یا اور کسی نامعلوم سبب نے یوسفِ عادل کو شیعہ اثنا عشری بنا دیا تھا۔ انقلابِ زمانہ سے مجبور ہو کر اس مقام سے قم پھر وہان سے کاشان و اصفہان کی راہ سے شیراز مین قیام کیا۔ یہان بھی کچھ زیادہ قیام نہوا تھا کہ خوبی قسمت نے ہندوستان کے جنوبی حصے مین پہنچا دیا۔

دکن مین یہ زمانہ بہمنی خاندان کے بادشاہونکا تھا۔ شاہزادہ مذکور نے

زمانے کا رنگ دیکھکر اپنے کو خوشامدانہ طریقے سے نظام شاہ بہمنی کے ترکی غلامون
مین داخل کردیا۔ اور تھوڑے عرصے مین اپنی خداداد لیاقت کے سبب سے
بادشاہِ مذکور کے مزاج مین کامل رسوخ پیدا کرکے بیجاپور کی صوبہ داری حاصل کی ۔
ہونے والی بات۔ اس واقعے کے بہت جلد بعد اس بادشاہِ بہمنی کا انتقال ہوا
اور ہر طرف فساد شروع ہوگئے۔

یوسف عادل نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے ندیا اور بہت جلد ارکین سلطنت
سے اتفاق پیدا کرکے اپنے کو بادشاہ کے لقب سے موسوم کیا۔ ذاتی بہادری اور فوجکی
آراستگی نے اور بھی مدعیانِ حکومت کے حوصلے پست کردیے تھے ہرگز کسیکو مقابلے کی جرأت
نہوئی اور شاہانِ بہمنیہ کے ممالکِ مفتوحہ پر بے جد و جہد قبضہ کرلیا۔

زمانے کی مصلحت سے مجبور ہوکر محمود شاہِ بہمنی نے جو باقیماندہ صوبونکا فرمانروا
تھا اپنے لڑکے کی شادی کا پیام عادل شاہ کی لڑکی کیساتھ بھیجا جو ابھی فقط دو برس کی تھی
عادل شاہ نے بھی اس سلسلے کا ہونا بہت غنیمت سمجھا اور یہ شادی منظور کرلی گئی
کچھ عرصے مین گلبرگہ۔ احسن آباد۔ ساگر وغیرہ اکثر زرخیر علاقے اس سلطنت مین
شامل کرلیے گئے۔

یہ بادشاہ شاہ اسماعیلِ صفوی کا معاصر تھا۔ خود شیعہ ہونیکے سبب سے اپنی مذہب
کی ترقی ہر وقت پیشِ نظر تھی۔ مگر چند ملکی مصلحتون سے ابھی یہ قصد پورا نہوا تھا کہ ایران سے
خبر پہنچی کہ شاہِ ایرانِ مذکور نے ایران مین مذہبِ شیعہ کا رواج دینا شروع کردیا۔ اسکے علاوہ
شیعونکی سلطنت بھی وہان قائم ہوگئی۔ اب زیادہ صبر کی ضرورت نہ تھی خود یوسف

عادل شاہ بیجاپور کی مسجد مین گئے اور اپنے روبرو سید نقیب خان مدنی کو حکم دیا کہ اذان مین اسیوقت یہ مقدس فقرہ "اشہد اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللہِ" داخل کرکے اذان دیجائے اسکے بعد ائمہ اثنا عشر (۱۲ - امام) کے نامِ نامی سے خطبہ پڑھا گیا - اور بآئینِ مناسب اپنے مذہب کے رواج دینے مین کوشش شروع کی - اکثر ایران کے عالم و فاضل جنکو بادشاہ کی قدر دانی نے دکھن مین پہنچایا تھا بڑے بڑے مراتب پر کامیاب کیے گئے - باینہمہ بادشاہِ مذکور کے مزاج مین مذہبی تعصب مطلق نتھا - ہندو بڑے بڑے عہدونپر سرفراز کیے گئے تھے - اہلسنت سے بھی کسی قسم کی کوئی پرخاش نہ تھی بلکہ دربار مین اکثر مناصبِ جلیلہ پریہی لوگ مقرر تھے - یہانتک کہ سات برس کی سلطنت کے بعد بادشاہِ مذکور نے انتقال کیا -

(۲) اسماعیل عادلشاہ خلفِ یوسف عادل شاہ
۱۴۹۷ء سے ۱۵۳۴ء تک

اس بادشاہ کے مزاج مین حلم و عفو بہت زیادہ تھا - ہمیشہ علما و فضلا کی صحبت مین بیٹھنے کا شوق تھا - علمِ موسیقی اور فنِ شعر مین کامل مہارت پیدا کی تھی - ایک شعر بادشاہِ مذکور کا بطورِ نمونہ لکھتا ہون شعر "اے وفائی منال از ستمش + کہ ستم نیز غنیمتے دارد" حقیقی اور مجازی دونون لحاظ سے یہ شعر اچھا ہی - دنیا مین راحت اور تکلیف کی ایک انتہا ہوتی ہے - آرام ہے وہ بھی چند روز مصیبت ہے وہ بھی چند روزہ - جسطرح مسرت کے وقت جہالت سے نازان نہونا چاہیے اسیطرح تکلیف کے وقت بیصبری بھی ضعفِ عقل کا نتیجہ ہے -

قلعۂ احمد آباد - صوبۂ ناہور وغیرہ کے اضافہ ہو جانیسے اس ریاستمین بھی حکومت
نے بہت وسعت پیدا کی تھی ۱۵۳۴ء مین انتقال کیا۔

(۳) ملّو عادل شاہ ابن اسماعیل عادل شاہ

۱۵۳۴ء سے ۱۵۳۵ء تک تقریبًا

یہ نہایت کم سنی مین اپنے باپ کی وصیت کے مطابق تخت نشین کیا گیا تھا۔ رات دن شراب
خواری وغیرہ ناجائز عیش و عشرت مین بسر کرتا تھا۔ انتظام ملک سے مطلق کوئی تعلق نہ تھا -
آخر چھ مہینے اور کچھ دن کے بعد معزول کر دیا گیا اور بجائے اس کم عمر بادشاہ کے اسی بادشاہ
کا حقیقی بڑا بھائی ابراہیم حکمران سمجھا گیا۔

(۴) ابو النصر ابراہیم عادل شاہ

۱۵۳۵ء سے ۱۵۵۸ء تک

ابو النصر کے مزاج مین شجاعت اور بہادری کا جزو زیادہ تھا مگر تعجب ہے
کہ باایںہمہ کوئی نمایان فتح قابلِ ذکر اس زمانے مین نہین ہوئی نہ ملک نے کوئی ترقی کی
آخرِ عمر مین چند ناجائز افعال نے اس بادشاہ کو تاریخی دنیا مین زیادہ بدنام کیا ہے
مثلاً جب مرضِ الموت مین مبتلا ہوا اور اطبا کے علاج سے کوئی اثر صحت کا ظاہر نہوا تو اوس وقت
اون تمام طبیبونکو جنکا تعلق دربار سے تھا بیگناہ قتل کروا ڈالا۔ اسی طرح بہت سے دوا فروش
جلاوطن کیے گئے اس خطا پر کہ اونکی دوا اون نے کیون اپنا اثر نہ کیا۔ اسکے علاوہ یہ

کیا کہ اس مرض سے پہلے مذہب آبائی ترک کر کے مذہب اہلسنت اختیار کر لیا۔

(۵) ابو المظفر علی عادل شاہ خلف ابو النصر ابراہیم

۱۵۵۷ء سے ۱۵۸۰ء تک

علی عادل شاہ کے دل مین اپنے خاندانی مذہب کی محبت اسقدر استحکام کے ساتھ موجود تھی کہ ابو النصر ابراہیم کی کوئی کوشش بادشاہِ مذکور کو اپنی اصلی مذہب سے منحرف نہ کر سکی۔ جب ابراہیم عادل شاہ کی وفات کا زمانہ قریب پہنچا چاہا کہ شاہزادہ طہماسپ اپنے چھوٹے لڑکے کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہئیے مگر وہ شیعہ ثابت ہوا۔ ناچار عہدہ جانشینی تقدیر کے حوالے کر کے خود انتقال کیا۔ مگر بادشاہ کی علالت کے زمانے مین یہ قرار پایا تھا کہ علی عادل شاہ سامانِ شاہی کے ساتھ شہر کے باہر مخفی اپنے باپ کی وفات کا منتظر رہے۔ تمام ارکینِ سلطنت جو ابراہیم عادل شاہ سے ناراض تھے علیؑ عادل شاہ کی خبر سُنکر فوراً شہر سے نکلے اس اثنا مین بادشاہ کا بھی انتقال ہوگیا تھا کسی قسم کا کوئی فساد پیدا نہوا اور تخت حکومت بے جد وجہد ہاتھ آگیا۔ بادشاہِ وقت یعنی علی عادل شاہ کے خود صاحب علم ہونے نے بادشاہ کو ایک بہت اعلی علوم کا قدر دان بنا دیا تھا ایران و توران وغیرہ مقامات سے ہر فن کے کامل سرکارِ شاہی مین ملازم ہو گئے تھے۔ بیجاپور مین جسقدر اس زمانے مین رونق ہوئی تھی ایسی اور کبھی نہین ہوئی۔ خزانے کی توفیر بھی اس زمانے مین بہت ہوئی تھی۔ اکثر صوبے جو ابتک اس گورنمنٹ مین

مین شامل نہین کیے گئے تھے اسی بادشاہ کی حُسن تدبیر سے بے جنگ و خونریزی
داخلِ دائرہ دولت ہو گئے۔ **علی عادل شاہ** کو بھی موسیقی کا بہت شوق تھا
اکثر اپنے مذاق کی عمدگی ثابت کرنیکے لیے **فغانی** کا یہ شعر پڑھا جاتا تھا **شعر**

مائیم و ہمین زمزمہ عشق **فغانی** ٭ پیداست کہ دیگر بچہ خورسند توان بود

۱۵۸۰ء مین غالباً ایک سنّی المذہب حاکم **ملک برید ترک** کے اشارے
سے اوسی کے ایک خواجہ سرا کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

ابوالمظفر ابراہیم عادل شاہِ ثانی

۱۵۸۰ء سے ء تک

یہ بادشاہِ مذکور کے حقیقی بھتیجے تھے۔ نو برس کی عمر مین تقدیر نے سلطنت کا
مالک بنا دیا۔ اس زمانے سے سلطنت مین ضعف شروع ہونے لگا آپس کی نا اتفاقیون
نے **اکبر شاہِ** بادشاہ **ہندوستان** کو اسطرف متوجہ کیا۔ آخر شاہزادہ **مراد**
اس مہم پر بھیجا گیا اور ایک معتد بہ حصّہ بادشاہ مذکور کے قبضے مین چلا گیا۔ باقیماندہ
ملک تھوڑے عرصے کیلیے چند کمزور بادشاہون کے پاس رہا مگر پھر **سکندر**
عادل شاہ کے زمانے مین **اورنگ زیب** کی نذر ہوا۔

خاندان قطب شاہی

۱۵۱۲ء سے ء تک

اس خاندان کا مورثِ اعلی **سلطان قلی** ایک ترک تھا۔ آغازِ جوانی مین اپنے

وطن ہمدان+ سے دکن کیطرف سفر کیا۔ حُسنِ خدمت اور ذاتی لیاقت نے گول کنڈے کی صوبہ داری کیساتھ صاحب× السیف و القلم کا خطاب بھی شاہان بہمنیہ کے دربار سے دلوا دیا۔ حالانکہ یہ حکومت کچھ زیادہ زمین کے حصون پر شامل نتھی مگر صوبہ دارِ مذکور نے ہر امر مین شاہان ایران کی تقلید کو اپنا فخر سمجھ لیا تھا سلطان محمود بہمنی کے ضعفِ سلطنت نے اس گورنر کو بھی خود سر کر دیا تھا آخر ۹۱۸ھ مطابق ۱۵۱۲ء مین اکثر اراکینِ دربار کے اتفاق سے قطب شاہ کا لقب اختیار کیا۔ اور آیندہ سے یہی لقب اس خاندان کے ہر بادشاہ نے اپنے نام کا ایک جز قرار دے لیا۔

باوجودیکہ قطب شاہِ مذکور نے ایک خود مختار بادشاہ کی حیثیت اختیار کر لی تھی مگر پھر بھی سلطان محمود بہمنی کیخدمت مین ہر مہینے زرِ نقد اور مختلف قسم کے تحفے بھیجنا اپنا فرض قرار دے لیا تھا۔ جب ایران سے شاہ اسماعیلِ صفوی کی تخت نشینی کی خبر دکن پہنچی اوسوقت سے برابر اپنے دین کے رواج مین کوشش شروع کی اور چونکہ شیعہ ہونیکے باعث سے خاندانِ صفوی سے ارادت بھی تھی ہر خطبے مین شاہ اسماعیل صفوی کے نام کو اپنے نام پر مقدم رکھنا اختیار کیا تھا۔

تینتیس ۳۳ سال کی فرمانروائی کے بعد کے بعد ایک غلامِ ترکی کی تلوار نے اس مفید زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

قطب شاہ کے تین لڑکے تھے جمشید۔ حیدر اور ابراہیم مگر جمشید نے ولد اکبر ہونے کے سبب سے تختِ حکومت پر قدم رکھا اور ابتدا مین ایک حد تک

+ ایران کے ایک شہر کا نام ہی۔ × یہ خطاب اگلے زمانے مین اوس شخص کو دیا جاتا تھا جو فوجی و مالی وغیرہ صیغون مین اعلی درجہ کی لیاقت رکھتا تھا۔

اپنے باپ کی ہر امر مین تقلید کی مگر آخر عمر مین جسمانی امراض کی پے در پے تکلیفون نے بے انتہا کج خلق کر دیا تھا۔ سات برس فرمانروائی کرکے وفات پائی۔ امراے سلطنت نے ابراہیم کو جمشید کا حقیقی بھائی سمجھکر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ ابراہیم کے بعد انکے لڑکے محمد قلی نے وراثتاً مسند حکومت پر قدم رکھا اس وقت اس بادشاہ کی عمر بارہ برس کی تھی۔ کم عمری نے باوجود اکثر خوبیونکے حد درجے کا عیش پرست کر دیا تھا۔ آخر گیارہ برسکے بعد انتقال کیا۔ اب عبد اللہ قطب شاہ کی نوبت آئی۔ اس بادشاہ نے ساٹھ برس کامل حکومت کے بعد انتقال کیا۔ چونکہ اس موخر الذکر بادشاہ کی نسل سے کوئی لڑکا موجود نہ تھا ناچار سلطان ابوالحسن تانا شاہ کے ہاتھ مین عنان حکومت دی گئی جو بادشاہ مذکور کے۔ علاوہ اور قرابت کے داماد بھی تھے۔

سلطان ابوالحسن کا مزاج ابتداے عمر سے درویشانہ واقع ہوا تھا۔ اکثر وقت فقرا کی خدمت مین بسر ہوتا تھا۔ چونکہ یہ باتین بادشاہون کے رتبے سے گری ہوئین تھین عبد اللہ مذکور کو تانا شاہ سے اسقدر نفرت ہوگئی تھی کہ سامنے آنے کا حکم نہ تھا۔ اسی زمانے مین بادشاہ کو اپنی لڑکی کا نکاح کرنا مقصود ہوا۔ تقدیر نے ہر طرف سے مجبور کرکے سلطان ابوالحسن تانا شاہ کے ساتھ یہ عقد قرار دیکر بہت تھوڑی مدت مین سلطان مذکور کو اس حکومت کا ایک مستقل فرمانروا بنا دیا۔ چونکہ تانا شاہ کی عمر کا ابتدائی حصہ غربت مین فقرا کے ساتھ بسر ہوا تھا اور غرور وغیرہ طبیعت سے رخصت ہو چکا تھا اس سلطنت کی خوشی نے اوسکی مستقل مزاجی مین کوئی تغیر پیدا نکیا۔ تمام مورخ اس بادشاہ کے اخلاق کے مداح ہین۔ اس

قطب شاہی سلطنت مین جسقدر جواہر کثرت سے موجود تھا دکھن کے اور کسی خزانے مین نہ تھا آخریہی خوبی تباہی اور مصیبت کا سبب ہوئی اورنگ زیب عالمگیر نے اسطرف کی تسخیر کا عزم کیا۔ وجہ وبیوجہ پرخاش پیدا کرکے لشکر کشی شروع کردی۔ ایک عرصے تک فوجِ شاہی قلعہ کے محاصرے مین مشغول رہی جب کچھ کار برآری نہوئی اور قسم قسم کی تدبیرون سے کام لیا گیا۔ یہانتک کہ ایک نمک حرام نوکر کی سازش سے قلعہ فتح کیا گیا اور اس حکومت کا بھی شاہان بابر کے ہاتھ سے خاتمہ ہوا۔

صوبۂ بنگال۔ یہ صوبہ قطب الدین ایبک کے زمانے مین یہان کے باشندون سے لڑکر لیا گیا تھا پھر اکبر شاہ کے عہد مین سلطنت مغلیہ مین شامل کرلیا گیا۔ شاہانِ دہلی کیطرف سے جو لوگ یہان کے گورنر مقرر ہوے وہ مذہبًا سُنی تھے۔ مگر آخر مین دو تین شیعہ خاندانون نے یہان حکومت کی ہے یہ لوگ شاہان دہلی اور انریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے اس معزز عہدے پر سرفراز کیے گئے تھے۔ مگر یہ لوگ عمومًا "ناظم" (انتظام کرنیوالے) کے لقب سے ملقب رہے کبھی بادشاہ کا لقب اختیار نہین کیا مگر نسدآباد ان لوگون کا کچھ عرصے سے ارحکومت ہوگیا تھا۔

اودھ۔ یہ آجکل برٹش انڈیا کا ایک زرخیز علاقہ ہے ۲۴۲۴۶ مربع میل کا رقبہ ہے لکھنو۔ اجودھیا (فیض آباد) رائے بریلی۔ سیتاپور اس صوبے کے نامبرآوردہ شہر ہین۔ سنسکرت زبان کے جاننے والے اس علاقے کو ایک پرانا کوسالا یا مقام تہذیب بیان کرتے ہین۔

۱۱۹۵ء مین شاہانِ مغلیہ کے حکم سے یہ صوبہ فتح ہو کر سلطنت دہلی
مین شامل کر لیا گیا تھا۔ اسوقت سے مختلف گورنر دربار دہلی کیطرف سے
یہان کی حکومت کیواسطے مقرر ہوتے رہے آخر منصور علی خان صفدر
جنگ اس طرف کے صوبہ دار مقرر ہوے۔ انہون نے ۱۷۵۳ء مین احمد شاہ
بادشاہ دہلی کی ناقدردانی سے آزردہ ہو کر خود بادشاہ کو اس امر پر مجبور کیا کہ
یہ حکومت نسلاً بعد نسلٍ انہین صفدر جنگ اور اون کے خاندان والون
کے نام مقرر کیجائے۔

نواب شجاع الدولہ۔ نواب صفدر جنگ کے لڑکے تھے
اپنے دم سے اس صوبے کے خود مختار گورنر ہوئے۔ اور ایک عرصے
تک انھین کے خاندان کے لوگ کبھی "نواب" اور کبھی "بادشاہ" کے لقب سے
مسند نشین ہوتے رہے یہانتک کہ واجد علی شاہ کے اون ناجائز افعال نے
جو ایک بیدار مغز حاکم کی رتبے سے بہت پست تھے آنرایبل ایسٹ انڈیا کمپنی
کو انتزاعِ سلطنت پر مجبور کیا۔ جب بہت فہمائش کے بعد بھی کوئی اصلاح امور سلطنت
مین نہوئی ناچار ۱۸۵۶ء مین ۷ فروری کو تمام صوبۂ اودھ موصوف الصدر کمپنی
نے اپنی نگرانی مین لیلیا۔

ایران (پرشیا)

دنیامین منجملہ اور پرانی سلطنتون کے ایران بھی ایک بہت قدیم اور وسیع سلطنت تھی مگر اب وہ حالت اس سلطنت کی باقی نہین رہی ایران کا لفظ بتاتا ہی کہ یہ زمین کسی زمانے مین آریہ قوم کا وطن تھی. انکے علوم وفنون نے یہان رہکر بہت کچھ ترقی کی تھی۔ مگر افسوس ان تمام علوم کا آج تاریخ کے سوا اور کہین پتا نہین۔

ایران کے شمال کیجانب خیوہ وغیرہ روسی سرحد کے ملک ہین بحر کاسپین بھی اسی سمت واقع ہی. مشرق مین بخارا۔ افغانستان اور بلوچستان ہے جنوب کیطرف خلیج فارس اور اسٹریٹ آف ارمز ہے مغرب کیطرف شط العرب اور ایشیائی ٹرکی ہی۔ ۶۲۸۰۰۰ چھ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع میل کا رقبہ ہی زیادہ تر یہان کی زمین بلند واقع ہوئی ہی خصوصًا وہ حصہ جسکے شمال کیطرف کوہ البرز اور مغرب مین کوہ زگروس. جنوب مین کوہستانِ کرمان اور مشرق مین۔ افغانستان ہی سب سے زیادہ بلند ہی یہ قطعہ زمین ۲۰۰۰ سے ۵ ہزار فیٹ تک سمندر کے سطح سے بلند ہی۔ اسی طرح ایران کی اور زمین کے مقابل مین وہ حصہ سب سے زیادہ پست ہی جو صوبۂ خراسان کے شمال و مغرب مین واقع ہی اور جسکا نام انگریزی مین سالٹ ڈیزرٹ[+] (دشتِ نمک) ہی ورنہ عام طور سے اس ملک کی زمین تقریبًا ۳۰۰۰ فیٹ سمندر کے سطح سے بلند ہے۔

+ پرانی فارسی مین اسکو دشت بیاد کہتے تھے اور چارسو فیٹ طول مین اور ڈھائی سو فیٹ عرض مین ہے۔

قدرتی پیداوار کے لحاظ سے اس ملک کو زیادہ زرخیز کہنا درست نہوگا۔ کیونکہ تقریباً خراسان کا پورا صوبہ آدھا شمالی حصہ کرمان۔ اور اسی طرح عراقِ عجمی کا مشرقی حصہ قریب قریب زرخیز نہونیکے سمجھا جاتا ہی۔ اِن مقامات کی زمین مین نمک بکثرت پایا جاتا ہے کہین پانی کی کمیابی کے سبب سے زراعت نہین ہوسکتی۔ مگر بعض حصے ایران کے بہت خوبصورت اور بکثرت زرخیز ہین۔ کوہستان کرمان کی درمیانی گھاٹیان اپنی قدرتی خوبصورتی کیلیئے بہت مشہور ہین جہان بہت اعلیٰ قسم کی نباتی چیزین بھی پیدا ہوتی ہین۔ فارس۔ خوزِستان۔ آزرِبیلان وغیرہ اس ملک کے زرخیز صوبے ہین۔

ایران مین بس ایک دریا ایسا ہی جو اپنے عمق کی لحاظ سے جہازرانی کی کام مین آسکتا ہی ورنہ اکثر باوجودیکہ بہت بڑی ہین مگر اس مصرف کے نہین اسمین سے قابل ذکر فقط چندیہ ہین مثلاً (۱) دریاے قارون یہ اصفہان کے جنوبی پہاڑون سے نکلکر پہلے مغرب کیطرف بہتا ہی پھر مغرب اور جنوب کیطرف پہنچکر شط العرب مین گرتا ہی ۱۸۸۸ء مین۔ ناصر الدین شاہ کے حکم سے اسی دریا مین جہازی سفر کا سلسلہ شروع ہوا۔ (۲) دریائے کراسو یہ دریا بھی اپنی پیدایش مین قریب قریب دریائے قارون کے ہی۔ صوبہ لُرستان کا مغربی حصہ۔ اور صوبہ خوزستان اسی سی سیراب ہوتا ہی (۳) سفید رود یہ بھی ایک بڑا دریا ہی جو کوہستان ساہُند سے نکلکر مشرق کیطرف بہتا ہی اور دریائے کاسپین مین گرتا ہی (۴) اٹریک یہ ایران مین سب سے بڑا دریا ہی مگر مشکل سے اسکو ایران کا دریا کہہ سکتے ہین کیونکہ اس ملک کا کچھ وہ حصہ جو شمال کیجانب واقع ہی اس سے سیراب ہوتا ہی اگر ان دریاؤن کا پانی نہر وغیرہ مختلف آب پاشی کے ذریعون سے کام مین لایا جائے اُسوقت

بہت کچھ زمین کی زرخیزی بڑھ سکتی ہی۔ خود ایرانکے بادشاہونکے زمانے کے آثار آب پاشی
ابھی تک باقی ہین جنکو دیکھکر زمانہ حال کے ایرانی بہت کچھ فائدہ اوٹھا سکتے ہین۔

دریا کے علاوہ اکثر جھیلین قدرتی چشمے یہان موجود ہین جن سے بخوبی آب پاشی
ممکن ہی مثلاً چشمہ ارومیا آذربائجان کیطرف بختیگان فارس مین جو انگریزی
ساٹھ میل کے قریب طول مین ہی چشمہ شیراز وغیرہ۔

ایران بھی ہندوستان کیطرح مختلف صوبون پر تقسیم ہی۔ ایک ایک صوبے
مین کئی کئی شہر ہین۔ ہر صوبے مین ایک گورنر مقرر ہے۔ مگر یہ چند صوبے قابلِ ذکر ہین
مازندران یہ شمالی ایران کا صوبہ ہی اسکا رقبہ پندرہ ہزار چھ سو مربع میل ہی۔ اس مقام
کی زمین جو دریاے کاسپین کے کنارے واقع ہی بالکل ترائی کی زمین ہی۔ البتہ درمیانی
حصہ بلندی کے سبب سے ترائی سی بہتر اور پہاڑی زمین زرخیز ہے۔ چانول۔ روئی۔ نیشکر (گنا)
کی پیدائش یہان اچھی ہوتی ہی۔ اس ضلع مین شاہ عباس اعظم کی بنوائی ہوئی ایک
پختہ سڑک ابتک موجود ہی۔ آبادی تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار آدمیون کی ہی ساری
اس صوبے کا دار الحکومت ہی۔ گیلان یہ صوبہ کوہ البرز اور کاسپین کے درمیان
واقع ہی۔ طول مین ڈیڑھ سو میل اور عرض مین ستر میل کے قریب ہی اسکا خاص شہر رشت
ہے آب و ہوا یہان کی عمدہ نہین۔

خراسان (آفتاب کی زمین) یہ ضلع ایران کے شمال و مشرق مین واقع ہی خیوہ
شمال مین اور افغانستان اسکی مشرق کیطرف آباد ہین۔ یہانکا خاص شہر مشہد
ہے شیعون کے آٹھوین امام کا مزارِ مقدس اسی صوبے مین ہی۔ رقبہ اسکا تقریباً ۲ لاکھ

دو لاکھ دس ہزار مربع میل ہی - مگر قریب ایک تہائی کی نمکستان ہی- کچھ ریگستان ہی باقی زمین البتہ زرخیز ہے- روئی- ریشم- سن- تمباکو کی پیداوار کے واسطے یہ مقام مشہور ہی-

نیشاپور- یزد اور **استرآباد** یہانکے نامبرآوردہ شہر ہین- اسی ضلع کے پہاڑون مین سونا- چاندی کم اور فیروزہ بکثرت پیدا ہوتا ہی اس صوبے کی تلوار اپنی خوبی کے لئے ضرب المثل ہی یزد مین پارسی بکثرت ہین گویا یہ انھین کے دم سے آباد ہے-

قدیم زمانے مین **یونان** والے **خراسان** کو **پارتھیا** کہتے تھے کبھی اسکو **ایریا** بھی کہتے تھے **خوارزم** اُس عہد مین اسی صوبے کا حصہ تھا-

خوزستان زمانۂ گذشتہ مین یونانی اسکو "**سوسی آنا**" کہتے تھے آجکل اسکو **خوزستان** کہتے ہین اس صوبے کی وہ زمین جو شمال و مشرق مین ہی عموماً کوہستانی ہی البتہ جنوب و مغرب مین ایک عمدہ حصہ قابل زراعت زمین کا ہے آبادی کا حال معلوم نہین کہ کسقدر ہے اس ضلع کے خاص شہر **شوستر- دیزفل- محمرہ** ہین ریشم کے کیڑے یہان بکثرت پالے جاتے ہین-

کرمان خلیج **فارس** کے کنارے آباد ہی **لرستان** یہ صوبہ **شیراز** کے جنوب و مشرق مین واقع ہی- جسکا فاصلہ شیراز سے ۱۸۰ میل ہی **لر** اسکا خاص شہر ہی یہان کا بازار آبادی کی لحاظ سے تمام ایران مین مشہور ہی- ۱۲ ہزار کی آبادی ہی یہان کے رہنے والے تلوار اور سوتی کپڑے بنانے مین بڑے مشاق ہین-

فارس یہ اصل مین **پارس** ہی (یعنے ارضِ مقدس) ہر قوم نے مذہبی بزرگون کے حکم سے اپنے ملک مین ایک ایک مقام متبرک مقرر کر لیا ہی جو بڑی

عظمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہی۔ مثلاً یہودون اور عیسائیون نے شام مین
بیت المقدس اور عرب مین اکثر پیغمبرون نے اور سکے بعد پیغمبر اسلام
نے مکے کو معظم تسلیم کیا ہی ہندوستان مین کاشی متھرا اسی طرح ایران
والون نے اس قطعہ زمین کو بہت بزرگ سمجھا ہی۔

یہ ایک بہت بڑا صوبہ ہی رقبہ ۵۵ ہزار مربع میل کا بتایا جاتا ہی۔ اور سترہ لاکھ
کی آبادی ہی۔ یہ صوبہ خلیج فارس کے مشرقی کنارے کیطرف واقع ہی۔ یہانکی پیداوار
مین شراب۔ انگور۔ روئی۔ اور ریشم وغیرہ شامل ہی معدنیات مین لوہا۔ سیسہ
سنگ مرمر۔ سُہاگہ وغیرہ اس نواح مین بہت پیدا ہوتا ہی۔ اسکے خاص شہر شیراز
جہرُوم۔ داراب گرد۔ بہبہان اور بوشہر ہین بوشہر ایرانکا ایک بہت بڑا بندرگاہ
ہی جو خلیج فارس کے پورب مین واقع ہی یہان ستائیس ہزار آدمیون کی آبادی ہے
اسی ضلع مین شیراز کی شمال کیجانب تیس میل کی فاصلے پر پرسیپولس (اصطخر) ایک
پرانے شہر کے کچھ کھنڈر ہین۔ یورپ کے سیاحون نے بہت کچھ یہان سے تاریخی معلومات
حاصل کی ہی یہ مقام ایرانی قدیم بادشاہون کا دارالسلطنت رہچکا ہی شاہپور بھی اسی
صوبے مین واقع ہی جو آجکل بالکل برباد ہی۔

آذربائی جان یہ ضلع ایران کی بالکل شمال مین واقع ہی اسکے جنوب مین ایرانی
کردستان اور عراق عجمی ہی۔ مشرق مین گیلان۔ شمال مین روسی سرحد
اور مغرب مین ٹرکی کردستان ہی۔ تیس ہزار مربع میل کا رقبہ ہی۔ مردم شماری
اس صوبے کی بیس لاکھ ہی۔ اسطرف پہاڑ بکثرت ہین جو سات ہزار فیٹ سے نو ہزار

فیٹ تک بلند ہین

یہان ایک بہت بڑی نمک کی جھیل ہو جسکا نام **لیک آف یورومیاہ** ہو
یہ جھیل اس صوبے کے مغربی کنارے پر واقع ہوئی ہے جسکا طول ستر میل اور عرض
۳۰ میل کی قریب ہو اسکے پانی مین نمک اسقدر زیادہ مقدار مین موجود ہو کہ کوئی مچھلی
زندہ نہین رہ سکتی۔

اس صوبے کی ہوا صحت بخش ہو۔ ژالہ باری (اولے پڑنا) یہان بکثرت ہوتی ہو
چانول جو۔ گیہون۔ تمباکو۔ زعفران روئی وغیرہ کی پیداوار یہان عمدہ اور کثرت سے ہے
معدنیات مین۔ لوہا۔ سیسا۔ تانبا۔ گندھک شورہ وغیرہ بہت زیادہ پایا جاتا ہو۔
مخمل اونی اور ریشمی کپڑے قالین۔ چمڑا اس صوبے سے بکثرت باہر جاتا ہو۔

تبریز اس مقام کا دارالحکومت ہو۔ یہانکی آبادی ایک لاکھ اسی ہزار کے
قریب بیان کیجاتی ہو۔ اس صوبے کی نام آوردہ شہرونمین ایک **یُورُومِیاہ** ہو
جو نام بردہ نمک کی جھیل کی کناری آباد ہو یہ شہر **حضرت زردشت** کا
مسقط الراس (ولادتگاہ) ہونیکے سبب سے پارسیون کا ایک متبرک مقام ہو **مراغہ**
اس ضلع کا دوسرا مشہور شہر ہو جہان کسی زمانے مین خواجہ **نصرالدین** طوسی نے
جو مذہبا شیعہ اور ریاضی کے ایک مسلم الثبوت عالم تھے۔ ایک رصدگاہ بنائی تھی انکے علاوہ
میانہ۔ **کوہی سلمس اردبیل** یہان کے بہت مشہور شہر ہین۔

عراق عجمی یہ ایران کا ایک بہت بڑا درمیانی صوبہ ہو۔ قدیم زمانے
مین یونانی جغرافیہ دانون کے حساب سے یہ **میڈیا** مین شامل تھا آجکل اس

حصے کو علیحدہ کرکے "عراق عجمی" اسکا نام رکھدیا ہے اسکے شمال مین کوہ البرز۔ آذربائجان۔ گیلان و مازندران ہی۔ مشرق مین خراسان ہی جنوب و مغرب کی سمت اکثر پہاڑ واقع ہوئے ہین۔ اسکے مشہور شہر وننین طہران اور اصفہان ہی

طہران جو زمانۂ حال کے بادشاہونکا دارالسلطنت ہی رونق و آبادی کے لحاظ سے ایرانمین اپنا آپ جواب ہی ناصرالدین شاہ کی زمانے مین دو لاکھ پچاس ہزار کی مردم شماری تھی۔ بارھوین صدی عیسوی مین یہ بالکل خراب حالت مین تھا۔ نہ سڑکین عمدہ تھین نہ کوئی مکان قابل تعریف تھا۔ اوس زمانے مین طہرانکے باشندے زمین کی اندر مکان بناکر سکونت کرتے تھے۔ لیکن ۱۶۱۸ء سے اس شہر نے ترقی شروع کی۔ مگر آج سے تقریبًا ایک صدی پہلے آغا محمد قاچار کے زمانے سے یہ مقام روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

طہران سمندر کی سطح سے تین ہزار آٹھ سو (۳۸۰۰) فیٹ بلند ہی حالانکہ یہ شہر ایک میدان مین واقع ہی مگر پھر بھی دس میل کے فاصلے پر کوہ شمران اور چالیس میل کے فاصلے پر کوہ دماوند ہی اوّل الذکر پہاڑ سمندر کی سطح سے ۱۲ ہزار فیٹ اور موخرالذکر ۱۹۴۰۰ فیٹ بلند ہی۔ یہ شہر زمانۂ حال و قدیم کے لحاظ سے دو حصّون پر تقسیم کیا گیا ہی۔ طہران قدیم اور طہران جدید پرانے طہران کی سڑکین بالکل تنگ کثیف اور بہت خراب طریقے سے بنائی گئین ہین۔ مگر طہران جدید کی سڑکین پختہ اور بہت وسیع ہین۔ سڑکون کے دونون طرف سایہ دار درخت لگا دینے سے حُسن دوبالا ہو گیا ہی۔ عمارتین بھی اس حصے کی اصولِ فنِ عمارت کے مطابق اور

جدید فیشن کی بنائی گئین ہین عمدہ سے عمدہ یورپ کی سواری گاڑیان فٹین -
موٹر کار ہر طرف شہر مین نظر آتے ہین ٹرامویے بھی ایک عرصے سے جاری ہی بجلی
کی روشنی اور گیس کی روشنی سے سارا شہر روشن کیا جاتا ہی -

اس شہر کا چوک بہت وسیع ہی جسکے درمیان مین چند فوارے نصب کیے گئے ہین -
زمین پتھرون کے ذریعے سے پختہ کی گئی ہی یہ مقام فوجی سپاہیونکا تفرج گاہ اور عام پبلک کے
لیے نمائشگاہ ہی - اسکے عقب مین شاہی قلعہ ہی جسکے گرد ایک دیوار ہی اور موقع موقع سے
مینار ہین - سرکاری خزانہ - شاہی محل - بارود خانہ - اسلحہ خانہ - شاہی کالج - کچہری
اور ایک تھیٹر ہال خاص اسی قلعے کے اندر ہے اس چوک کی چھ بڑی بڑے پھاٹک ہین
جنکے اندر سے ہو کر چوک مین جاتے ہین یہ پھاٹک عموماً رات کی وقت بند کر دے جاتے
ہین اور پھر صبح تک بند رہتے ہین ان چھ دروازون سے فقط اوس ایک دروازے پر جسکے
اندر سے قلعۂ شاہی کی راہ ہے ایک نشان شاہی نصب ہی صبح و شام دو وقت اسی پھاٹک
پر نوبت بجتی ہی یورپین ساخت کا اسباب یہانکے بازار مین نہایت قدر کیساتھ
فروخت ہوتا ہی -

اسی قلعے مین **قصر آفتاب** نامی ایک عمارت ہی جسمین اعلے درجے کی جواہر
موجود ہین سینکڑون برس پہلے کی جواہر کا خزانہ یہان جمع ہی - ایک شیشے کے بڑے کیس
مین بڑے بڑے موتیونکا انبار اسطرح لگایا گیا ہے جسطرح سمندر کے کنارے بعض وقت
ہوا کے زور سے بالو کا ڈھیر ہو جاتا ہی جسطرف نظر جاتی ہی - الماس (ہیرا)، زمرد، لعل
یاقوت اور نیلم کا انبار لگا ہے جسکی شعاع سے نگاہ خیرگی کرنے لگتی ہی مرصع خود (لوہی کی ٹوپی)

مرصع جھلم بھی بکثرت یہان موجود ہین - اس خزانے مین ایک یاقوت ایسا بے مثل موجود ہے کہ انگریزی مورخ بیان کرتے ہین کہ جب کسی برتن مین پانی بھر کر یہ یاقوت کا ٹکڑا ڈالا جاتا ہی اُس سے اس طرح کی سُرخ روشنی پیدا ہوتی ہی جسکے اثر سے سارا پانی بڑا انتہا سُرخ ہوجاتا ہے۔

اسی خزانے مین ایک کُرہ (گلوب) اسطرح کا ہی جسکا قطر (ڈائی میٹر) ۲۰ انچ کا ہی یہ ایک سونیکے فریم (محور) پر گردش کرتا ہی - زمین کے مختلف حصے ظاہر کرنیکے لیئے مختلف قسم کے بیش قیمت جواہر کام مین لائے گئے ہین - مثلاً جہان سمندر دکھایا ہی وہان فیروزے اس خوبی سے لگائے ہین کہ بیان سی باہر ہے ایران کے مقام پر بہت قیمتی ہیرے نصب کیئے گئے ہین کوہِ نور جو اس سلطنت ایران کا ایک بہت مشہور ہیرا ہے بہت احتیاط سے ایک لوہی کے دوہرے صندوقچے مین بند رکھا جاتا ہی۔

اصفہان - بادشاہانِ صفویہ کے عہد مین یہ شہر تمام ملک کا دارالسلطنت تھا - طہران سے ۲۲۶ میل کے فاصلے پر واقع ہے مگراب برباد ہے - دریائے تندرود کے جنوبی کنارے پر سُلفا کسی زمانے مین بہت آباد تھا جہان تین ہزار ارمنی عیسائیون کی بستی تھی مگراب بہت سے ارمنی یہان سے ہندوستان کیطرف چلے گئے ہین۔ مگر اسوقت بھی اصفہان سوتی - اونی - اور ریشمی کپڑونکے واسطے مشہور ہی۔

ناصرالدین شاہ مرحوم نے یہانکی اکثر قدیم افتادہ عمارتون کو ازسرنو تعمیر کروایا ہے اور اس ضلع کی زراعت کو بھی بہت ترقی دی ہی اس زمانے مین اس شہر کی آبادی ۸۲ ہزار آدمیونکی بیان کیجاتی ہے - شاہان صفویہ کے زمانے مین دس لاکھ

کی آبادی تھی۔

بندر عباس اسکا اصلی نام گوم برُون ہے یہ خلیج فارس کے دہانے کے قریب آباد ہے سنہ ۱۶۱۳ء کے قریب انگریزون اور فرانس والون نے شاہ عباس اعظم کے حکم سے یہان اپنی اپنی تجارت کی کوٹھیان قائم کی تھین سنہ ۱۶۲۲ء مین جب شاہ عباس اعظم نے انگریزونکی مدد سے بندرگاہ اُرمز ۔ پرتگال والون کو شکست دیکر فتح کیا اوسوقت گوم برون کو مرکز تجارت قرار دیکر "بندر عباس" نام رکھا۔ پیشتر اسکی آبادی کچھ زیادہ تھی مگر اب سات آٹھ ہزار آدمیون کی بستی ہی۔

موسم آج سے دو ہزار برس پیشتر کینخسرو نے کسی تقریر کے سلسلے مین کہا تھا کہ ایران کا موسم بہت مختلف ہی کہین سردی اسقدر ہی جسکے اثر سے زندگی ممکن نہین۔ کہین گرمی کی شدت انسان کو ہلاک کرتی ہی فی الواقع آجتک یہی حال ہی ایران مین حکمائے ایران نے تین تین مہینے کا ایک ایک موسم قرار دیکر سال کے چار موسم قرار دیے ہین: (۱) بہار ۲۱ مارچ سے ۲۰ جون تک (۲) تابستان (گرمی) ۲۱ جون سے ۲۰ ستمبر تک (۳) پائیز ۲۱ ستمبر سے ۲۰ دسمبر تک (۴) زمستان ۲۱ دسمبر سے ۲۰ مارچ تک۔

بہار ۲۱ مارچ سے تمام قدرتی چیزون مین ایک تغیر پیدا ہوجاتا ہی۔ درختون مین پتے پھول پیدا ہونے لگتے ہین اکثر جانور جو سردی کی شدت سے جلاوطن ہوگئے تھے اب واپس آتے ہین۔ برف باری بالکل موقوف اس زمانے مین کبھی کبھی بادل آکر برس جاتا ہی اور کبھی بارش نہین بھی ہوتی ۔

(۲) تابستان یعنی گرمی کی فصل اکثر ایران کی گرمی ایسی ہوتی ہی جیسے ہندوستان

کا گلابی جاڑا مگر بعض ضلعونمین گرمی اس شدت کی ہوتی ہو کہ آدمی ترک وطن پر مجبور ہوجاتے ہین ورنہ ہلاک ہوجائین۔ بہار کے پھل اس زمانے مین پک جاتے ہین۔ اور اکثر راہین جو بہار کے زمانے مین بھی برف سے چھپی ہوئین تھین اب برف پگھل جانیسے کھل جاتی ہین اور تجارت شروع ہو جاتی ہو۔

(پائیز) یعنے جاڑی کا موسم جو ۲۱ ستمبر سے شروع ہوتا ہو۔ اس زمانے مین یہان برف باری کی شدت سے دریا چشمے۔ تالاب بند ہونے لگتے ہین۔ درختون کے پتے بالکل گرجاتے ہین۔ سب لوگ مکان بند کرکے رہتے ہین۔ کئی مہینے کا سامان بیشتر سے فراہم کرلیا جاتا ہو ورنہ پھر دستیاب ہونا نہایت مشکل ہو۔

(زمستان) یہ گویا جاڑے کی شدت کا زمانہ ہو۔ اس فصل مین دفعتاً ہوا بند ہوکر ابر سا گھر آتا ہو پھر سفید غبار سا برستا نظر آتا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ابر صاف ہوگیا اوسوقت ہر چہار طرف یہ معلوم ہوتا ہو کہ کوئی سفید آٹا چھڑک گیا ہو یہ اصل مین برف ہو جسے یخ کہتے ہین اکثر اس زمانے مین مینھ بھی برستا ہو۔

آب وہوا بستثنا اون ضلعونکے جو نشیب مین دریا کے کنارے ترائی مین ہین عموماً ایران کی آب وہوا بہت صحت بخش ہے علی الخصوص تبریز وشیراز اپنی آب وہوا کی خوبی کیلئے ہمیشہ سے مشہور ہین۔

ایرانی اور اونکی قوم۔ ایرانمین مختلف نسلونکے ملجانے سے اسوقت یہ کہنا کہ ایرانی کس نسل سے ہین مشکل ہو۔ آریہ اور سمیٹیک ایسے ایک ہوگئے ہین کہ اب انمین امتیاز ناممکن سمجھا جاتا ہو۔ بہر صورت حال کے ایرانی انھین مختلف قومونکی یادگار ہین۔ اسوقت

بادشاہون کے بزرگ جو قوم کے قاجاری ترک ہین تاتار اور ترکون کی نسل سے ہین۔

آجکل ایران کی آبادی مین پارسی (جو ایران کے اصلی باشندے ہین) بلوچی افغان ہندو جاٹ - ارمنی - یوروپین شامل ہین - زیادہ تر یہان وہ لوگ آباد ہین جنہون نے عرب سے آکر ہمیشہ کیواسطے اس سرزمین پر سکونت اختیار کرلی ہے - ان سب کی تعداد تقریبًا ستر لاکھ سے کچھ زیادہ ہو - انکے علاوہ بیس لاکھ سے کچھ زیادہ وحشی اور خانہ بدوش فرقے ہین جنکو ایران کی زبان مین ایلات (یعنی وحشی خاندان) کہتے ہین اسلیے ایران کی آبادی نوّے لاکھ سے کچھ زیادہ سمجھنا چاہیے۔

ایرانیونکی روزانہ زندگی اگلے زمانے کے تعلیم یافتہ ایرانی آدمی جب تک اونکی داڑہی خضاب سے رنگی ہوتی تھی مکان سے باہر قدم نرکھتے تھے - ہاتھ کی کسی ایک انگلی یا کم سے کم ایک ناخن مین مینھدی کا رنگ ہونا بھی فیشن مین داخل تھا - مگر اب اس زمانے مین ان باتون کو بالکل ضرور سے زائد سمجھکر چھوڑ دیا ہو - صبحکو اُٹھکر صبحکی نماز کے بعد چائے پیکر اپنے اپنے کام پر جانا یہانکا ایک عام طریقہ ہے - شراب کا رواج بکثرت ہے - افیون وغیرہ بھی اکثر کام مین آتی ہے - باوجودیکہ گورنمنٹ کیطرف سے مسلمانونکی واسطے شرابخواری کی سخت سزائین مقرر ہین مگر پھر بھی اکثر بدمعاش نہین مانتے۔ مہمان کی خاطر تواضع ان لوگونکا اصلی جوہر ہے - مہمان کے بلانے اور اُسکے سات برتاؤ کرنیکے مختلف قاعدے معیّن ہین - جو یہان کی تہذیب و شائستگی کیلیے بہت ہی ضروری سمجھے جاتے ہین باوجودیکہ اسلام کے بعد سے ایران ایران نرہا مگر پھر بھی انکے گھرونکا بندوبست انکے آداب محفلی علم - **تدبیر منازل** کے لیے ایک نمونہ ہین۔

ان لوگونکا یہ خاص دستور ہو کہ بیکار اپنے اوقات ضائع نہین کرتے اگر اور کچھ نہین

خوشنویسی کی مشق شروع کردیتے ہین۔ اکثر معمولی حیثیت کے آدمی چائے خانون مین تفریح طبع
کیلئے چلے جاتے ہین۔ جہان فردوسی کا شاہنامہ حافظ کا دیوان پڑھا جاتا ہو۔ بڑی
حیثیت کے لوگ یہ سب سامان اپنے گھر مین فراہم کرتے ہین۔ انگریزی کرکٹ۔ فٹ بال۔
لان ٹینس سے بھی یہ لوگ واقف ہین جو بڑی خوشی کیساتھ کھیلا جاتا ہو۔ سبزہ و آب رواں
باغ و گلزار کا شوق انکی خلقت مین داخل ہو۔ کسی امیر آدمی کا ایسا مکان نہ ملیگا جہان آب
روان۔ فوارے۔ سرو و گل کے درخت بکثرت موجود نہون موسم بہار مین شکار کھیلنے کیلئے جنگلون
یا کبھی پہاڑون پر نکلجاتے ہین اور سابق مین تیر و کمان سے شکار کھیلتے تھے مگر اب ایک مدت سے
بندوق کام مین آتی ہو۔ باز۔ شاہین وغیرہ جانوران شکاری بھی اسی غرض سے پالی جاتی ہین
مگر مذہبی تعلیم یافتہ جو شکار کو مذہبًا ناجائز جانتے ہین ہرگز شکار نہین کھیلتے۔

زبان۔ ایران کی قدیم زبان جو سنسکرت کی شاخ تھی آجکل بالکل متروک ہو
البتہ چند کتابین اس زبان مین پائی جاتی ہین جو پارسیون نے بہزار مصیبت زمانے کے
ہاتھون سے بچائین ہین۔ مثلاً۔ ژند یا اوسکی شرح (کی)، پا ژند یا خود اس شرح کی شرح اُستا
خوزدہ اُستا۔ دساتیر۔ مینوے خرد۔ کشتاب وغیرہ ان کتابونکے علاوہ
اور یہ زبان کہین نہین پائی جاتی۔

البتہ وہ فارسی جو یزدگرد کے زمانے مین بولی جاتی تھی عربی الفاظ سے ملکر آجکل کئی
سو برس سے مستعمل ہو۔ مگر اس زمانے کے تعلیم یافتہ ایرانی فارسی کو اپنی مادری زبان
سمجھکر اوسکی ترقی کی فکر کررہے ہین۔ جہانتک ممکن ہوتا ہو عربی الفاظ بہت کم استعمال
کرتے ہین کیونکہ زبان جب تک اپنی اصلی حالت پر نہ آئے گی ترقی نہ کرسکے گی۔

مگر افسوس یہ مبارک خیال اسوقت پیدا ہوا جب عربی کی تسلط نے سیکڑون الفاظ فارسی کے متروک کردئے چنانچہ اس زمانے کی جسقدر کتابین میری نظر سے گذرین ہین ان مین عربی الفاظ بالکل نہین دیکھے یا بہت کم عربی الفاظ نظر سے گذرے۔

بادشاہِ وقت کے تُرک ہونیکے سببسے ترکی الفاظ بھی اب تھوڑے عرصے سے شامل ہوگئے ہین اسکے علاوہ اور جسقدر غیر ملکون کے آدمی یہان آکر آباد ہوئے ہین اپنی زبان اپنے ساتھ لائے ہین انگریزی - ارمنی - روسی وغیرہ بہت سی مختلف زبانین ایران مین بولی جاتی ہین۔ مگر سبسے زیادہ رواج فارسی کا ہی جسکی خوبی کے یورپ والی بھی مداح ہین چنانچہ موسیو نکولا سفیر دولتِ فرانس "مکالمہ فارسی" کے دیباچے مین لکھتے ہین: "اسمین نہ شبہہ ہی نہ مبالغہ کہ فارسی عمدہ زبانون مین ایک دلپذیر زبان ہی"

مذہب مختلف قومونکے مختلف مذہب پائے جاتے ہین مگر خاص ایران کے باشندے یا زردشتی ہین یا مسلمان - کُرد عموماً متعصب سُنی ہین۔ مگر شیعہ سلطنت کے سببسے شیعہ مسلمان زیادہ ہین ناصر الدین شاہ کے زمانے سے ایک ورتازہ مذہب جاری ہوا ہے جسکے ماننے والے بابی کھلاتے ہین (دیکھو بادشاہ مذکور کا حال)

تعلیم - ایران کے ہر شہر بلکہ ہر قصبے مین ابتدائی اسکول موجود ہین جہان بالکل ابتدائی تعلیم دیجاتی ہی - فارسی کی الف بے (حروف تہجی) پڑھائی جاتی ہی - حساب کے ابتدائی قواعد سکھلائے جاتے ہین قرآن کی تعلیم ہوتی ہی۔ تھوڑا بہت لکھنا بھی سکھایا جاتا ہے

سیکنڈری اسکول - ان اسکولونمین فارسی کا لٹریچر - قرآنکی شرح - مذہبی قانون - پڑھایا جاتا ہے بعض اسکولونمین علم طب بھی سکھایا جاتا ہے۔

شاہی کالج - ناصرالدین شاہ مقتول کے زمانے سے یہ کالج طہران مین قائم ہوا ہے - جہان یورپ سے ہر فن کے اُستاد بُلا بُلا کر نوکر رکھے گئے ہین - بالکل انگریزی کالجون کا طریقہ تعلیم یہان بھی جاری ہے - اس کالج مین ابتدائی کورس (نصاب تعلیم) عربی اور فارسی مین ہے جسکو خود ایران کے عالم پڑھاتے ہین - مگر آگے بڑھکر اس کالج کی اور اعلیٰ درجون مین یورپ کی مختلف زبانون مین سے جرمنی یا انگریزی - فرینچ یا روسی ضرور پڑھنا پڑتی ہے اور اُسکے ساتھ جغرافیہ - کیمسٹری - ریاضی - معدنیات اور فوجی علم کی بھی تعلیم ہوتی ہے - یہ کالج دو یورپین افسرونکے انتظام مین ہے - ایک لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہے اسیطرح کا ایک اور کالج تبریز مین بھی ہے مگر وہان کا انتظام کچھ عمدہ نہین ابھی تک یہان کوئی یونیورسٹی قائم نہین ہوئی - اسکے علاوہ ایرانی زردشتیونکے بھی چند اسکول ہین جہان اونکے بچے تعلیم پاتے ہین -

اخبار (دنیا مین سب سے زیادہ ایران کے اخبار مخدوش حالت مین ہین - بعض اخبار یہان سے جاری ہوئے مگر چند روز کے بعد بند ہو گئے پھر بھی کچھ نہ کچھ قومی اخبار چھپتے رہتے ہین - بہت سے پرچے خاص طہران مین طبع ہوتے ہین " ایران " نامی ایک اخبار یہان خاص گورنمنٹ کے حکم سے چھپتا ہے " شریف " ایک باتصویر اخبار ہے جسمین ایران اور یورپ کے نامور آوردہ آدمیونکی تصویرین ہوتی ہین اسکے علاوہ " وطن " " اطلاع " " طہران " ایسے اخبار ہین جو ملک کی خیرخواہی کا بیڑا اوٹھائے ہوئے ہین خصوصًا معارف جسکے اڈیٹر اور پروپرائٹر شیخ محمد علی اور آقا جلال الدین طباطبائی ہین - یہ علوم اسلام کی سوا آجکل کے علوم سے بھی واقف ہین اس اخبار مین عمومًا بہ

کی پارلیمنٹ کی خبرین چھپتی ہین یہ اخبار خاص طہران سے نکلتا ہی "ریز آف لائٹ" یہ ایک ارمنی اخبار اور پچاس برس سے جاری ہی بوشہر کا اخبار مظفری بھی قابل ذکر ہی یہ اخبار پہلے میرے پاس آتا تھا۔ اسکا اڈیٹر ایک بڑا لائق اور نہایت آزاد و بے تعصب آدمی ہی۔ انگریزی اخبار کے ترجمے۔ تمام عالم کی خبرین اور دیگر ضروری واقعات مہینے مین چار بار اس اخبار کے ذریعے سے فارسی دان پبلک کی نظر سے گذرتے ہین۔

پوسٹ آفس ۱۸۷۷ء سے ایران مین ڈاکخانون کا انتظام جاری ہوا ہی یورپ کی تاجرون نے پوسٹ آفس کی انتظام کے واسطے ایک کمیٹی قائم کی اسی کمیٹی نے یہانکے بھی ڈاکخانون کا انتظام درست کر دیا۔ چنانچہ ۱۸۷۸ء سے اسٹامپ (ٹکٹ) بھی یہان چھپنا شروع ہو گئے۔ اب بڑے تجارتی شہرون مین ڈاکخانے موجود ہین۔ ان تمام ڈاکخانونکا انتظام بلجیم کے افسر کرتے ہین۔

ٹیلیگراف آفس ۱۸۶۳ء سے تار کا انتظام بھی یہان یورپین کے سبب سے ہوا ہی انڈو یوروپین ٹیلیگراف کمپنی نے سب سے پہلے یہان تار اور ریلوی کا انتظام جاری کیا لندن سے جو تار ایران مین آتے ہین وہ روس یا جرمنی کی راہ سے آتے ہین اسیطرح تبریز ہو کر ولایت کی تار طہران پہنچتے ہین۔ بڑے بڑے شہرون مین تار کا دفتر موجود ہی۔ بادشاہ کیطرف سے بہت معتبر آدمی ان دفترون مین کام کرتے ہین تبریز مین انڈین گورنمنٹ کیطرف سے بھی ایک ٹیلیگراف آفس موجود ہے سب سے پہلے ۱۸۸۸ء مین ایک ریلوے لائن طہران اور شاہ عبدالعظیم کے درمیان مین جاری ہوئی۔ اُسکے بعد روس کی دخل اندازی سے ریل کا چلنا موقوف کر دیا گیا۔

زراعت یہان کی زراعت ابھی تک بالکل اونھین اصول کے مطابق ہوتی ہو
جو دو ہزار برس بیشتر سے رائج ہین ہرگز کسی قسم کی ترقی زراعت مین نظر نہین آتی حالانکہ
بحرِ کاسپین کے کناری جسقدر اضلاع ہین اون سب مین بارش بہ کثرت ہوتی ہے جہان
بارش نہین ہوتی وہان قدرتی نہرون اور بڑے دریاؤن سے آب پاشی ممکن ہے
مگر پوری توجہ نہونے کے سبب سے بہت کچھ زمین معطل اور بیکار پڑی ہوئی ہو۔

فوج۔ حالانکہ ایرانی فوج کی تعداد ایک لاکھ پانچ ہزار بیان کیجاتی ہے مگر آراستہ
فوج کی تعداد ساڑھے چوبیس ہزار سے زائد نہین اس ملک کے سپاہی بہت بہادر بڑے
جفاکش اور وفادار ہوتے ہین۔ باوجودیکہ عمدہ لباس اور عمدہ خوراک ان لوگون کو نہین
ملتی نہ انکی آسایش کیطرف کوئی توجہ کرتا ہو مگر پھر بھی یہ جو کچھ مصیبت کے وقت صبر کرتے ہین
وہ بہت قابل قدر ہے۔

آجکل یورپ کے افسر تمام ایرانی فوجکو فوجی تعلیم دیتے ہین۔ مگر زیادہ قابل افسوس
یہ امر ہے کہ یہانکی رشوت ستانی نے فوجکو بھی نقصان پہنچایا ہوا اور اکثر نو دس برس کے لڑکے
کچھ دیکر یا وراثتاً فوجی بڑے بڑے عہدونپر کامیاب ہوجاتے ہین۔ ان بیچارے
سپاہیون کو تنخواہ نہ پوری ملتی ہو نہ ہر مہینے ملتی ہو۔ مگر اب پارلیمنٹ نے اسطرف
توجہ کی ہے شاید انتظام درست ہوجائے۔

میرا قصد تھا کہ ایران کے ہر دفتر اور اس ملک کے ہر صیغے کا حال بہت صحیح ذریعون
سے بہم پہنچا کر اس کتاب مین لکھون بلکہ اسی غرض سے مین نے ایران کے مہذب
اور تعلیم یافتہ آدمیون سے خط وکتابت شروع کی۔ مگر چونکہ مین غیر ملک کا رہنے

والا ہون وہانکے ملکی و مالی کاغذات کا یہان بھیجنا مناسب نہ سمجھا گیا اور مجھے افسوس
کیساتھ اپنے اس ارادے اور کوشش مین کامیابی نہوئی۔ اسکے علاوہ آجکل اوس
منحوس فساد نے جو بادشاہ اور رعایا کے درمیان پارلیمنٹ کے متعلق ہو رہا ہے زیادہ تر مجھے
اس عمدہ قصد مین کامیاب نہونے دیا۔ ورنہ ہین ملک کے ہر دفتر کا حال علیحدہ علیحدہ
لکھتا۔ ہر صیغے کی آمدنی۔ بادشاہ کی ذاتی آمدنی۔ ومصارف وغیرہ ضروری باتین تفصیل کیساتھ لکھتا

تاریخ۔ ایران پرانی تاریخ کا آغاز اکثر انگریزی مورخون نے بھی کیومرز کے زمانے
سے کیا ہے اسی بادشاہ کا دوسرا نام گلشاہ تھا یعنی بادشاہ روی زمین۔ بہرحال اس زمانے
سے ساسانیون کے عہد تک ایران کی خوبی قسمت سے یہانکے فرمانروا خود اسی زمین کے باشندے
ہوتے تھے آل زمانے مین ایشیاے کوچک۔سیریا۔مصر و قبرس۔یونان مین مقدونیہ
ہندوستان مین تقریباً پنجاب تک اس سلطنت نے ترقی کی تھی مگر جب اسفندیار بن بہمن کے
زمانے مین ۴۶۵ ق م سے ۴۸۵ ق م تک ایران کی خزانے یونان کے حملون مین خرچ ہو چکے اور سوتیت
سے اس بہت بڑی قومی سلطنت مین ضعف شروع ہوا یہانتک کہ داراے سوم
کے زمانے مین سکندر رومی کے حملون نے ملک کو ہر لحاظ سے برباد کر دیا۔

مگر پھر ایرانیونکی قسمت نے رخ بدلا۔ اور اردشیر بابکان نے یونانیون کو مختلف
موقعہ پر شکست دیکر ایران سے باہر کر دیا۔ اور تمام ممالک کی حکومت اپنے اختیار مین لی۔ اس
عہد مین ایران نے اپنی حالت کو بہت کچھ درست کر لیا تھا۔ علمی کتابین بھی بہت کچھ
فراہم ہو گئین تھین۔ اس خاندان کے آخری بادشاہ کا نام یزدگرد سوم تھا ۶۳۲ء سے
یا ۶۴۱ء مین اسی آخری بادشاہ کے زمانے مین عرب نے حضرت عمرؓ کے حکم سے

ایران کیطرف رخ کیا. سعد ابن وقاص اس لشکر کے جنرل تھے۔ لشکرکشی کا سبب ظاہرا اسلام کی اشاعت سمجھنا چاہیے اس زمانے سے تقریباً آٹھ سو برس تک ایرانین طوائف الملوکی کا زمانہ رہا ہے اور کسی قسم کی آزادی اس سرزمین والون کو حاصل نہین ہوئی۔ شاید دنیا کا کوئی ملک اسقدر مصیبت کا شکار نہین ہوا جسقدر ایران ہوا *

اس فتح کے بعد سے ۱۵۰۰ء تک ایران برابر اہلسنت بادشاہون کے اختیار مین رہا کوئی شیعہ بادشاہ برائے نام بھی تخت حکومت پر نظر نہین آتا۔

چودھوین صدی عیسوی مین انھین سُنی المذہب بادشاہونکا زمانہ تھا اسی زمانے مین شاہ اسحاق معروف بہ شاہ صفی اردبیل مین ایک بزرگ فقیر مشرب صوفی مذہب (یعنی سوفسٹ) رہتے تھے قوم کی لحاظ سے سید، اور لوگون کے ساتوین امام کی اولاد مین تھے ریاضت وعبادت کی کثرت سے بہت کچھ عظمت کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ ہزارون آدمی انکی پیروی اپنا فخر سمجھتے تھے مہینا بھر مین یہ (شاہ صفی مغفور) ایک مرتبہ کھانا کھاتے تھے اور شب و روز آنکھین بند کیے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ برسون رات بھر جاگ کر بسر کی ہے گوشت وغیرہ غذاے حیوانی سے بالکل اجتناب تھا۔

جب ۷۳۵ھ مین انکا انتقال ہوا اسوقت انکے بیٹے سید صدرالدین موسیٰ ہدایت خلق مین مصروف ہوئے۔ انکی وفات کے بعد انکے بیٹے خواجہ علی جانشین ہوئے اوھنون نے آخر عمر مین سید ابراہیم نامی اپنے بیٹے کو اپنا جانشین مقرر کر کے خود بقصد حج وزیارت عرب کیطرف سفر کیا۔ وہان سے واپس آتے تھے کہ راہ مین وفات پائی یہان

---

* دیکھو ہسٹری آف پرشیا مولفہ مسٹر بنجامن مطبوعہ لندن ۱۸۹۰ء صفحہ ۲۸۳

اردبیل مین سید ابراہیم کے بعد انکے بیٹے سلطان جنید نے پریشان ہوکر ظاہری سلطنت کی خواہش کی آخر اسی ہنگامے مین مارےگئے انکے بعد انکے بیٹے سلطان حیدر ر جانشین ہوے انکو بھی اکثر لڑائیان لڑنا پڑین۔

سلطان حیدر کے تین لڑکے تھے شاہ سلطان علی شاہ اسماعیل شاہ ابراہیم شاہ اسماعیل نے اپنی ذاتی لیاقت سے اس خاندانِ صفویہ مین سلطنت قائم کی اور خود ایران کو اسوقت سے بہت کچھ مذہبی آزادی حاصل ہوئی جو اس سے پیشتر نہ تھی گویا ایران نے ازسرنو زندگی پائی اسلیئے ظاہری حکومت کی لحاظ سے ہم بے عذر شاہ مذکور کو اس خاندان کے بادشاہونکا مورث اعلی اور سلطنت خاندان صفویہ کا بانی کہہ سکتے ہین جنہون نے اپنی مردانہ کوششون سے ایسے پرآشوب زمانے مین ایک نئی سلطنت قائم کی۔

(۱) شاہ اسماعیل صفوی

سنہ ۱۵۰۱ء سے سنہ ۱۵۲۳ء تک

سنہ ۱۴۸۰ء مین شاہ اسماعیل کی ولادت ہوئی۔ اردبیل مسقط الراس ہے انکی مانکا نام حلیمہ بیگم آغا تھا۔ ابھی کم سنی تھی اور ابھی اپنی مانکے ساتھ اردبیل ہی مین رہتے تھے کہ باپ کے مارےجانے نے یتیم کر دیا۔ سلطان حیدر کے تھوڑے عرصے کی بعد انکے بڑے بھائی سلطان علی بھی کسی لڑائی مین مارےگئے۔ شاہ مذکور نے بمجبوری وطن چھوڑکر گیلان کا قیام اختیار کیا۔ پھر یہان سے ارزنجان پہنچے۔ قریب چار۔ پانچ

دیکھو ہسٹری آف پرشیا مولفہ مسٹر بنجامن مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۸۹ء صفحہ ۲۸۶

ہزار آدمیونکے جو انکے بزرگون کے مُرید تھے اُنکے ساتھ ہوئے اور حاکم شروان کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی - چونکہ زمانہ رخ بدل چکا تھا حاکم مذکور مارا گیا اور اس ضلع کی حکومت دفتر تقدیر سے شاہ اسماعیل صفوی کو ملی -

اس زمانے یعنی ۱۵۰۲ء مین ایک شخص سُنی مذہب الوند مرزا صوبۂ آذر بائجان کا حاکم تھا چونکہ شروان کی نمایان فتح نے شاہ مذکور کو بہت کچھ قوت دیدی تھی الوند مرزا نے زیادہ توقف مناسب نہ سمجھکر خود شروان کی طرف لشکر کشی کی مگر سخت کوشش کے بعد شکست اوٹھانا پڑی اور آذر بائجان کا صوبہ بے زحمت اس شیعہ سلطنت مین شامل ہوگیا - شاہ اسماعیل نے تبریز اپنا دار الحکومت مقرر کیا اور شیعونکے مذہب کی ترقی مین مصروف ہوا اور جو اسوقت تک سلاطین سنت کی خوف سے مخفی ہو رہا تھا -

اسیطرح سلطان مراد ترکمانی کی ہزیمت کے بعد عراق عجمی - کرمان شیراز اصفہان و دیار دیگر یکے بعد دیگرے سلطنتِ صفویہ مین ملائے گئے - اسکے بعد ایک باقاعدہ فوج مازندران - گرگان کیطرف بھیجی گئی تھوڑے عرصے مین یہ دونون صوبے بھی قبضے مین آگئے - اب شاہ مذکور کا قصد ہوا کہ بزرگانِ دین شیعہ کے مزار مقدس کی زیارت کرنا چاہیے آخر بغداد کیطرف سے نجف اشرف اور کربلائے معلے پہنچے اور پھر اوسی راہ سے اپنے دار السلطنت واپس آئے اسوقت بادشاہ مذکور کو دو سخت دشواریونکا مقابلہ کرنا پڑا ایکطرف ازبکی+ مسلمانون نے جنکا سردار محمد خان تھا جا بجا فساد برپا کر رکھا تھا ملکی مصلحت سے اُنکی

+ ترکون کے ایک فرقے کا نام ہے -

سرکوبی منظور تھی دوسری جانب شاہ سلیم اول بادشاہ اسلامبول کی ایلچی نے اپنی بادشاہ کے حکم سے اون صوبونکے واپس کرنیکا تقاضا شروع کیا جو ایرانی ترکی گورنمنٹ سے علحدہ کرچکے تھے۔ مگر جب شاہ اسماعیل کی طرف سے کوئی باقاعدہ فیصلہ نہوا خود شاہ سلیم نے ایران پر فوجکشی کی اور ۱۵۱۴ء مین شاہ مذکور کو شکست اُٹھانا پڑی جسکے نتیجے مین صوبۂ آذربائجان پھر ترکی سلطنت مین شامل ہوگیا۔

شاہ اسماعیل صفوی کو اس شکست نے بیچین کردیا تھا پہلے قصد ہوا کہ بہت کثیر التعداد فوج جمع کرکے ترکی سے اس شکست کا عوض لینا چاہیے مگر ملک کے اندرونی فسادونکا انتظام زیادہ ضروری معلوم ہوا۔ آخر خراسان پہنچکر محمد خان کو قتل کیا جسکے ساتھ تھوڑے عرصے کیلیئے اوزبکونکے فساد کا بھی خاتمہ ہوگیا اس انتظام کے بعد افغانستان و ترکستان کی فتح کا شوق پیدا ہوا ہرات سے بہت بڑے لشکر کیساتھ ترکستان کی طرف رُخ کیا فاریاب تک پہنچے تھے کہ اویس مرزا حاکم ترکستان و امیر افغانستان کیطرف سے صلح کا پیغام آیا۔ شاہ مذکور نے بڑی خوشی سے اس صلح کو منظور کرلیا۔ اور فاریاب و میمنہ ترکستان کے دو ضلعے بے زحمت قبضے مین آگئے۔

اب پھر اوزبکیون نے اپنے عہد و پیمان کے خلاف عبد اللہ خان نامی ایک شخص کو اپنا سردار کیا اور آمادہ فساد ہوئے۔ شاہ اسماعیل نے نجم ثانی کو جو صوبۂ خراسان کا گورنر تھا اونکی تادیب کیواسطے روانہ کیا مگر جب نجم ثانی مارا گیا اسوقت خود بادشاہ مذکور نے اوزبکیون کے مقابل مین لشکر کشی کی اور عبد اللہ خان کو شکست دیکر

بہت سی شہر واپس لیلیے:

شاہ اسماعیل نے چوبیس ۲۴ برس سلطنت کرکے ۱۵۲۳ء مین اس جہانِ فانی سے رحلت کی۔ اُنکے چار بیٹے تھے طہماسپ مرزا۔ بہرام مرزا۔ القاص مرزا اور سام مرزا مگر طہماسپ مرزا نے سب سے بڑے ہونیکے سبب سے عنانِ حکومت اپنی ہاتھ مین لی اور شاہ طہماسپ کا لقب اختیار کیا۔

(۲) شاہ طہماسپ صفوی

۱۵۲۳ء سے ۱۵۷۵ء تک

جب شاہ اسماعیل نے انتقال کیا تھا اوسوقت شاہ طہماسپ کی عمر گیارہ برس کی تھی۔ اراکینِ سلطنت نے بعد شاہ مذکور کو تخت نشین کردیا بادشاہ کی کم سنی کی باعث سے ترکمانی سردار جنکا نام مصطفےٰ سلطان اور دیو سلطان تھا تمام کاروبارِ حکومت انجام دیتے رہے۔ کچھ قبیلے ترکمانون کے ان دونون نامبردہ سردارون سے ناراض ہوکر آمادۂ فساد ہوے۔ مگر جب شاہ طہماسپ نے ہوش سنبھالا اور دیکھا کہ یہ ملک کے اندرونی جھگڑے گورنمنٹ کو کمزور کردینگے ترکمانون سے ناراض ہوکر قزوین کا رخ کیا اور حسین خان شاملو کی اعانت سے ان کئی برس کے فسادونکو بالکل فرو کردیا۔

اسکے بعد عبداللہ خان اوزبک کو بھی جس نے ایکمرتبہ امیر ترکستان کو ساتھ شامل کرلیا تھا کئی مرتبہ شکست دی بغداد اسی زمانے مین ایرانی گورنمنٹ مین کرلیا گیا تھا شاہ سلیمان ترکی حاکم اسلامبول نے بھی چند مرتبہ ایران کے ملک

مین بہت کچھ کوشش کی مگر شاہ طہماسپ کی مردانہ ہمت نے کبھی شاہِ اسلام بول کو اپنے حملون سے فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ آخرکار محمد پاشا وزیر سلطنت ٹرکی کی سعی و کوشش سے ان دونون سلطنتون مین کچھ عرصے کیلئے ظاہری صلح ہوگئی جسکو شاہِ ایران نے بڑی سختی کے ساتھ نباہا۔

۱۵۶۸ء مین کوئین الزبتھ کا ایک ایلچی دربارِ ایران مین آیا اور گورنمنٹ انگلینڈ کیطرف سے یہ قصد ظاہر کیا کہ اِن دونون سلطنتون مین باہمی تجارتی سلسلہ جاری ہوجائے جو بڑی خوشی سے منظور کر لیا گیا۔

سب سے زیادہ قابلِ قدر یہ بات ہے کہ شاہ طہماسپ نے آٹھ برس کیلئے اپنی رعایا سے خراج کا لینا بالکل موقوف کردیا۔ اس بادشاہ نے چھیاسی برس کی عمر مین ۵۵ سال سلطنت کر کے انتقال کیا۔

(۳) شاہ اسماعیل ثانی

۱۵۷۵ء سے ۱۵۷۷ء تک

زمانہ شہزادگی مین انکا نام اسماعیل مرزا تھا شاہ طہماسپ کے انتقال کے بعد وہی تنہا مالکِ حکومت یہی ٹھہرے۔ بادشاہِ مرحوم نے اپنے اس لڑکے کی باغیانہ حرکتون سے ناراض ہوکر حکم دیا تھا کہ شاہزادۂ مذکور کو قلعہ قہقہہ مین نظربند رکھین چنانچہ ایک عرصے تک وہین قیام رہا مگر جب باپ کے مرنے کی خبر پہنچی فوراً قزوین کی طرف روانہ ہوے یہان پری خانم شاہِ مغفور کی بیٹی اپنے حقیقی بھائی حیدر مرزا کی سلطنت کیلئے

کوشش کر رہی تھی۔ مگر اسماعیل مرزا نے یہان آتے ہی تمام سرداران گورنمنٹ کو اپنے سے متفق کر لیا اور حیدر مرزا کو قتل کروا دیا۔

مورخ لکھتے ہین کہ اس بادشاہ کی مزاج مین ظلم اور بخل بہت تھا۔ تھوڑے تھوڑے قصور پر اپنے بھائیون کو قتل کروا ڈالنا کوئی بات نہ تھی۔ اس خاندان کے بادشاہون کا دستور تھا کہ تخت نشینی کے وقت اپنے تمام ملک کے ملازمون کو انعام تقسیم کرتے تھے۔ مگر اس بادشاہ نے کسیکو ایک پیسا نہ دیا۔ بادشاہِ مذکور کے نزدیک خونریزی سے زیادہ اور کوئی کام انتظامِ سلطنت کیلیے ضروری نتھا

باوجودیکہ اسماعیل ثانی کی تمام خاندانی بزرگ شیعہ تھے مگر اس بادشاہِ مذکور کے ذاتی خیالات اپنے اصلی مذہب کے بالکل خلاف تھے + رات کو بھنگ پی کر کوچہ و بازار مین پھرنا ایک عام طریقہ ہو گیا تھا۔ بادشاہِ مذکور نے یہ بھی قصد کر لیا تھا کہ شاہ صفی کی اولاد مین کسیکو زندہ نہ چھوڑے مگر چونکہ دو برس سے زیادہ زندگی نے وفا نہ کی اس آخری ارادے مین کامیابی نہوئی۔

(۴) شاہ محمد صفوی معروف بہ نابینا

۱۵۷۷ء سے ۱۵۸۶ء تک

یہ شاہ طہماسپ کی بڑے بیٹے تھے۔ باپکے انتقال کے وقت یہ شیراز مین تھے جب شاہ اسماعیل ثانی نے انتقال کیا اراکینِ دولت نے انکو شیراز سے بلا[کر]

+ دیکھو نامہ خسروان، مولفہ شاہزادہ آزادہ جلال الدین مرزا مطبوعہ ایران یہ کتاب اس التزام کے ساتھ لکھی گئی ہے کہ ایک لفظ عربی زبان کا نہین آیا اگر انصاف سے دیکھین تو زبان دانی کی یہی خوبی ہے۔

تخت نشین کر دیا۔ زمانۂ شاہزادگی مین انکا نام محمد میرزا تھا اب یہی محمد شاہ ہو گئے۔
سب سے زیادہ ناجائز حرکت جو اُنھون نے کی وہ یہ تھی کہ اپنی بہن پری خانم نام بردہ کو
امور سلطنت مین دخل دیتے دیکھکر مروا ڈالا اسیطرح شاہ شجاع کو جو بادشاہ کا حقیقی
بھتیجا اور شاہ اسمٰعیل ثانی کا لڑکا تھا بیگناہ قتل کروا دیا۔

ان دو ناجائز حرکتون کے بعد اون مقامات کی آبادی کی طرف توجہ شروع کی جنکو
اسماعیل ثانی کے ظلم نے برباد کر دیا تھا۔ اسی اثنا مین عبید اللہ خان مذکور کا
لڑکا جلال خان ایران کیطرف متوجہ ہوا مگر مرتضےٰ قلیخان نے بادشاہ کے
حکم سے جلال خان کو قتل کیا اور افغانی فوج کو شکست دیکر ایران سے باہر کر دیا
وقتاً فوقتاً امرائے سلطنت نے سر اوٹھانا شروع کیا اور سلطنت مین ضعف پیدا ہونے
لگا۔ جب یہ حال سلطان مُراد بادشاہ ٹرکی نے سُنا شاہ طہماسپ کے زمانے کے
عہد و پیمان کو فراموش کر کے مصطفےٰ پاشا کو ایران پر حملے کرنیکا حکم دیا۔ ایک
طرف ٹرکی گورنمنٹ کا مقابلہ دوسری جانب اندرونی بغاوتین ان دونون مصیبتون نے
بادشاہ کو ایسا مجبور کیا کہ تاجِ سلطنت اپنی لڑکے عباس مرزا کے سر پر رکھکر خود حکومت
سے علیحدگی اختیار کی۔

(۵) شاہ عباسِ اعظم

۹۸۶ھ سے ۱۰۳۸ھ تک

عباس مرزا نے بادشاہ ہو کر اپنا لقب "شاہ عباس" اختیار کیا۔ اِنکی بیدار مغزی

اور ذاتی لیاقت نے تھوڑے عرصے مین تمام ملک کے باغیون کی ایسی اصلاح
کی کہ آیندہ ایک مدت تک انکی طرف سے اطمینان ہو گیا اسکے بعد ۱۵۹۰ء مین سلاطین
ٹرکی سے صلح کر لی۔ اس زمانے مین سلطان مراد ثالث ٹرکی گورنمنٹ کے فرمان
روا تھے۔ اس صلح کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک نے دوسرے کو اسکے ملک بخوشی واپس
کر دئے۔ شاہ عباس نے عراقِ عجمی مین اصفہان کو اپنا دار السلطنت مقرر کیا
۱۶۱۱ء مین پھر عثمان خان ثانی سے لڑائیکا اتفاق ہوا اور اکثر صوبے سلطنت
ٹرکی سے چھین لیے گئے آخر صلح پر اس ہنگامے کا بھی فیصلہ ہو گیا اسی طرح ۱۶۲۱ء مین قندھار
اکبر شاہ بادشاہِ دہلی سے واپس لیا گیا۔

بادشاہِ مذکور کے زمانے مین ایران کی سلطنت اپنی کمال پر تھی عمدہ اور نہایت
مفید عمارتون کے علاوہ کثرتِ آبادی وغیرہ کے لحاظ سے "اصفہان نصفِ جہان"
مشہور تھا۔ بادشاہِ مذکور کے زمانے مین کئی ہزار علما دربارِ شاہی مین شامل ہوتے تھے
پرتگال۔ اسپین۔ انگلینڈ وغیرہ ممالکِ یورپ کے سفیر اور اکثر سیاح بغرضِ سیاحت
ایران مین آتے تھے اور دربار کی شان و شوکت دیکھکر حیرت کرتے تھے۔

مسٹر رابرٹ کرپورٹر اپنے سفرنامے مین لکھتے ہین کہ:۔

"جس روز مین دربارِ شاہی مین طلب ہوا تھا وہ دربارِ عام کا دن تھا۔ وزرا اور تمام
ارا کینِ سلطنت اپنے اپنے رتبون کے لحاظ سے کچھ فاصلے سے تختِ شاہی کی گرد نہایت
ادب سے استادہ تھے۔ بادشاہ کے لڑکے بہ نسبت اور لوگون کی تختِ شاہی سے زیادہ
قریب تھے۔ جو سب سے بڑا لڑکا تھا وہ تخت کی داہنی جانب تھا باقی اور لڑکے ہر طرف تھے

حاضرینِ دربار کے قیمتی لباس نے اس موقع کو نہایت موثر بنا دیا تھا"

"دفعتہ نقارے بجنا شروع ہوئے - جو اس بات کی خبر دیتے تھے کہ بادشاہ نے محلسرا کے بیرونی دروازے مین قدم رکھا۔ سب سے زیادہ عجیب دو ہاتھیون کی آواز تھی جو اسوقت اس سامانِ شاہی مین شامل تھے اور اونکو یہ سکھایا گیا تھا کہ بادشاہ کے محل سے برآمد ہوتے وقت غیر معمولی بڑی آواز سے لوگون کو بادشاہ کے آنے کی اطلاع کرین"

"مجھے اس سے پیشتر کبھی ایسا شاہانہ سامان دیکھنے کی نوبت نہین آئی تھی۔ جب مین نے بادشاہ کی طرف دیکھا اوس وقت جواہر کی کثرت سے آنکھین جھپکنے لگین تھین بادشاہ کے سر پر ایک اونچا تاج تھا جسمین تین کونے تھے الماس - موتی - زمرد اور یاقوت اس افراط سے اسمین لگایا گیا تھا کہ بیان سے باہر جب آفتاب کی شعاعین اس تاج کے جواہر سے ٹکرا کر واپس ہوتی تھین اوسوقت مختلف رنگون کے ملجانیسے عجب دلکش تماشا نظر آتا تھا۔ اس تاج مین ایک جانب کسی جانور کے سیاہ پر لگائے گئے تھے جنکی نوکو ن مین بہت بڑے صراحی دار موتی پروئے تھے"

"بادشاہ کا لباس طلائی تارون سے بُنا ہوا تھا جو تاج کی طرح عمدہ سے عمدہ مختلف رنگ کے جواہر سے چھپا ہوا تھا۔ گلے مین ایک ایسا لاجواب موتیون کا ہار تھا جسکے موتی تمام دنیا کے موتیون سے بڑے تھے۔ مگر ان سب سے زیادہ بے مثل و لاجواب ایک کمربند اور وہ زیور تھا جو بادشاہ اپنے دونون شانون مین پہنے ہوئے تھے۔ ان دونون چیزون کے جواہر بے مبالغہ آگ کی طرح چمکتے تھے"

"تخت شاہی سفید سنگِ مرمر کا تھا جس پر شال اور کمخواب کا فرش کیا گیا تھا۔ بادشاہ اپنے ملک کے طریقے سے اس تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ پشت کیطرف ایک موتیوں کا جال تھا۔ دونون طرف پہلوؤن مین پتھر کے چوکھٹے تھے۔ سامنے دو پتھر کے ستون تھے ان سب پر سونیکا کام تھا۔ جابجا آئینے اور عمدہ عمدہ تصویرین نصب تھین۔ ہر موقع بے انتہا جواہر لگائے تھے"

"جسوقت بادشاہ دیوانِ خاص مین آتے تھے تمام حاضرینِ دربار جھک کر زمین چومتے تھے اور اوسوقت رعبِ شاہی کے اثر سے ایک عجب طرح کی موثر خاموشی ہر طرف پھیل جاتی تھی۔ اب دربار کے عالم اور شاعر بآوازِ بلند بادشاہ کے القاب کے ساتھ بہت ادب سے بادشاہ کے تمام کارِ نمایان بیان کرتے تھے۔ اسکے بعد سب لوگون کیطرف سے ملک کی وسعت کی اور اون راحتون کی شکر گذاری کیجاتی تھی جو بادشاہ کی وجہ سے اوسکی سب رعایا کو پہنچتی تھی"

تمام انگریزی مورخ لکھتے ہین کہ **شاہ عباس** مرحوم کے مزاج مین مطلق مذہبی تعصب نتھا۔ تمام مذہب والون کو اپنے فرائض مذہبی کے ادا کرنیکا بالکل اختیار تھا۔ آخر کار اپنے پوتے **صفی مرزا** کو اپنا قائمقام مقرر کرنیکے بعد چالیس برس بادشاہی کرکے **مازندران** مین انتقال کیا۔

(۶) شاہ صفی

شـ۱۶۲۸ـلہ ء سے شـ۱۶۴۱ـلہ ء تک

جب صفی مرزا نے اپنے دادا شاہ عباس اعظم کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی اور شاہ صفی کا لقب اختیار کیا اوسوقت گیلان کے صوبے دار نے بغاوت اختیار کی اور ایک شخص کو غریب شاہ کا لقب دیکر اپنا بادشاہ مقرر کر لیا مگر شاہ صفی نے فوراً اس فساد کو فرو کر دیا اور غریب شاہ اس لڑائی مین مارا گیا۔

ناعاقبت اندیشی بادشاہِ مذکور کے مزاج مین بہت تھی ایک موقع پر اپنی حقیقی پھوپی کو جس نے اپنی حقیقی بھائیون کے مقابل مین کوشش کر کے اس اپنی بھتیجے کو بادشاہ مقرر کیا تھا اپنے سے علٰحدہ کر دیا اور بہت کچھ اوسکے مرتبے مین کمی کر دی۔ اکثر سرداران سلطنت کو بادشاہِ مذکور کی بداخلاقیون نے باغی کر دیا تھا۔ سلطنت مین ضعف شروع ہونے لگا اس عہد مین شراب نوشی کا بہت رواج ہو گیا تھا۔ خود بادشاہ کو بھی شراب کی عادت تھی۔

ایک مرتبہ نشے کی عالم مین داود خان نامی ایک سردارِ عمدہ کو بہت کچھ ناسزا باتین سنائین۔ یہانتک کہ سردار مذکور رنجیدہ ہو کر گرجستان چلا گیا حاکم گرجستان نے بہزار دشواری بادشاہ کے ہاتھ سے سردارِ مذکور کی جان بچائی اب شاہ صفی نے ایروان پر حملہ کیا جو سلطنتِ عثمانیہ کے زیرِ حکومت تھا۔ اور شہر فتح کر کے دم لیا۔ اسکے جواب مین سلطان مُراد نے بغداد پر فوجکشی کر کے قبضہ کر لیا۔ مگر دونون۔

بادشاہوںمین صلح ہو جانیکے بعد یہ ملک واپس کئے گئے شاہ صفی نے تیرہ برس کی حکومت کے بعد کاشان مین انتقال کیا۔

(۷) شاہ عباسِ دوم

۱۶۴۱ء سے ۱۶۶۶ء تک

انہون نے شاہ صفی مذکور اپنے والد کے انتقال کی بعد سب سے پہلے شراب نوشی کا انتظام کیا مے خواری کیلئے بہت سخت سزائین مقرر کین۔ ترکون نے اس زمانے مین سرکشی شروع کی تھی مگر بادشاہ کی نیک مزاجی نے آخر اونکو اپنا فریفتہ بنا لیا امام قلیخان حاکم ترکستان نے ضعفِ بصارت سے مجبور ہو کر نادر محمد خان اپنے لڑکیکو بجاے خود حاکم مقرر کرکے خود ایران کی راہ سے خانہ کعبہ جانیکا قصد کیا جب ایران پہنچے۔ شاہ عباسِ دوم نے بڑی آؤبھگت سے استقبال کیا اور بحفاظتِ تمام اپنے ملک سے عرب تک پہنچوا دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ نادر محمد خان مذکور کو ترکون نے معزول کر دیا اور بجاے اسکے اوسکا لڑکا عبد العزیز خان حاکم مقرر کیا گیا۔ درخواست کے بعد بادشاہ نے باوجود اختلافِ مذہب کے نہایت ہمدردی کیساتھ خانِ مذکور کی مدد کی۔ اس زمانے مین کابل و قندہار کے صوبے باغی ہو گئے تھے۔ انکی تادیب کیلیے خود بادشاہ کو جانا پڑا۔ اقبال کی یاوری نے یہان بھی فتحیاب کیا۔ آخر چھپّن ۵۶ برسکی عمر مین پچیس ۲۵ برس سلطنت کرکے انتقال کیا۔ اصفہان کی وہ مشہور عمارت

جسکا نام چہل ستون ہی افغین کی بنوائی ہوئی ہے.

(۸) شاہ سلیمانِ صفوی

۱۶۶۶ء سے ۱۶۹۴ء تک

نو برس کی عمر مین شاہ سلیمان کے لقب کے ساتھ تختِ فرماندہی پر قدم رکھا
کم سنی کے باعث سے تمام کار و بارِ ملکی و مالی وزیرِ سلطنت کی اختیار مین تھے -
مگر تھوڑے عرصے کے بعد شیخ علی خان داروغۂ اصطبل کی سازش سے یہ
لایق وزیر قتل کیا گیا اور شاہ سلیمان نے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی - اسی
زمانے مین اکبر شاہ خلف محمد شاہ بادشاہِ دہلی ہندوستان سے ایران پہنچکر اپنے
باپ کے مقابل مین طالبِ مدد ہوا. مگر شاہ سلیمان نے اس مدد کو خلافِ اخلاق سمجھکر
مدد سے بالکل انکار کر دیا.

سلیمان پاشا سلیمانیہ کے گورنر نے اس زمانے مین بغاوت اختیار کی
مگر رستم خان سپہ سالارِ ایران کی ہمت و بہادری نے پاشاہ مذکور کو قتل کیا تھا
اس فتنہ کا بھی خاتمہ کر دیا اصفہان مین "ہشت بہشت" نامی عمارت اسی
بلند ہمت بادشاہ کی یادگار ہے.

شاہ سلطان حسینِ صفوی

۱۶۹۴ء سے ۱۷۲۲ء تک

یہ شاہ سلیمانِ مرحوم کے بڑے لڑکے تھے چونکہ بیچارے کو عقل سے

بہرہ دانی تھا بار ہا خود شاہ سلیمان نے ارکین سلطنت سے کہا کہ تم میرے بعد میرے دوسرے لڑکے مرتضےٰ کو اپنا بادشاہ مقرر کرنا مگر کسی نے نہ سُنا اور اپنے نفع کے خیال سے شاہ سلطان حسین کو اپنا حاکم مقرر کر لیا۔ شاہِ موصوف کے مزاج مین جاہلانہ جوشِ مذہبی بہت کچھ تھا جو زیادہ تباہی کا سبب ہوا۔

بہت تھوڑے عرصے کے بعد گرگین خان حاکمِ افغانستان کے ظلم وستم سے پریشان ہو کر افغانیون نے میرویس نامی ایک سردار کو اپنا حاکم مقرر کیا اور دارالسلطنت اصفہان کیطرف فریاد لیکر آئے۔ یہان بادشاہ اندرون محل شاہی مین رہتے تھے اور تمام انتظام ملکی ومالی اپنی خوبی عقل سے زنانِ محل اور علمائے مذہبی کو دے رکھا تھا۔ ہرچند میرویس نے چاہا کہ بادشاہ تک رسائی ہو ممکن نہوا نہ علمانے کوئی توجہ کی۔ مگر اس اپنے قیام کے زمانے مین میرویس مذکور نے ایران کی ہر حالت کو خوب نظر غور سے دیکھا۔ اور یہان سے ناکامیاب جانیکے بعد اور افغانی سردارون کیطرح خود بھی بغاوت اختیار کی۔

محمود افغانی اس موقع کو بہت غنیمت سمجھا اول قندہار پر قبضہ کیا پھر بہت جلد سیستان و کرمان اپنے تصرف مین لایا۔ بادشاہ نے اس عرصے مین ہرچند کوشش کی کہ کامیابی ہو مگر فوج کی ناتعلیم یافتہ ہونیکے سبب سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ فتح علیخان داغستانی وزیر سلطنت اسوقت افغانیون کے مقابل مین بڑی سرگرمی کیساتھ کوشش کر رہا تھا مگر بادشاہ نے عورتون کے مشورے سے بیچارے کو بالکل اندھا کروا دیا۔ یہ حرکت اور زیادہ تباہی سلطنت کا سبب ہوئی۔

اس عرصے مین محمود افغانی بھی فتح کرتا ہوا اصفہان تک آگیا تھا۔ امرائے سلطنت نے طہماسپ مرزا ولیعہدِ سلطنت کو اس غرض سے قزوین روانہ کیا کہ شاید کچھ اوسطرف کے سردار اس وقتِ تنگ مین مدد کرین فتح علیخانِ قاچار نے دو ہزار سوار و نکے ساتھ بادشاہ کی مدد کیلئے اصفہان کیطرف رخ کیا۔ اور روز محمودِ مذکور کے مقابل لڑنا شروع کیا شاہ سلطان حسین نے اس صلے مین ایک بہت اعلےٰ تلوار جسکا جہان کشا نام تھا خانِ مذکور کو دی۔ یہ تلوار اسوقت تک سلاطینِ قاچار کے خزانے مین بڑی عزت کے ساتھ موجود ہے۔ مگر چونکہ اس خاندان کے زوال کا وقت قریب آچکا تھا چند بدخواہ سردارون نے حسد سے بادشاہِ مذکور کو فتحعلی خانِ قاچار سے بھی منحرف کر دیا۔ نوبت بجائے رسید کہ بادشاہ نے خانِ موصوف سے صاف صاف کہدیا کہ "تم یہان سے چلے جاؤ ہمین تمھاری مدد منظور نہین" اس دلشکن فقرے نے فتحعلی خان کو دلکو ساتھ جو کچھ کیا ہوگا اوسکو ہر شخص سمجھ سکتا ہی۔ آخر ایک حالتِ غیظ مین خانِ مذکور نے دار السلطنت کے ایک بازار کو لوٹا اور چلا گیا۔

محمود خانِ افغانی نے اب میدان خالی پاکر چارطرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ غلّے کی گرانی اور کمی کے سبب شہر مین ایک ہنگامہ تھا۔ ناچار تمام ارکان سلطنت نے شاہ سلطان حسین کو بادشاہی سے معزول کیا اور تخت وتاج محمود افغانی کے سپرد کر دیا۔ اسوقت شاہزادہ طہماسپ مرزا نے بخیالِ حفاظتِ جان مخفی قزوین کی راہ لی۔ محمود نے عقب سے شاہزادۂ مذکور کی

گرفتاری کیلیے فوج روانہ کی - باشندگانِ قزوین نے اول افغانیون کو بے تکلف شہر مین آنے دیا مگر جب دیکھا کہ یہ لوگ اہلِ شہر کے مال وآبرو مین دست اندازی کرتے ہین سب کو مار کر باہر نکالدیا۔

محمود نے اس واقعے سے یہ نتیجہ نکالا کہ ایرانیون مین جو شیعہ ہین اور ترکون مین جو سُنی ہین ہرگز اتفاق نہو گا - یہ سمجھکر اوّل اُن سردارون کو قتل کیا جنکو دیکھا کہ یہ باطناً شاہزادۂ طہماسپ کے خیرخواہ ہین اسکے بعد تین سو۳ عالم قلم بند میدانِ نقشِ جہان مین قتل کر ڈالے گئے سلطان حسین اسوقت آئینہ خانہ مین نظربند تھے۔ مگر جب محمودِ مذکور اپنے ظلم کے اثر سے دیوانہ ہوگیا اسوقت اشرفِ افغانی نے جو خانِ مذکور کا بھتیجا تھا پہلے اپنے چچا کو قتل کیا پھر بادشاہِ مذکور کا سر کاٹکر احمد پاشا فوجِ عثمانی کے سردار کے پاس بھیجدیا جو بادشاہ کو باصرار اشرف سے طلب کر رہا تھا۔

(۱۰) شاہ طہماسپ

۱۷۲۹ء سے ۱۷۳۲ء تک

شاہ طہماسپ نے ابھی قزوین سے کسیطرف سفر نکیا تھا کہ شاہ سلطان حسین کے قتل کی خبر پہنچی - زمانہ منحرف ہوچکا تھا ضرورت معلوم ہوئی کہ کسی زبردست قوت سے مدد کی درخواست کرنا چاہیے آخر زارِ روس سے مدد چاہی روسی گورنمنٹ نے اس موقع کو بہت غنیمت سمجھا اور اسی حیلے سے ایران کیطرف رخ کیا - کچھ مقامات گیلان وآذربائجان کے فوجی

سکونت کیواسطے پسند کئے جہان بعد کو رفتہ رفتہ پورا قبضہ کرلیا شاہ طہماسپ
نے مجبور ہوکر روس کیطرف توجہ کی کہ شاید یہان کے لوگ کچھ مدد کرین۔اور جابجا
نام برآوردہ سردارون کے نام خط لکھے۔

فتح علی خان قاچار باوجودیکہ شاہ طہماسپ کے باپ سے رنجیدہ ہوکر چلا گیا
تھا خط کے پہنچتے ہی مدد کیواسطے آیا اسوقت بدین خانِ مذکور کا آنا بہت غنیمت سمجھا گیا
یہانتک کہ بادشاہ نے خوش ہوکر نائب السلطنت کا خطاب دیا۔

اس زمانہمین ایران کی حالت کسی بیدار مغز حاکم کے نہونے سے روز بروز
خراب ہوتی جاتی تھی۔تھوڑی سی ہمت کے آدمی بھی اس فکر مین لگے ہوے تھے کہ فوراً
اس ملک پر قبضہ کرلو۔مگر اسوقت یہ کچھ آسان کام نہ تھا۔ایک طرف سے روس نے
گیلان اور آذربائجان پر قبضہ کرلیا تھا قزوین وغیرہ اکثر ضلعے شاہ طہماسپ
کے زیرِ حکومت تھے۔دوسری طرف اشرف افغانی اپنے چچا کے مقبوضات کا
مالک بنا ہوا تھا۔ان سب کے علاوہ جابجا بدمعاش لوٹ مار کرتے پھرتے تھے۔
سب سے زیادہ جس چیز نے اسوقت ایران والون کو ستا رکھا تھا وہ اس اشرفِ افغانی
کا ظلم تھا۔

خدا کی قدرت اس زمانے مین نادر قلی بیگ نے لوٹ مار کے ذریعے سے
بہت کچھ اقتدار بہم پہنچا لیا تھا۔بلکہ چند مقام بھی افغانون سے لڑکر چھین لیے تھے
جب شاہِ مذکور نے فتح علیخان کی رائے سے گرگان کیطرف رخ کیا نادر قلی
نے بمصلحت بادشاہ کے پاس اپنا ایک ایلچی بھیجا۔اور بہت کچھ تحفے نذر کئے جسکے

بدلے مین بادشاہ نے ضرورت سے مجبور کر اوسطرف کے صوبے کی حکومت نادر قلی کے نام عطا فرمائی اور خود نائب السلطنتہ کی صلاح سے خراسان مین قیام کیا۔

نادر قلی اس دل و دماغ کا آدمی نہ تھا کہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا۔ فوراً اپنی فوجکے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ خراسان پہنچا۔ اس شریکِ حال ہوجانیسے نادر کا خاص منشا یہ تھا کہ کسی ترکیب سے بادشاہِ مذکور کو معزول کر کے خود بادشاہ بنجائے لیکن نائب السلطنت کی بیدار مغزی نادر کے کسی ارادہ کو پورا ہونے دیتی تھی۔ مگر اسوقت سوا اطاعت کے اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کے مزاج مین اسقدر رسوخ پیدا کیا کہ پہلے سپہ سالاری لشکر کا معزز عہدہ اپنے ہاتھ مین لیا اسکے بعد شاہ طہماسپ کو نائب السلطنتہ یعنے فتحعلی خانِ قاچار سے بالکل منحرف کر دیا بلکہ ایک رات موقع پاکر بیچارے کو اپنے کسی ہوخواہ کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔

اس زمانے مین شاہ طہماسپ نے آرمینیا و جارجیا کا صوبہ ترکون سے شکست پاکر ترکون کو دیدیا تھا جو نادر قلی کی برآشفتگی کا سبب ہوا۔

خیر خواہانِ سلطنت جنکی زندگی دنیا کے نشیب و فراز و یکھنے مین گذری تھی وقتاً فوقتاً شاہ طہماسپ کو نادر قلی خان کے ارادون سے مطلع کرتے رہتے تھے۔ مگر بادشاہ نے کسی کی نہ سنی۔ ایک روز نادر قلی خان بادشاہ کو بہزار کوشش اپنے وطن کی کیطرف لیگیا اور مہمانی کے بہانے سے تمام سامانِ عیش و عشرت مہیا کیا۔ بادشاہِ مذکور دین و دنیا سے غافل عیش و عشرت مین مشغول تھا ادھر نادر تمام

ارکینِ سلطنت کو بادشاہ کی خلافِ مذہب افعال دیکھکر بادشاہ سے بیزار کر رہا تھا یہانتک کہ اوسیوقت تمام سردارانِ دولت شاہ طہماسپ کو چھوڑکر نادر قلیخان سے لگئے۔

جب اس کارروائی سے فرصت ملی فوراً بادشاہِ مذکور کو قید کرکے یزد کی راہ سے اپنے لڑکے رضا قلیخان کے پاس خراسان بھجوا دیا۔ رضا قلی خان نے محمد حسین قاچار حاکمِ سبزوار کے پاس بھیجدیا۔ اور یہ کہلوا بھیجا کہ اب انکو زندہ نہ رکھو بلکہ نائبَ السلطنۃ کے قتل کے عوض مین انکو بھی قتل کرو اس حکم کی تعمیل نے بادشاہِ مذکور کی زندگی اور خاندانِ صفویہ کی سلطنت کا ہمیشہ کیواسطے خاتمہ کر دیا۔

خاندان افشار

شنہ۱۷۳۶ء سے شنہ۱۷۹۶ء تک

اس خاندان مین چار شخصون نے حکومت کی ہے (۱) نادر شاہ (۲) علی شاہ (۳) ابراہیم شاہ اور (۴) شاہرخ شاہ.

نادر شاہِ افشار

شنہ۱۷۳۶ء سے شنہ۱۷۴۷ء تک

نادرشاہ کا نام نادر قلی خان اور باپ کا نام امام قلی خان تھا شنہ۱۶۸۸ء مین صوبۂ خراسان مین کیلات+ کے قریب پیدا ہوا۔ قوم کا ترک ہونیکی وجہ سے بہادری کا فطرتاً وارث تھا۔ ۱۷ برس کی عمر مین ازبکون کی قید مین چار برس بسر کئے آخر ایک روز موقع پاکر قیدخانے سے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ پھر گورنرِ خراسان کی خدمت مین پہنچکر اپنی لاجواب فوجی لیاقت کے سبب سے بہت کچھ عزت پیدا کی. مگر جب گورنرِ مذکور کیطرف سے بے التفاتی دیکھی فوراً نوکری چھوڑ کر تین ہزار بدمعاشو ہمراہ لیکے اسی صوبے مین لوٹ مار شروع کردی پھر رفتہ رفتہ گیلات پر قبضہ کرلیا. اسوقت وسطِ ایران اشرف خان کے زیرِ حکومت تھا۔ ایرانی خانِ مذکور کے ظلم و ستم سے بہت پریشان ہو رہے تھے نادر شاہ نے نہایت آسانی

+ صوبہ خراسان کے درمیانی حصّہ مین ایک شہر کا نام ہے۔

سے ان لوگون کو اپنے سے متفق کرکے ہرات۔ مشہد اور خوراسان پر اپنا
قبضہ کرلیا۔ اسی طرح خان مذکور کو مختلف موقعوں پر شکست دیکر عراقِ عجمی صوبہ فارس
کرمان پر تصرف کیا۔ چونکہ ابتدا مین ان مقامات کی فتح شاہ طہماسپ کے
نام سے ہو رہی تھی اور نادر شاہ کو ایک جنرل کی حیثیت سے کام کرنا پڑتا تھا شاہ طہماسپ
نے بنظر قدردانی نادر قلی* خان کو "طہماسپ قلی خان" کا خطاب دیا تھا
بلکہ مازندران۔ وسیستان وغیرہ اکثر صوبے اس خدمت گذاری کے صلے مین بطور
جاگیر اس خطاب کے ساتھ عطا فرمائے تھے۔

۱۷۳۱ء مین نادر شاہ نے شاہ طہماسپ کے حکم سے ہمدان کی قریب
ترکون کو پوری شکست دیکر آرمینیا کا صوبہ جو کچھ عرصے سے اونکے تصرف مین تھا چھین
لیا اس نمایان فتح نے نادر شاہ کی ہمت کو اسقدر قوی کردیا تھا کہ نادر نے طہماسپ شاہ
کو ایک ناقابل حاکم ثابت کرکے قید کردیا۔ اور بجائے اِس بادشاہِ صفوی کے ۱۷۳۲ء
مین بمصلحت عباس مرزا کو جو بادشاہِ مذکور کا کمسن لڑکا تھا "شاہ عباس سوم"
کا خطاب دیکر تخت نشین کردیا۔ لیکن ۲۶ فروری ۱۷۳۶ء مین نادر نے شاہ طہماسپ
کے انتقال کے بعد تاجِ شاہی سر پر رکھا اور اپنے کو نادر شاہ کا خطاب دیا۔

اب نادر شاہ نے بالاستقلال حاکم ہوکر ٹرکی گورنمنٹ سے پھر چھیڑ چھاڑ شروع کی
ابتدا مین بیشک ایک حد تک ترکون کو غلبہ رہا مگر پھر ایرانی فوج نے جو ایک ہمیشل
کمانڈر کے زیر حکم تھی ترکون پر کامل غلبہ حاصل کیا۔ آخر اس شرط پر صلح ہوگئی کہ جارجیا
کا پورا صوبہ ایرانی گورنمنٹ سے ملحق کردیا جائے۔ اسکے بعد اپنے ملک کے پرانی دشمن

---

* قلی ترکی لفظ ہے جو غلام ہونے کیلئے نام کے بعد لگایا جاتا ہے طہماسپ قلی یعنی غلام شاہ طہماسپ جو تعظیماً نادر شاہ کو خطاب دیا گیا تھا۔

یعنی مغانسیا نیونکی تنبیہ کا خیال آیا آخرکار افغانستان بھی فتح کر لیا گیا۔

افغانستان پہنچکر ہندوستان کا خیال آنا نادرشاہ کی ہمت سے بعید نتھا۔ مگر چونکہ ہندوستان کی ایک پُرانی سلطنت کا فتح کرلینا کچھ آسان کام نتھا اسلیے یہ ضروری معلوم ہوا کہ پہلے کسی ہوشیار شخص کو بطورِ سفیر بھیجکر سلطنتِ مغلیہ کے باطنی حالات دریافت کرنا چاہیے۔ آخر ایک معتبر آدمی دربارِ دہلی کیطرف روانہ کیا گیا۔ یہ زمانہ محمد شاہ کا زمانہ تھا سفیر مذکور جلال آباد کے قریب مارڈالا گیا یہان کسیکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کیا ہوا اور کیا نہین۔ مگر نادرشاہ نے اپنی سفیر کے قتل ہونیکا واقعہ محمد شاہ تک کہلوا بھیجا جب اسپر بھی کوئی توجہ نہ ہوئی ناچار شمالی اور مغربی صوبون پر حملہ کیا اور ۱۷۳۹ء مین دہلی تک ملک بہ آسانی فتح کر لیا۔

اس فتح کے بعد نادرشاہ نے دہلی سے واپس جانیکا پورا قصد کر لیا تھا مگر جب اہلِ دہلی نے اپنی غلطی سے ان مہمانون کو قتل کرنا شروع کر دیا ناچار اس ایرانی بادشاہ نے بھی اپنی فوج کو قتلِ عام کا حکم دیدیا اس موقع پر اکثر وحشیانہ حرکتین نادرشاہ کی طرف منسوب کیجاتی ہین جنکا وجود باوجود کوشش کی بھی مین نے کسی معتبر تاریخ مین نہین پایا۔ غالباً دہلی والونکی نفرت نے یہ حرکتین خود ایجاد کر کے مشہور کر دی ہونگی بہرحال اس دوسری مرتبہ کی صلح ذی تیس کروڑ روپیہ نقد تختِ طاؤس اور کوہِ نور کو ایرانکی خزانے مین داخل کر دیا۔

ہندوستان سے واپس ہوکر نادرشاہ نے دریائے انڈس کے مغربی کنارے کیطرف رخ کیا اور بخارا و خوارزم بھی شامل دولتِ خداداد کر لیئے گئے

سب سے اعلی درجے کا کام جو اس بادشاہ نے اپنی زندگی مین کرنا چاہا تھا وہ یہ تھا کہ نجف اور کربلا کی زیارت کے بعد بغداد مین ٹھرکر شیعہ اور سینون کے معزز آدمیونکو اپنے پاس طلب کیا اور چاہا کہ ان دونون مختلف فرقون مین ایسا اتحاد قائم کر دو کہ پھر آئندہ کسی قسم کا کوئی فساد پیدا نہونے پائے اور ہزارہا بندگان خدا کی جانین جو اس تعصب مذہبی کی نذر ہوتین ہین محفوظ رہین مگر افسوس کچھ نہوا۔

مجبور ہوکر اسی غرض کی تکمیل کیلیئے سلطان روم سے خط وکتابت شروع کیگئی۔ ان تمام تحریرونکا خلاصہ یہ تھا کہ شیعہ بھی مسلمان سمجھے جائین آزادی کیساتھ حج کو جا سکین۔ اسکے علاوہ یہ بھی درخواست کی گئی تھی کہ سلطان ایک پیشوائے مذہبی کی حیثیت سے اپنی ہم مذہب افغانستان اور ترکستان کے حاکمون کو مذہبی تعصب دور کرنے کی ہدایت فرمائے اور یہ تاکید کر دیجائے کہ آئندہ سے شیعون کو فروخت کرنیکا وحشیانہ طریقہ موقوف کر دیا جائے تاکہ اس سبب سے مفت خونریزی واقع نہوا ور بسہولت کام نکل آئے۔ مگر افسوس کچھ نہوا اور تمام ایلچی ناکامیاب واپس آئے۔

اسکے بعد سے نادرشاہ کے بھی اخلاق مین فرق آنے لگا۔ غرور ظلم وشک مزاج مین بہت پیدا ہو گیا تھا۔ یہانتک کہ ایک موقع پر اپنے لڑکے رضا قلی مرزا کی آنکھین نکلوا ڈالین۔ سبب یہ ہوا کہ ایک روز مازندران کے جنگل مین کسی نے نادرشاہ کے قتل کرنیکے لیے نادر پر بندوق سر کی۔ گولی بازو پر لگی بد نفس آدمیون نے اس واقعے مین رضا قلی مرزا کی سازش ثابت کی جسکے نتیجے مین بیچارے کو نابینا ہونا پڑا۔

اسی طرح کی ظالمانہ حرکتون سے ارکینِ سلطنت منحرف ہونے لگی-ایک دن ۲۰ جون ۱۷۴۷ء کو نادرشاہ کے حقیقی بھتیجے نے تین سوآدمیونکی تعدا دسے رات کو اپنے چچا کے خیمے کی طرف رُخ کیا نادرشاہ کی شوروغل سے آنکھ کھلی-عقل نے کہا کہ نمک حرام ملازم قتل کرنے آئے ہین-گرز پاس رکھا ہوا تھا اوٹھاکر خیمے سے باہر قدم رکھا-سب لوگ خوف سے بھاگنے لگے نادرشاہ نے کچھ دور تک تعاقب کیا-قضانے طنابِ خیمہ سے اولجھاکر گرادیا-سب اسوقت کے منتظر تھے چارون طرف سے ٹوٹ پڑے اور ٹکڑے اوڑاکر رکھدیا-اسطرح اس باہمت بادشاہ کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔

آجکل کے انگریزی مورخ نادرشاہ کا بہت اچھی طرح اپنی کتابون مین ذکر کرتے ہین اور †ویلیس آف پرشیا کا خطاب دیتے ہین نادرشاہِ مقتول کا ایک لڑکا ‡جو اسوقت اپنے باپ کے ساتھ تھا گرفتار ہوکر قسطنطینہ بھیجا گیا پھر وہان سے بیچاریکو وائینا (آسٹریا کا دارالسلطنت) لیگئے-وہان پہنچکر اس لڑکے کو *میریا تھریسا آسٹریا کی شاہزادی نے اپنی زیرِنگرانی پرورش کیا جس نے بہت جلد اپنی ذاتی لیاقت سے "بیرن سملین" کا خطاب حاصل کیا۔

† Walloce of parsia

‡ انگریزی مورخ لکھتے ہین کہ نادرشاہ کا یہی ایک لڑکا اُسوقت زندہ تھا اور جسنے رومن کیتھولک کا مذہب اختیار کرلیا تھا دیکھو چمبرس انسکلوپیڈیا۔

* Empress Maria Theresa

۲ علی شاہ افشار

۱۷۴۷ء سے ۱۷۴۸ء تک

نادرشاہ کے قتل کے بعد افغانی اور اوزبکی ترکون کو لوٹ مار کا یہ ایک بہت عمدہ موقع ہاتھ آیا نادرشاہ کی خونخواہی کے بہانے سے ایران پہنچے اور جو کچھ ہاتھ لگا لیکر قندہار واپس چلے گئے۔ ایران والون نے جو افغانون اور ترکون کو خوب سمجھے ہوئے تھے محمد علی خان نادرشاہ کے حقیقی بھتیجے کو اس واقعے کی خبر کی محمد علی خان اس موقع کو کب ہاتھ سے دینے والا تھا فوراً ہرات سے طوس کی طرف آیا اور تاج شاہی اپنے سر پر رکھکر "علی شاہ" اپنا لقب مقرر کیا۔

اسکے بعد ابراہیم خان کو کلات کیطرف روانہ کیا جو ابھی تک نادرشاہ کی ذریت کا مسکن تھا۔ اور تاکید کی کہ جو کچھ ہاتھ لگے لیکر واپس آئے۔ اس موقع پر بندرہ آدمی نادرشاہ کے خاندان کے قتل کیئے گئے۔ آخر تھوڑے عرصے کے بعد شاہرخ مرزا نے علی شاہ کو قتل کروا ڈالا۔

علی شاہ مذکور نے اپنے زمانہ سلطنت مین ابراہیم خان اپنے بھائی کو عراق عجمی کا گورنر مقرر کیا تھا اور تمام انتظام سلطنت حسین قلی اور سہراب خان کے حوالے کر کے خود عیش پرستی اختیار کی تھی مگر ابراہیم شاہ نے اپنے بھائی کا یہ رنگ دیکھکر قصد کر لیا تھا کہ جسطرح ہو سکے ایران کی سلطنت کا خود مالک ہو جاؤن

چنانچہ اسی ارادے سے فوج ولشکر جمع کرنیکے بعد سرکشی شروع کی اور اپنا لقب
ابراہیم شاہ مقرر کیا۔ اور ۱۷۴۸ء مین علی شاہ کو شکست دیکر نابینا کردیا۔ آخر یہ ابراہیم
شاہ بھی اپنے بھائی علی شاہ کے ساتھ شاہرخ مرزا کے حکم سے قتل کیا گیا۔

سلطنت حاصل ہونیسے پہلے شاہرخ کا نام شاہرخ مرزا تھا جب خراسان
کے باشندون کو یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم خان نے بھی سلطنت کا دعوی کیا ہے اونھون نے
فوراً شاہرخ مرزا کو جو شاہ طہماسپ کا نواسا تھا۔ قیدخانے سے نکال کر ۱۷۴۸ء
مین اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا اسکے بعد ایک باقاعدہ فوج علی شاہ اور ابراہیم شاہ
کے گرفتار کرنے کیلئے روانہ کی گئی اور یہ دونون بھائی گرفتار کرکے قتل کیے گیے۔

تھوڑا عرصہ نگذرا تھا کہ اونھین لوگون نے جنھون نے چندماہ پیشتر شاہرخ
مرزا کو اپنا بادشاہ بناکر شاہرخ شاہ کا لقب دیا تھا بیچارے کو نابینا کرکے معزول
کردیا۔ اور سید سلیمان صفوی کو اپنا بادشاہ مقرر کیا۔ بہرحال اسی شاہرخ شاہ
کے انتقال کے ساتھ خاندانِ افشار کا بھی خاتمہ ہوا۔

خاندانِ زند

۱۷۵۳ء سے ۱۷۹۴ء تک

خانہ بدوش ایرانیون کے ایک گروہ کا نام زند ہے۔ یہ لوگ نادرشاہ سے
پہلے لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ اور ابتک کوئی ایسا کافی انتظام نہ کیا گیا تھا کہ یہ لوگ اپنے اس
ناجائز پیشے سے باز آتے مگر نادر نے اپنے عہدِ حکومت مین انکو اپنے وطن سے نکلوا دیا تھا
اس زمانے مین کریم خان نامی اس قبیلے کا سردار تھا۔

نادرشاہ کی وفات کے دو برس بعد ۱۷۴۹ء مین علی مرادخان نامی ایک بہادر افسر نے زمانے کا رنگ دیکھکر اصفہان فتح کرنیکا قصد کیا کریم خانِ مذکور نے بھی اس حملے مین شرکت کی ابوالفتح خان جو افشاریون کیطرف سے اس مقام کا گورنر تھا بمقابلہ پیش آیا۔ مگر پھر اس شرط پر صلح کر لی کہ یہ تینون بہادر سردار یعنی علی مرادخان کریم خان اور ابوالفتح خان باہمی اتفاق سے ملک کے انتظام کو درست کرین اور پھر اس سلطنت کو از سرِ نو رونق دین۔ مگر آپس کی بدعہدی و نااتفاقی نے یہ قصد پورا ہونے دیا۔

کریم خان کو اس وقت ایک لشکر کا سردار مقرر کر کے عراقِ عجمی کیطرف بھیجا تھا۔ راہ مین یہ خبر پہنچی کہ علی مرادخان نے اپنے اقرار کے خلاف ابوالفتح خان گورنرِ اصفہان کو مار ڈالا۔ مجبور ہو کر کریم خان کو اصفہان کیطرف واپس آنا پڑا۔ یہان یہ ہنگامہ برپا دیکھکر کہ سید سلیمان و شاہرخ شاہ کیطرح برائے نام ابوتراب خان صفوی کو جو شاہ سلطان حسین کا نواسا تھا شاہ اسماعیل کا خطاب دیکر سب نے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا ہی۔ مگر حکومت اصل مین اور لوگون کے اختیار مین ہے ناچار کریم خان نے اصفہان پر حملہ کیا اور ۱۷۵۳ء مین فتح کر لیا۔

شاہِ اسماعیل کو سید سلیمان صفوی وغیرہ کے واقعات نے ہوشیار کر دیا تھا اپنا آلِ کار سمجھکر خانِ مذکور کا ساتھ دیا اور اپنے لشکر سے بالکل علیحدگی اختیار کر لی جب اسطرح اس ضلع کی فتح سے فرصت ملی سُنا کہ آزاد خانِ افغانی اسطرف آرہا ہے ناچار افغانیون کے مقابل مین فوج کشی کرنا پڑی مگر چند روز کے بعد شکست اوٹھا کر کریم خان کو اپنے وطن کیطرف واپس جانا پڑا۔

چونکہ فتحمند آدمیون کی طبیعتین اطمینان سے نہین رہتین تھوڑے عرصے کے بعد کریم خان نے شیراز فتح کیا - اور پھر اصفہان کیطرف رخ کیا - ایکی مرتبہ افغانیون کو کامل شکست دیکر اس مقام پر بھی قبضہ کرلیا - اسی زمانے مین ایک اور شخص محمد حسن خان قاچار میدان خالی پاکر ایران کی فتح مین سرگرم تھا - جب خان قاچار نے اصفہان بھی فتح کرلیا اوسوقت کریم خان نے مجبور ہوکر طہران کی سکونت اختیار کی خلوت خانہ کریم خانی اور دیوان خانہ کریم خانی یہ دو بیمثل عمارتین اسوقت تک اس شہر مین اسی بزرگ خاندان زند کی یادگار باقی ہین - بلکہ شاہان قاچار اکثر جشن کے موقع پر انھین عمارتون سے کام لیتے ہین -

کریم خان زند کو سب مورخ ایک بیدار مغز - سخی - بُردبار اور خوش اخلاق حاکم لکھتے ہین - اگرچہ ایک بڑا حصہ ایران کا خان مذکور کے قبضے مین آچکا تھا مگر کبھی اپنی کو بادشاہ کا خطاب نہین دیا بلکہ وکیل الرعایا* اپنا لقب مقرر کیا تھا - اگر کوئی شخص خوشامد کے سبب سے بادشاہ کہتا بھی تھا تو اوسکو فہمائش کیجاتی تھی کہ آیندہ اس خطاب کا استعمال نہ کرے -

باغ کا بہت شوق تھا - ایک باغ بنوایا تھا - اوسمین کوئی عمارت بن رہی تھی شوق نے مجبور کیا مزدورون کے پاس آکر ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور تماشا دیکھنے لگا - ہاتھ مین ایک حقہ تھا جسکی تیاری مین بیس ہزار اشرفیان صرف ہوئین تھین - اتفاقاً ایک مزدور نے جسکا نام بھی کریم خان تھا آسمان کیطرف دیکھکر کچھ کہا اور پھر سر جھکا کر مٹی ڈھونے لگا - کریم خان نے اپنے ہمنام مزدور کو اپنے پاس بلا کر پوچھا

* ہسٹورینس ہسٹری مین بجاے وکیل الرعایا کے جگہ کیل سلطین صفویہ لکہا ہے

بتاؤ یہ تمنے کیا کہا" مزدور بیچارے نے پہلے جان کے خوف سے انکار کیا پھر اصرار کے بعد کہنے لگا کہ مین خدا سے شکایت کر رہا تھا کہ "خداوند تو کریم ہے جو کچھ جسکے پاس ہے وہ تیرا دیا ہوا ہے - ایک کریم خان یہ بادشاہ ہے جس کے روبرو بیس ہزار اشرفیونکا اسوقت ایک حقہ موجود ہے ایک مین کریم خان ہون جسکو صبح سے اسوقت تک مٹی کا بھی حقہ نصیب نہین ہوا" کریم خانِ زند نے یہ سنکر اوسیوقت اپنا گران قیمت حقہ اوس اپنے ہمنام مزدور کو دیدیا۔

اس نیک مزاج حاکم کے تین لڑکے تھے :- ابوالفتح خان - محمد علی خان اور ابراہیم خان کریم خان نے ۱۷۷۹ء مین انتقال کیا - ابوالفتح خان کو برای نام چند روز کیلیے تخت نشین کیا - اس بادشاہ نے کوئی ایسا کارنمایان نہین کیا جو قابل فخر ہوتا - آخر صادق خانِ زند نے جو اس ابوالفتح خان کا حقیقی چچا تھا اول اپنے بھتیجے کے مزاجمین رسوخ پیدا کیا اور پھر ارکین سلطنت کے اتفاق سے بیچارے کو قید کرکے آپ بادشاہ بنگیا۔

صادق خانِ مذکور نے حکومت حاصل کرنیکے بعد اپنے لڑکے کو جسکا نام جعفر خان تھا علی مراد خان* کے مقابلے کیلیے بھیجا مگر جعفر خان نے شکست اوٹھائی اور ناکام شیراز کیطرف واپس آیا۔ علی مراد خان نے تعاقب کیا اور ۱۷۸۱ء مین شیراز فتح کرکے خود اس صوبے کا بالاستقلال حاکم ہوگیا - پہلے یہان کے باشندون نے بہت کچھ علی مراد خانِ مذکور کی اطاعت کی مگر پھر ناراض ہوکر آقا محمد خانِ قاجار کو استرآباد سے بلاکر خانِ مذکور کو شکست دلوائی - مگر جب

*علی مراد خان کریم خان زند کا بھتیجا تھا۔

۱۷۸۵ء مین علی مراد خان* کا انتقال ہوا جعفر خان نے دیکھا کہ شیراز فتح ہو گیا وہان سے بھاگ کر اصفہان کی طرف آیا مگر جب یہان بھی خان قاچار نے مہلت ندی ناچار پھر شیراز کے کسی قصبے کی طرف جانیکا قصد کیا مگر آقا محمد خان نے زیادہ فرصت ندی گرفتار کر کے ۱۷۸۹ء مین قتل کروا دیا۔

اس زمانے مین جعفر خان زند کا لڑکا لطف علیخان بوشہر مین تھا باپ کے مرنے کی خبر سنکر شیراز کی طرف آیا مگر یہان پہنچکر معلوم ہوا کہ یہ مقام ترکان قاچار کے قبضے مین جا چکا پھر بھی چاہا کہ کسی تدبیر سے ملک ہاتھ آجائے مگر کچھ نہوا۔ ان مختلف کوششون کا نتیجہ یہ ہوا کہ کرمان کے قریب آقا محمد خان قاچار کے ہاتھ گرفتار ہو گیا آخر یہ بھی ۱۷۹۳ء مین قتل کروا دیا گیا۔

* یہ علی مراد خان کریم خان زند کا بھتیجا تھا

خاندان قاجار

سنہ ۱۷۹۴ء سے آج تک

قاچار ترکون کے ایک خاندان کا نام ہے - ہلاکو خان جو چنگیز خان* کا پوتا تھا منگو قاآن کے حکم سے جو چنگیز خان کا پردتا تھا ایران کا حاکم مقرر ہوا - کچھ دنون کے بعد ہلاکو خان کو اپنے بھتیجے کے حکم سے عراقِ عرب کی طرف جانا پڑا - منگو قاآن کا حکم تھا کہ اسوقت خاندانِ مغول سے بہادر افسر منتخب کرکے ترکستان سے شام و مصر تک مختلف مقامون کی نگہبانی کیواسطے مقرر کیئے جائین - اس تقریب سے بکثرت خاندان ترکانِ مغول کے جا بجا آباد کیئے گئے - انھین ترکانِ مغلیہ مین سرتاق نویان جو کہ ساما نویان کا بیٹا تھا اپنی فوجی لیاقت کے سبب سے اس عرب کے سفر مین ہلاکو خان کے ساتھ گیا تھا ہلاکو خان کی انتقال کے بعد اباقاآن اپنے باپ کی جگہ ایران کا حاکم مقرر ہوا اس بادشاہ نے حکومت حاصل کرنیکے بعد ارغو خان نامی اپنے لڑکے کو بغرضِ تعلیم و تربیت سرتاق نویان کے حوالے کر دیا تھا - جب اس بادشاہ کا انتقال ہوا سرداران مغلیہ نے آباقاآن کے بھائی کو اپنا حاکم مقرر کیا جب اسکا بھی انتقال ہوا اوسوقت ارغون خان مذکور نے تخت حکومت پر قدم رکھا ارغون خان کے بعد اسی خاندان سے دو اور بادشاہ ہوئے - جب غازان خان

---

* چنگیز خان کا اصلی نام زنگیز خان تھا جو ۲۵ جون سنہ ۱۱۵۵ء کو پیدا ہوا - اور ۲۴ اگست سنہ ۱۲۲۷ء مین انتقال کیا مقام مقام کوست ہانگ ہو ایک چین کا صوبہ ہے - اسکے باپ کا نام یسی کائی بہادر تھا - اسی یا نوّے لاکھ آدمی اسکی لڑائیون یا اسکے حکم سے مارے گئے ہین - دیکھو چمبرس انسکلوپیڈیا جلد ۴ "خان" منگولین زبان مین کسی بادشاہ یا کسی عہدہ دار بزرگ نام کے ساتھ مین لگا دیتے ہین -

کی نوبت پہنچی جو اباقا آن کا پوتا تھا اوسوقت سرتاق نویان کا انتقال ہو چکا
تھا۔ مگر غازان خان نے اپنے باپ کے اس استاد کی پوری قدر کی اور اوسکے بعد اوسکے
لڑکیکو جسکا نام قراجار نویان* تھا عہدۂ پدری پر ممتاز کر دیا۔ یہ سردار بندہ کو بہت
بہادر سپاہی تھا اسلیئے ترکون کے قاعدے کے مطابق اسکے بعد اسکی نسل سے ایک
علیحدہ خاندان مقرر کر کے اُس خاندان کا نام قراجار رکھدیا۔ یہی قراجار کا لفظ
رفتہ رفتہ قاچار ہو گیا۔+

جب زمانے نے اپنی عادت کے مطابق چنگیز خان‡ اور اوسکی خاندانی سلطنت
کا بھی خاتمہ کر دیا اوسوقت قاچار کے خاندان والی شام (سیبیریا) کیطرف چلے
گئے جہان انکے رشتہ دار گروہ ہلاکو خان کے زمانے سے آباد تھے۔ مگر پھر کچھ
دنون کے بعد امیر تیمور کے حکم سے ان سب کو ایران واپس آنا پڑا۔ کچھ ترکستان
چلے گئے قاجاری ترکون نے۔ گنجہ۔ آذربائجان اپنا مسکن مقرر کر لیا۔
شاہ عباس اعظم نے ملکی مصلحت سے اس ایک خاندانِ قاجار کے تین حصے کر کے
انکی قوت کو ایک حد تک کم کر دیا تھا۔ قجر افشار عضد الیو اور قاجار سابق الذکر
نادر شاہ کے خاندان کی تباہی کے ساتھ تباہ ہو گئے۔ دوسرا فرقہ جس نے
مرو کی سکونت اختیار کی تھی مرو کی بربادی کے ساتھ برباد ہو گیا۔ اب رہی
قاجار انھون نے ایروان کا قیام اختیار کر لیا۔

---

* مگر جمبرس انسائکلوپیڈیا مین قراجار نویان کو چغتائی خان خلف چنگیز خان کا اتالیق (استاد) لکھا ہے شاید دوسرا اوسکا ہمنام ہو گا جو اس خاندان کا بانی ہوا ہے۔

+ دیکھو "نامہ خسروان" مولفہ شاہزادہ فریدون مرزا جلد چہارم مطبوعۂ ایران

‡ چنگیز خان کا اصلی نام ریگیز خان تھا جو ۲۰ جون ۱۱۵۵ع کو پیدا ہوا اور ۲۴ اگست ۱۲۲۶ع مین انتقال کیا مقام ولادت ہانگ ہو ایک چین کا صوبہ ہے۔ اسکے باپ کا نام یی سو کائی بہادر تھا۔ [illegible] [illegible] لاکھ آدمی اسکے ساتھ لڑائیون مین اور اسکے حکم سے مارے گئے ہین جمبرس انسائکلوپیڈیا جلد ۴۔ خان منگولین زبان مین کسی بادشاہ یا عمدہ سردار کے نام کیساتھ لگا دیتے ہین۔

اس خاندانِ قاچار کے ہیمبر غالباً شاہ عباسِ اعظم کے زمانے مین شیعہ ہوئے ہین۔ جب بادشاہِ مذکور نے مازندران واستر آباد کا قصد کیا تھا اوسوقت قاچاری ترک ہمراہ رکاب تھے۔ جب بادشاہِ مذکور نے قلعۂ مبارک آباد کی تعمیر سے فرصت پائی قاچاری ترکون کو وہان آباد ہونیکا حکم دیا جو بالائے قلعہ آباد کیئے گئے اونکا نام "قاچارِ یُخاری باش" رکھا گیا اور جو لوگ پائین قلعہ رہے وہ "قاچارِ اُشاقہ باش" کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ موخر الذکر قاچار اگرچہ اپنے ساتھ والون سے تعداد مین کم تھے مگر ہمت اور جوانمردی مین کہین بڑے ہوے تھے جس نے رفتہ رفتہ انکو تمام ایران کا بادشاہ بنا دیا۔

سب سے پیشتر شاہ قلی خانِ قاجار جو مہدی قلی خانِ قاجار کا لڑکا اور ولی خانِ قاچار کا پوتا اور محمد قلیخان قاجار کا پرپوتا تھا شاہ عباسِ اعظم کے زمانے مین اپنا وطن چھوڑ کر استر آباد مین آیا۔ اس سردار قاجار کے دو لڑکے تھے ایک کا نام فتح علیخان تھا جو دو ہزار سوارونکے ساتھ شاہ سلطان حسین کی مدد کے واسطے آیا تھا۔ دوسرا افضل علی آقا۔ شاہ قلی خان کے انتقال کے بعد فتح علی خانِ مذکور سردارِ خاندان مقرر ہوا۔ اسی شخص نے شاہ طہماسپ کے زمانے مین بھی افغانون کے ساتھ لڑکر بڑی بڑی لڑائیان فتح کی ہین۔ یہانتک کہ نادرشاہ کے حکم سے بیچارہ قتل کیا گیا۔ اس فتح علی خانِ قاجار کا ایک لڑکا تھا جسکا نام محمد حسن قاجار تھا یہی شخص اس قاجاری سلطنت کا بانی ہوا ہے۔

محمد حسن خان قاچار

۱۷۴۸ء سے ۱۷۵۸ء تک

محمد حسین قاچار ایک بہت بہادر اور نیک مزاج آدمی تھے۔ ہر چند نادر شاہ نے چاہا کہ خانِ مذکور کو مروا ڈالے مگر کسی تدبیر سے ممکن نہوا۔ کیونکہ نادر شاہ کے قصد سے واقف ہوکر محمد حسن خان نے وہان اپنا قیام مناسب نہ سمجھا اور فوراً براہ راست جنگل کیطرف چلے گئے اور ترکمانون کی پناہ مین رہنے لگے۔ تھوڑے عرصے مین کچھ فوج جمع کر کے استرآباد پر قبضہ کر لیا نادر شاہ نے یہ خبر سنکر فوراً اپنی فوجکو اوسطرف بھیجا اور استرآباد جو علیحدہ ہو گیا تھا پھر واپس لیلیا گیا۔ خانِ مذکور کو مجبور ہوکر پھر جنگل مین ترکمانون کی پناہ لینا پڑی مگر جب نادر شاہ نے ترکمانون کو محمد حسن خان کے ہاتھ پاؤن باندھ کر بھیجدینے پر مجبور کیا اوسوقت سوا اسکے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہان سے بھاگ کر کسی جنگل کیطرف چلے گئے۔

ایک روز خانِ مذکور نے دیکھا کہ کچھ سوار میری طرف آ رہے ہین۔ خیال ہوا کہ میری گرفتاری کے واسطے اونکو بھیجا ہے۔ باوجودیکہ بھوک کی شدت سے غیر حال ہو رہا تھا مگر جان بھی بُری چیز ہے مجبوری تلوار اوٹھا کر لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر جب اون سوارون سے یہ معلوم ہوا کہ نادر شاہ نے انتقال کیا پھر زیادہ توقف مناسب نہ سمجھکر استرآباد پر فوراً قبضہ کر لیا۔

اب میدان صاف تھا خانِ مذکور نے تاجِ شاہی سر پر رکھا اور بڑی

جوانمردی سے ترکستان بلکہ ایران کے اکثر صوبے بھی فتح کر لئے۔ مگر چونکہ ہر کام کی ابتدا مین مصیبتون کا پیش آنا ایک قدرتی قانون ہے کریم خان زند سے محمد حسن خان کو پھر شکست اوٹھانا پڑی اور شکست کے بعد ایک نمک حرام نوکر کے ہاتھ نے اُنکی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

(۲) آقا محمد خانِ قاجار

۱۷۹۴ء سے ۱۷۹۷ء تک

یہ آقا محمد حسن خان مقتول کے سب سے بڑے لڑکے تھے۔ اس سبب سے ملک کی دستور کے مطابق اپنے باپ کے بعد استحقاقِ حکومت انھین کو حاصل تھا۔ مگر کریم خانِ زند نے آقا محمد خان کا اونکے باپ کے ملک مین رکھنا مناسب نہ سمجھا اور حکم دیا کہ میرے پاس شیراز مین رہو چنانچہ پندرہ برس کامل آقا محمد خان کو کریم خان زند کے پاس رہنا پڑا۔ اس اثنا مین اکثر ارا کینِ سلطنت نے خانِ زند کو خانِ قاجار کے قتل کا مشورہ دیا مگر خانِ زند نے اپنی نیک نیتی سے ہرگز اس ناجائز فعل کو منظور نہ کیا۔

جب خانِ زند کا زمانہ وفات قریب پہنچا اور مرض کی شدت نے ثابت کر دیا کہ اب صحت محال ہو چکی اس زمانے مین آقا محمد خان نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ علی الصباح شکار کے حیلے سے شہر کے باہر چلے جاتے تھے مگر سر شام جب یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ ابھی کریم خان نے انتقال نہین کیا بمجبوری پھر شہر مین آنا پڑتا تھا

جب خانِ مذکور کا انتقال ہوا آقا محمد خان نے فوراً طہران کی طرف رخ کیا اور راہ مین خانِ مذکور کا خزانہ جو کاشان جاتا تھا لوٹ کر مالی ضرورت کو ایک حد تک دفع کر دیا۔

اسکے بعد مازندران کے انتظام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہان علی مراد خانِ زند فرمانروائی کر رہا تھا۔ آخر اسکو بھی کئی لڑائیون مین شکست دیکر رفتہ رفتہ خاندانِ زند کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

اس فتح کے بعد ہی گرجستان کیطرف رخ کیا اور ۱۷۹۵ء مین تفلس کو برباد کرکے استرآباد و گرگان کیطرف آئے اور ۱۷۹۶ء مین شاہ کا لقب اختیار کیا پھر یہان سے کسی ضرورت نے مجبور کرکے گرجستان پہنچایا یہان پہنچکر قلعۂ شوشا مین قیام کیا اور یہین ۵۶ برس کی عمر مین صادق خان فراش کے ہاتھ سے مارے گئے خاندانِ قاجار مین یہ آقا محمد خان اپنی بدمزاجی کے واسطے مشہور ہین۔ چونکہ بادشاہِ مذکور کی کوئی اولاد نہ تھی اس سبب سے فتح علی شاہ وارثِ تخت قرار پائے۔

(۳) فتح علی شاہ قاجار

۱۷۹۷ء سے ۱۸۳۴ء تک

یہ آقا محمد خانِ مذکور کے حقیقی بھائی حسین قلی خان کے بیٹے اور آقا محمد حسن خان سابق الذکر کے پوتے تھے۔ جسوقت چچا کا انتقال ہوا اسوقت

فتح علی شاہ خبکا عرف باباجان تھا شیراز مین تھے - یہ خبر سنکر فوراً طہران کی طرف عزم کیا اور قزوین و طہران مین صادق خان اپنے چچا کے قاتل کو جس نے سلطنت کا بھی دعوی کیا تھا شکست دیکر تاج شاہی سر پر رکھا - اسی زمانے مین شاہرخ شاہ کی اولاد نے جابجا فساد کر رکھا تھا مگر شاہ مذکور نے اونکو زیادہ مہلت نہ دی اور طوس مین ان سب ہنگامہ پردازون کو گرفتار کرکے قتل کروا ڈالا۔

فتح علی شاہ کے زمانے مین روسی اور ٹرکی گورنمنٹ نے بہت کچھ چاہا کہ اس ایرانی سلطنت کو برباد کردین مگر بادشاہ کی شجاعت اور بیدار مغزی نے ان مذکورہ سلطنتون کو اس ارادے مین کامیاب نہونے دیا البتہ اس ہنگامہ پردازیکا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ صوبہ کاکیشین اور شیروان وغیرہ اکثر شہر قاجاری سلطنت سے علیحدہ ہوکر روسی گورنمنٹ کے ماتحت ہوگئے اخر ۱۸۲۶ء مین برٹش گورنمنٹ کے واسطے سے صلح ہوگئی اور تین لاکھ پونڈ تاوان جنگ کے ایرانی سلطنت کے ذمے واجب الادا قرار پائے۔

چونکہ بادشاہ مذکور نے اپنی ذاتی لیاقت سے اپنے کو ایک زبردست حاکم ثابت کردیا تھا - پارس - آذربائجان - لرستان - قروان اور گرجستان کے گورنر جو عرصے سے خودسر ہو رہے تھے زمانیکا رنگ دیکھکر بادشاہ کے فرمانبردار ہوگئے - اسوقت ۱۸۳۳ء مین عباس مرزا ولیعہد سلطنت کے انتقال نے بہت زیادہ بادشاہ مذکور کو حواس باختہ کردیا تھا۔

بادشاہ مذکور کو شاعری کا بہت شوق تھا اور خاقان تخلص اختیار کیا تھا - اسمین

شک نہین کہ فتح علی شاہ ایک لائق بادشاہ تھے۔ اکثر روپیہ اور وقت
اپنا ایران کی آبادی مین صرف کرتے تھے اصفہان کے ایک باغ سعادت
آباد نامی مین علیل ہوکر ۶۷ برس کی عمر مین ۳۹ سال سلطنت کر کے انتقال کیا اور
قم مین دفن ہوئے۔ ۴۶ لڑکیان اور ۵۹ لڑکے اُنکے مرنے کے وقت زندہ موجود تھے

(۴) علی شاہ قاچار

فتح علی شاہ کے انتقال کے بعد علی شاہ نامی بادشاہ مغفور کا لڑکا
تخت نشین کیا گیا تھا مگر سلطنت روس اور گورنمنٹ انگلشیہ نے بیس روز کے
بعد علی شاہ کو معزول کر کے اوسکے بعد محمد شاہ قاچار کو تخت نشین کر دیا۔

(۵) محمد شاہ قاچار

سنہ ۱۸۳۴ء سے سنہ ۱۸۴۸ء تک

یہ فتح علی شاہ مرحوم کے پوتے اور عباس مرزا کے سب سے بڑے بیٹے
تھے۔ جب اونکے دادا نے انتقال کیا یہ اوسوقت تبریز مین بحیثیت گورنر
مقیم تھے۔ یہ خبر سنکر فوراً دار السلطنت کی طرف روانہ ہوئے۔ اعیان دولت
نے نہایت شان و شوکت سے استقبال کیا اور بڑی خوشی سے شہر مین لائے
تخت حکومت پر جلوس کرنیکے بعد حسب دستور قدیم چند روز سامان جشن مین مشغول
رہے۔ اس موقع پر سرداران سلطنت اور شہر کے فقیرون کو انعام و اکرام سے
مالا مال کر دیا۔

بادشاہِ مذکور کے آنے سے پیشتر ظل السلطان نے اس سلطنت پر قبضہ
کرنا چاہا تھا مگر ناکامیاب رہے ممکن تھا کہ محمد علی شاہ مذکور اس گستاخی کے عوض
مین کچھ سزا دیتے مگر نیک مزاجی نے خطا معاف کر دینے کو سزا دینے پر ترجیح دی
اور ظل السلطان کی خطا عفو کر دی گئی۔ اسی زمانے مین اکثر بدمعاشون نے
اصفہان کیطرف راہزنی شروع کی تھی۔ بادشاہ موصوف نے خود اس جانب
توجہ فرمائی اور کافی انتظام کے بعد اپنے دار السلطنت کیطرف واپس آئے۔ یہان
آنے کے بعد مرضِ موت نے گھیرا آخر چالیس برس گیارہ مہینے کی عمر مین انتقال کیا۔
مرزا حبیب قاآنی نے اسی بادشاہ کے زمانے مین شہرت پائی ہے جو فارسی
زبان کا ایک بےمثیل شاعر ہوا ہے ملا گشتاسپ زردشتی اور ملا بہروز زردشتی
علمِ نجوم و ریاضی کے باکمال اسی زمانے مین دربارِ شاہی کے ملازم تھے
سالانہ تقویمِ شاہی کا درست کرنا۔ زیچ بندی وغیرہ نجوم و ہیئت کے متعلق
جملہ کام انھین دونون باکمال آدمیون کے سپرد تھے۔

(۶) ناصر الدین شاہِ قاجار

۱۸۴۸ء سے ۱۸۹۶ء تک

ناصر الدین شاہ محمد شاہ مرحوم کے بڑے لڑکے تھے۔ ۱۴ اپریل ۱۸۲۹ء
مین پیدا ہوے۔ سلطنت کے امور مین تجربہ حاصل کرنیکی غرض سے صوبہ
آذربائجان کے گورنر مقرر کیے گئے تھے ۱۸۴۸ء مین اپنے والدِ مرحوم کی

خبر وفات سنکر دار السلطنت کیطرف روانہ ہوئے۔ تمام امرا وارا کین دولت
استقبال کیلیے شہر سے باہر نکلے اور ایک شاہانہ شان وشوکت کی ساتھ شہر مین
لائے۔

تخت نشین ہوکر ایران کے بہت قدیم دستور کے مطابق جشن شاہانہ آراستہ
کیا فقرا ومساکین خیرات سے اور امرائے سلطنت خلعت وانعام سے مالامال کیے
گئے۔ جابجا تجربہ کار اور ایماندار گورنر مقرر ہوئے مرزا تقی ایک بہت
مدبر شخص وزیر اعظم سلطنت مقرر ہوئے فتح علی شاہ کے زمانے سے جو
روسی گورنمنٹ کو ایرانی حکومت سے ایکطرح کا عناد پیدا ہوگیا تھا اس
خیال نے زیادہ تر ناصر الدین شاہ کو سفر یورپ پر آمادہ کیا۔ اسکے علاوہ
ملک کی ترقی بھی اوخفین تجربون کے ساتھ وابستہ پائی گئی جو اس مبارک سفر سے
حاصل ہوتے ۱۸۵۲ء مین سلطنت انگلشیہ نے کسی مصلحت سے بوشہر کو اپنا
فوجی مقام بنانا چاہا لیکن روسی سلطنت کے اثر سے ایران کو انکار کرنا پڑا مگر
۱۸۵۶ء مین دولت برطانیہ نے بجبر بندرگاہ مذکور پر قبضہ کرلیا۔ حالانکہ
ناصر الدین شاہ نے کوشش کی مگر کچھ نہوا آخر ۱۸۵۷ء مین فرانس کی وساطت
سے صلح ہوگئی۔

سب سے پہلے ۱۸۶۶ء مین بزرگان دین شیعہ کے مزارون کی زیارت کے
واسطے عرب کیطرف رخ کیا۔ میری نزدیک اگرچہ سفر یورپ پر مقدم کیا جاتا یقیناً
نافہم آدمی بادشاہ مذکور کو تبدیل مذہب کا الزام لگا کر بدنام کرتے اس صورت مین

بہت کچھ پولٹکل جھگڑے پیدا ہوکر سلطنت کو ضعیف کر دیتی اس سفر کی آٹھ برس کے بعد یعنی ۱۸۸۳ء مین انگلینڈ کیجانب روانہ ہوئے۔ مظفر الدین ولیعہد سلطنت اور ظل السلطان صدر اعظم یعنے وزیر ایران اور نائب السلطنۃ وغیرہ ہمراہ تھے۔ کیونکہ ان لوگون کو بھی تجربہ حاصل کرنیکی ضرورت اوسیقدر تھی جسقدر خود بادشاہ کو تھی۔ ۱۸۷۹ء مین اوّل روس کی سیاحت کی پھر جرمن۔ انگلستان۔ فرانس۔ اٹلی۔ قسطنطنیہ وغیرہ کل ممالک یورپ کی سیر سے فائدہ اوٹھایا۔ تقریبا چار مہینے پچیس روز اس دوسرے بانتیجہ سفر مین صرف ہوئے اسکے بعد ۱۸۸۹ء مین تیسری مرتبہ سفر یورپ کا عزم کیا اور کامیابی کیساتھ واپس آئے۔ اسی سال مین ایک شاہی بنک کا بھی افتتاح کیا جو "امپریل بنک آف پرشیا" کے نام سے مشہور ہے۔

اسمین شبہہ نہین کہ پولیٹکل پیچیدگیون کے خیال سے اگر دیکھین اس سفر سے زیادہ اور کوئی چیز بقائے ایران کیواسطے مفید ثابت نہوگی۔ ورنہ اب تک ایران کی خواہشمند سلطنتین ضرور ایران پر تصرف کر چکین ہوتین۔ اس مبارک سفر نے ایران کے تمدن پر بھی بہت کچھ اثر ڈالا یہ اسی سفر کا فیض تھا جس نے شخصی گورنمنٹ کے اوٹھادینے اور اوسکی جگہ ایک جمہوری حکومت قائم کرنیکا خیال بادشاہ مذکور کی خیر خواہ طبیعت مین پیدا کر دیا۔

چونکہ ناصر الدین شاہ کا قاتل ایک شخص محمد رضا نامی بابی تھا اسوجہ سے ضرور معلوم ہوتا ہے کہ بابیون کے مذہب کی ایک مختصر تاریخ یہان بیان

کردیجائی ۱۸۲۰ء مین جب فتح علی شاہ قاجار کا زمانہ تھا ایک شخص مرزا محمد علی
نامی شیراز مین پیدا ہوئے معمولی علوم مین معمولی دستگاہ تھی۔ جو کچھ پڑھا وہ سید کاظم
رشتی ایک بہت بڑے لائق آدمی سے پڑھا۔ اونھین کے فیضِ صحبت سے باطنی
ریاضتون کا شوق پیدا ہوا۔ جب کچھ مکاشفات ہونے لگے اونکو ضبط نہ کر کی طبیعت
نے پیغمبری کے دعوی کی طرف راغب کیا۔ ایک عرصے تک آفتاب کے سامنے
بیٹھکر دماغ مین خشکی پیدا کر لی تھی۔ ابتدا مین اپنے مہدیٔ موعود ہونیکا دعوے
کیا۔ جب اسمین کامیابی ہوئی پھر نبوت کے شوق نے نبوت کا مدعی بنایا اور اپنے
کو "باب" خطاب دیا ایک کتاب عربی مین لکھکر "البیان" اوسکا نام رکھا ملا حبیب اللہ
کاشانی نے اس کتاب پر عربی کی گرام کے قاعدونسے بہت کچھ اعتراض کئے ہین
یہ زمانہ بادشاہ موصوف کی ولیعہدی کا تھا۔ جب باب مذکور کو گرفتار کر کے
تبریز مین لائے۔ امتحان کے واسطے بڑے بڑے علما کی ایک انجمن مقرر کی گئی
حاجی ملا محمود جنکو شاہی دربار سے نظام العلما کا خطاب تھا میر مجلس معیّن ہوئے
ناصر الدین شاہ بھی شریکِ جلسہ تھے۔ مگر بقولِ ملا حبیب اللہ کاشانی۔ باب نے
کسی سوال کا جواب نہ دیا بلکہ بطائف الحیل ٹالدیا۔ بادشاہ موصوف نے مصلحتِ
ملکی اور مذہبی خیال سے باب مذکور کو سزا دیکر قید کر دیا۔ اس عرصے مین باب
نے اپنے دعوے سے توبہ کر لی تھی اور اسی وجہ سے قید سے بھی رہائی مل چکی تھی
مگر جب دوسری مرتبہ پھر یہی دعوی کیا مذہبی عالمون نے قتل کا حکم دیا اور بادشاہ
نے بھی ان عالمون کے اصرار سے ۱۸۵۰ء مین باب مذکور کو قتل کروا ڈالا۔

یہ وہ واقعہ تھا جس نے تمام بابیون کو بادشاہ اور سلطنت دونون کا دشمن بنادیا
اس عداوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۹۶ء مین جلوس کے پچاسوین برس جب ایرانین
سب سے پہلی مرتبہ بادشاہ کے جشن جوبلی کا سامان ہو رہا تھا ایک بابی نے
نماز کیحالت مین اس بہت مفید زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

مظفر الدین شاہ قاجار

۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۷ء تک

یہ ناصر الدین شاہ مرحوم کے دوسرے بیٹے تھے۔ مگر چونکہ شاہی خاندان
کی عورت کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اس لیئے ملک کے قدیم طریقے کے
مطابق یہی اپنے باپ کی زندگی سے تخت نشینی کیلیئے منتخب ہو چکے تھے۔ انکی بڑی
بھائی کا نام ظل السلطان ہی جو کسی دوسری معزز خاندان کے نواسے ہین۔ ابھی
یہ زندہ ہین اور اپنے ملک کی پارلیمنٹ کے نہایت سچی خیرخواہ ہین۔
یکم مئی ۱۸۹۶ء مین مظفر الدین شاہ نے عنان حکومت اپنی ہاتھ مین لی ایران
کی اندرونی حالت نے اُنکے زمانے مین کوئی ایسی ترقی نہین کی جو قابلِ ذکر ہوتی۔
بلکہ خزانۂ شاہی جو بادشاہِ مرحوم کے زمانے سے جمع ہو رہا تھا انکے وقت مین
صرف ہونے لگا۔ مگر سب سے زیادہ لایق تعریف کام جو انھون نے اپنی زندگی مین کیا
وہ یہ تھا کہ اپنے والدِ مرحوم کے اس ارادے کو کہ ایران مین بھی انگلینڈ کیطرح جمہوری
گورنمنٹ قائم ہو۔ پورا کیا۔ دنیا کی تمام اسلامی سلطنتون کے بادشاہون مین بلا

استثنا جس شخص نے عملاً اپنے ملک اور اپنی رعایا کی خیر خواہی ظاہر کی اور جس نے اپنے کو ایک سچا قومی خیر خواہ ثابت کیا وہ یہی مظفر الدین شاہ تھے۔

دار السلطنت میں ایک بڑی عمارت بصرفِ زرِ کثیر پارلیمنٹ کیواسطے تیار کی گئی - اور بلا خیالِ مذہب و قوم شاہزادی - امرا - علما - زمیندار - سوداگر وغیرہ اس انجمنِ ملی کے میمبر مقرر ہوئے - فرقۂ نجیبِ زردشتی کیطرف سے ارباب جمشید جو طہران میں ایک بڑے معزز سوداگر ہیں میمبر منتخب کئے گئے۔

ارکینِ دولت کے مشورے سے قانونِ اساسی یعنی پارلیمنٹ کا دستور العمل مرتب کیا گیا - جو اکاون دفعات پر شامل ہے - ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو یہ قانون بادشاہ اور ولیعہد کے دستخط سے مزین ہو کر مشیر الدولہ اور صدرِ اعظم وغیرہ بڑے معتبر اور معزز اشخاص کے ذریعے سے مجلسِ ملی یا پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا۔ سید محمد تقی نے جو ہرات کے باشندے ہیں اس موقع پر ایک نہایت فصیح اسپیچ دی جسکی ابتدا ایرانی مذاق کے مطابق اس شعر سے کی گئی تھی - شعر

"صبحِ ظفر از مشرقِ امید بر آمد
اصحابِ غرض را شبِ دا البسر آمد"

اسکے بعد اس پارلیمنٹ کے فائدے نیز محققانہ بحث کی۔

"زندہ باد شاہنشاہِ ایران" "پاینده باد دولتِ اسلام" "زندہ باد ولیعہد گردون مہد" "زندہ باد صدرِ اعظم ملت خواہ" وغیرہ پر جوش فقروں سے ہر مجلسی اور صدرِ اعظم وغیرہ کا شکر ادا کیا گیا۔

یہ دستور العمل اکاون دفعات پر شامل ہے:-

(۱) یہ پارلیمنٹ حسب الحکم شاہی ۱۴ جمادی الاخری ۲۴ سلہ ھ کو قائم ہوئی۔

(۲) یہ مجلس باشندگانِ ایران کے قائمقام ہے۔ جو اپنے ملکی اور تمدنی معاملات مین باہم شریک ہین۔

(۳) اس پارلیمنٹ کا مقامِ صدر دار السلطنت رہیگا۔ البتہ اور صوبون سے میمبر منتخب کئے جائینگے۔

(۴) میمبرونکی تعداد ۱۶۰ ہوگی مگر ضرورت کے وقت دو سو تک تعداد بڑھائی جائیگی۔

(۵) جملہ میمبر فقط دو برس کے لیئے منتخب ہونگے ختمِ مدت کے بعد انتخابِ جدید ہوا کریگا۔ البتہ بشرطِ رضامندی ایک میمبر دوسری مرتبہ بھی میمبر ہو سکیگا۔

(۶) اگر صوبجات کے میمبر حاضر نہون اوسوقت وہ میمبر جو دار السلطنت سے منتخب ہوئے ہین اجلاس کر سکتے ہین۔

(۷) بحث کے وقت دو تہائی میمبرونکا ہونا ضروری ہے اور رائے کے وقت تین چوتھائی۔ جب نصف سے زیادہ میمبر ایک طرف ہونگے اوسوقت کثرتِ رائے سمجھی جائیگی۔

(۸) تعطیل اور کام کا زمانہ میمبرانِ پارلیمنٹ خود مقرر کرینگے اور آپ اس تقرر کے پابند ہونگے۔

(۹) تعطیل کے زمانے مین اس مجلس ملّی کے غیر معمولی جلسے ہو سکتے ہین۔

(۱۰) پارلیمنٹ کا افتتاح ہز مجسٹی اپنی تقریر سے کرینگے اور تمام کارروائی شاہی رضامندی سے ہوگی۔

(۱۱) جو اشخاص اس پارلیمنٹ کے میمبر مقرر ہونگے وہ مجبور کیے جائینگے کہ ایک حلف نامہ داخل کرین اس مضمون کا کہ ہم میمبران مجلس ملی خدا کو گواہ کرتے ہین اور قرآن مجید کی قسم کھاتے ہین کہ جسوقت تک اس مجلس کی تمام کاروبار قانون اساسی کی مطابق جاری رہینگے ہم لوگ کمال ایمانداری اور بیہدردی سے ہر کام کو انجام دینگے اور اپنے بادشاہ کے فرمان پذیر رہینگے۔ خیانت اور بدنفسی سے علیحدگی اختیار کر کے ملک کی بہبودی اور قوم کی ترقی کو اپنا اعلی فرض سمجھتے رہینگے

(۱۲) اگر اس پارلیمنٹ کا کوئی میمبر کسی جرم کا مرتکب پایا جائیگا اوسوقت دیگر میمبران مجلس کو اختیار رہیگا کہ اوسکی سزا کا وہ خود بندوبست کرین کسی دوسرے شخص کو اور کسی حیثیت سے مواخذہ کرنیکا حق حاصل نہوگا۔

(۱۳) تمام ملکی اخبارون کے اڈیٹر آزادی کے ساتھ اس پارلیمنٹ مین شریک ہو سکتے ہین مگر رائے دینے کا حق اونکو حاصل نہوگا۔ اسی طرح وہ تمام مطالب جو اس مجلس مین بیان کئے جائین اونکے چھاپنے کا بھی ان اڈیٹرون کو اختیار ہی بشرطیکہ نفس مطالب مین کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کرین۔ دوسری شرط یہ ہی کہ یہ مطالب قومی اور ملکی اصول سلطنت کے خلاف نہون۔

(۱۴) ضروری کاغذات کی ترتیب صدر انجمن وغیرہ کا انتخاب اور دیگر اپنی ضرورتونکا انتظام خود یہ مجلس کریگی۔

(۱۵) جملہ امور بحث وتحقیق کے بعد سلینٹ مین پیش کیے جائین گے۔ دہان سے
بذریعۂ رکن اعلی حضور شاہی مین پیش ہونگے۔ اور دستخط شاہی سے مزین ہوکر
عمل مین آئینگے۔

(۱۶) سلطنت کے انتظام واستحکام کیواسطے جن قواعد کا ہونا ضروری ہوگا اونکو بھی یہ انجمن
پاس کریگی۔

(۱۷) اسی طرح ان سب قواعد مذکورۂ دفعہ (۱۶) کا منسوخ کردینا بھی اس انجمن کے اختیار
مین رہیگا۔

(۱۸) محصول کا معین کرنا یا موقوف کرنا خزانے کی توفیر پر بحث کرنا۔ سال بھر کا خرچ
اور آمد کے کاغذات مرتب کرنا۔ انکے علاوہ اور مالی تغیرات جسقدر ہون وہ سب پارلیمنٹ
کے اختیار مین رہینگے مگر بغیر شاہی دستخط کے عمل درآمد نہوگا۔

(۱۹) سلطنت کو اضلاع اور صوبجات پر تقسیم کرنا بھی پارلیمنٹ کے اختیار مین رہیگا مگر
بغیر شاہی دستخط کے عمل درآمد نہوگا۔

(۲۰) ہر محکمے کا بجٹ سال آیندہ کیواسطے آخر ششماہی مین ۱۵ روز عید نوروز سے
پیشتر اس انجمن مین پیش کیا جائیگا۔

(۲۱) جب کسی طرح کی وزارت کے قانون مین تغیر یا منسوخ کرنیکی ضرورت ظاہر ہوگی
اس کام کو بھی یہی پارلیمنٹ انجام دیگی۔

(۲۲) سلطنت کی ضرورت سے حدود کے تبدیل کرنیکا اختیار یا مختلف اراضی
کا فروخت کرنا۔ یا منتقل کرنا مجلس کا کام ہوگا۔

(۲۳) بغیر پارلیمنٹ کی اجازت کے کوئی کمپنی تمام ممالکِ محروسہ مین کہین قائم نہو سکیگی

(۲۴) ہر قسم کے عہدنامے اور بیسنس جنکا تعلق زراعت۔ تجارت یا صنعت سے ہو گا پارلیمنٹ کے مشورے سے ہونگے اور اگر کسی مصلحت سے انکا مخفی رکھنا ضروری ہوگا اوسوقت انکا پوشیدہ رکھنا ہر ممبر کا فرض ہوگا۔

(۲۵) سلطنت کو کسی دوسری سلطنت یا کسی دوسرے شخص سے قرض لینے کا اوسوقت تک اختیار نہوگا جسوقت تک پارلیمنٹ اجازت ندے۔

(۲۶) بغیر پارلیمنٹ کی اجازت کی کوئی کمپنی بلکہ خود سلطنت کوئی ریلوے لائن تیار نہ کر سکے گی۔

(۲۷) اگر کسی قانون کے جاری ہونے مین دیر یا غفلت ہوا وسوقت یہ پارلیمنٹ اُس محکمے کے وزیر سے دریافت کر سکتی ہی جسکو اس قانون سے تعلق ہی۔

(۲۸) اگر کوئی وزیر غلطی سے کوئی حکم ایسا جاری کرے جسپر شاہی دستخط نہون یا اُس حکم کی تعمیل سے انکار کرے جسپر شاہی دستخط ہو چکے ہون۔ اوسکو قانوناً جوابدہی کرنا پڑیگی۔

(۲۹) اگر کوئی وزیر کسی ایسے معاملے مین جوابدہی نہ کر سکے جو قانون کے خلاف کیا ہوا اور جرم بھی ثابت ہو جائے اُسوقت یہ انجمن اُسکے برطرف کرنیکی اجازت ہز مجسٹی سے لیگی اور پھر وہ کبھی اس عہدے پر معین نکیا جائیگا۔

(۳۰) یہ مجلس ملی (پارلیمنٹ) اپنے صدرِ انجمن (پریسیڈنٹ) اور چند دیگر میمبروں کے وسیلے سے حضورِ شاہی مین اپنی تمام درخواستین ہر وقت پیش کر سکتی ہے اور نیز وزیرِ دربار کے ذریعے سے ملاقات کا وقت بھی معلوم کر سکتی ہی۔

(۳۱) جو وزرائے سلطنت کہ میمبر نہون پریسیڈنٹ کی اجازت سے ہر موقع پر گفتگو کر سکتے ہین

(۲۳۲) تمام رعایا کو بلا لحاظ و خیالِ مذہب یہ حق حاصل ہی کہ تمام ضروری شکایتین اس پارلیمنٹ مین بذریعہ تحریر پیش کرے۔ اگر ان شکایتون کا تعلق اس پارلیمنٹ سے ہوگا پارلیمنٹ جواب دیگی ورنہ جس صیغے سے تعلق ہوا کریگا وہان یہ تحریر بھیجدی جایا کرے گی۔

(۳۳) تمام صیغہائے وزارت کے جدید قوانین جو اعلیٰ مسودے کی صورت مین ہونگے وزیر سلطنت کے ذریعے سے پارلیمنٹ مین بغرضِ بحث پیش ہوا کرینگے اور منظوری کے بعد دستخط شاہی سے مکمل ہو کر عمل مین آئین گے۔

(۳۴) پریسڈنٹ بالکل اپنی رائے سے یا دس ممبرون کی خواہش سے کسی وزیر سے جو حاضرِ مجلسِ خاص ہو ہر امر کے متعلق گفتگو کرنیکا اختیار رکھتا ہی مگر اس صحبت مین ایڈیٹران اخبار یا عام لوگ شریک نہو سکین گے۔ اسکے علاوہ جب تک اس جلسے کا طے شدہ معاملہ کم از کم تین چوتھائی ممبرون کی رائے سے پاس نہو جائیگا ہر گز لائقِ عمل نہ سمجھا جائیگا اور اگر کسی وجہ سے مجلسِ خاص مین یہ معاملہ طے ہونے سے رہجائے اسوقت جلسۂ عام مین اسپر بحث کی جائیگی۔

(۳۵) اگر مجلسِ خاص کا مباحثہ پریسیڈنٹ انجمنِ ملی کی رائے سے ہوا ہے اسوقت پریسیڈنٹ اس معاملۂ زیر بحث کے جس حصے کو اپنے نزدیک مناسب سمجھے ظاہر کر سکتا ہی اور اگر کسی وزیر کی خواہش سے ہوا ہی اسوقت اسکا اظہار وزیر کی خواہش پر موقوف ہے

(۳۶) ہر وزیر کو بالکل اختیار ہے کہ اپنی تجویز پیش کردہ کو واپس لے اور اگر وہ تجویز زیر بحث ممبرون کی رائے سے پیش کی گئی ہی اسوقت وزیر کو یہ اختیار نہوگا کہ بلا اتفاقِ رائے مجلس واپس لے سکے۔

(۳۷) اگر کسی وزیر کی کوئی تجویز پیش کردہ ایک جلسے مین فیصل نہو اوسکو اختیار ہے کہ اسی تجویز کو دوبارہ کسی جلسے مین پیش کرے۔

(۳۸) اس پارلیمنٹ کی میمبرونکا فرض ہوگا کہ ہر امر طے شدہ کو بہت ہی صاف الفاظ مین بیان کرین تاکہ کسیکو سمجھنے مین بالکل دقت واقع نہو۔ اور رائے دینے کے وقت کسیکو کسیکے دھمکانے کا اختیار حاصل نہین ہی۔

(۳۹) پارلیمنٹ کے میمبرون سے کوئی میمبر اوسوقت کوئی تجویز پیش کرسکتا ہی جب پندرہ میمبر اوس تجویز سے اتفاق رائے کرلین اس اتفاق رائے کے بعد یہ تجویز لکھکر پریسیڈنٹ کے سامنے پیش کیجا سکتی ہی۔ اور پریسیڈنٹ کو اختیار ہی کہ اس تجویز کو قبل از بحث "انجمن تحقیق" کے پاس بھیجدے جسکی اجازت کے بعد اس تجویز پر بحث ہو سکتی ہی۔

(۴۰) جو تجویز لایقِ بحث "انجمن تحقیق" یا "مجلس ملّی" مین پیش ہوا اوس سے جس صیغے کے وزیر کا تعلق ہوگا وہ وزیر یا اوسکا قائم مقام بغرضِ سماعت یا بغرضِ تحقیق مزید طلب ہو سکتا ہی اور جب یہ تجویز کثرت رائے سے پاس ہو جائے گی اوسوقت وزیر کو بذریعہ تحریر اطلاع دیجائے گی تاکہ وہ اس تجویزِ طے شدہ کو قانون کی صورت مین جاری کرے۔

(۴۱) ہر معاملہ زیر بحث جو پارلیمنٹ کے حکم سے پیش ہوا ہو اوس وزیر کے تحریری عذرات سے ملتوی ہو سکتا ہی جسکو اس معاملے سے تعلق ہو۔

(۴۲) ہر صیغے کے وزیر کا فرض ہی کہ اوسکے ہر محکمے کی جس امر کی جو کیفیت پارلیمنٹ

طلب کرے بے عذر بھیجدے - لیکن اگر ضرورت ہو دس حال کے مخفی رکھنے کی اوسوقت وزیر معذور سمجھا جائیگا مگر ضرورت رفع ہونے کے بعد سبب تفصیل کا پیش کرنا ضروری ہو جائیگا۔

(۴۳) پارلیمنٹ کے علاوہ ایک اور مجلس قائم کی جائے گی جسکا نام "مجلس سنا" ہوگا اس مین ساٹھ میمبر شامل ہونگے اور اسکا اجلاس مجلس ملی کے قریب ہو اکریگا

(۴۴) پارلیمنٹ اس دوسری مجلس کا دستور العمل مرتب کرے گی۔

(۴۵) پارلیمنٹ مین وہ ساٹھ آدمی میمبر مقرر کیے جائینگے جو تجربہ کار - بیدار مغز اور ایماندار ہون - منجملہ اس تعداد کے تیس میمبر بادشاہ وقت کیطرف سے اور پندرہ باشندگان دار السلطنت اور پندرہ دیگر صوبجات کیجانب سے مقرر ہونگے۔

(۴۶) "مجلس سنا" کے افتتاح کے بعد ہر معاملہ دونون مجلسونکی رائے سے طے ہوگا۔ جو بحث طلب امور جس مجلس مین اول پیش ہونگے پہلے وہین اونپر بحث ہوگی اوسکے بعد دوسری مجلس مین پیش ہونگے - البتہ مالی معاملات کا تعلق بالکل پارلیمنٹ سے رہیگا مگر رائے پاس ہونیکے بعد "مجلس سنا" کو اطلاع ضرور دیجائے گی جسکو اس سلسلے مین اپنی طرف سے کچھ ترمیم یا کسی تجویز پیش کرنیکا اختیار رہے گا۔

(۴۷) تا انعقاد "مجلس سنا"، مجلس ملی معاملات زیر بحث کو طے کرکے حضور شاہی سے اجازت حاصل کرسکتی ہے۔

(۴۸) اگر کسی امر مین ان دونون نامبردہ مجلسون کے میمبرونمین اختلاف رائے واقع ہو اسوقت ایک اور تیسری مجلس ایسی قائم کیجائے گی جسمین چند میمبر مجلس سنا

اور پارلیمنٹ کے بھی موجود ہون گے۔ اس تیسری مجلس کی طے شدہ رائے پھر مجلس ملی مین بھیجی جائے گی اور درصورتِ قبول عمل درآمد ہوگا ورنہ بادشاہ کے پاس بھیجی جائے گی۔ اگر اتفاق سے حضورِ شاہی مین بھی یہ رائے طے نہ ہوئی اُسوقت از سرِ نو مباحثہ کا حکم دیا جائے گا۔ اگر پھر بھی اتفاق رائے نہ ہوا اسوقت اگر "مجلس سنا" کے دو تہائی میمبرون نے "مجلس ملی" کے میمبرون کے برطرف کرنیکی صلاح دی اور وزرا نے بھی اتفاق کیا فوراً بادشاہ کیجانب سے مجلسِ ملی برخاست کیجائے گی اور از سرِ نو میمبرونکا انتخاب ہوگا۔

(۴۹) دار السلطنت کے میمبرون کو ایک ماہ مین اور صوبجات کے میمبرونکو تین مہینے کے بعد طہران مین آنا ہوگا۔ جب دار السلطنت کے میمبر موجود ہون اُسوقت مجلسِ ملی اپنے اجلاس شروع کرے گی لیکن امورِ متنازعہ اسوقت تک معطل رہین گے جبسوقت تک تمام صوبون کے میمبر حاضر نہون۔ پھر دونون قسم کے میمبرون کے اتفاق رائے کے لیئے جو کچھ اس سلسلے مین طے ہوگا بغرضِ اجازت حضورِ شاہی مین پیش ہوگا۔

(۵۰) ہر دو برس کے عرصے مین فقط ایک مرتبہ میمبرونکا انتخاب ہوا کریگا۔

(۵۱) اس آخری دفعہ کے مطلب کو مظفر الدین شاہ نے وصیت کیطرح لکھا ہے وہ لکھتے ہین کہ: "سلطنت کے قیام قوم و ملک کی آسائش کے واسطے جو کچھ قواعد مین نے مقرر کیئے ہین انکو اپنا دستور العمل قرار دینا ہر اوس بادشاہ کا فرض ہے جو میرے بعد سلطنتِ ایران کا مالک ہو!!"

کوئی شخص ممکن نہین کہ مظفر الدین شاہ کی اس فیاضانہ کارروائی سی خوش نہو جسپر اُنھون نے اسلامی دنیا مین سب سے پہلے عملدرآمد کرکے اپنی بے نفسی کا ایک قطعی ثبوت دیدیا۔ کوئی شبہہ نہین کہ یہ شاہِ جمجاہ ایک بڑے بیدار مغز بے تعصب اور اپنی سب رعایا کے بہت سچے خیر خواہ تھے۔ انتظام مین بالکل اپنے والد ناصر الدین شاہِ مرحوم کی تقلید کو اپنی سعادتمندی سے اپنا فخر جانتے تھے۔

چنانچہ سنہ ۱۹۰۰ء مین اور پھر سنہ ۱۹۰۲ء مین اُنھون نے بھی دو مرتبہ یورپ کا سفر کیا مگر افسوس مالی ترقی کے لحاظ سے یہ شاہِ مرحوم سے بہت پیچھے رہے چنانچہ سنہ ۱۹۰۰ء مین جب روپے کی ضرورت ہوئی اوسوقت سلطنتِ روس سے قرض لینا پڑا جسکے سبب سے روس کو اور زیادہ ایران کے اندرونی معاملات مین دخل دینے کا موقع ملگیا۔ سنہ ۱۹۰۵ء مین زارِ روس کی ملاقات کیلیئے گئے اور روسی فوج کا ملاحظہ کیا وہان سے واپس آکر فوج کے انتظام و ترقی مین مشغول ہوئے مگر موت نے مہلت ندی چند روز بیمار رہکر ۸ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء کو انتقال کیا۔

گیارہ برس فرمان روائے ایران رہے۔

(۸) محمد علی شاہِ قاچار

سنہ ۱۹۰۷ء سے آجتک

یہ مظفر الدین شاہِ مرحوم کے بڑے بیٹے ہین ۳۵ برس کی عمر مین اپنے والد کے بعد وراثتاً تختِ ایران کے مالک ہوئے۔ ابتدا مین ضرور یہ کچھ دنون

تک ملکی پارلیمنٹ کے معین رہی بلکہ ایک موقع پر روس اور انگلستان
کے سفیرونکے سامنے اقرار بھی کیا کہ مین عملاً اس کارروائی کا مخالف نہین ہون
مگر پھر چند فتنہ پرداز دشمنانِ قوم کے کہنے سے پارلیمنٹ کے مخالف ہوگئے
سَعدُ الدَّولہ بہادر جنکو ایرانی اخبارون نے نَحسُ الدَّولہ کا خطاب دیا ہے
اور امیر بہادر جنگ یہ اون دشمنانِ قوم کے سرگروہ تھے (اور شاید اب بھی
ہین جنھون نے پارلیمنٹ کے برباد کرنیکا منحوس ارادہ کرلیا تھا۔
چونکہ تمام ایران نے اس پارلیمنٹ کی خوبیان تسلیم کرلین تھین بلکہ ہر محکمے
کے سردفتر اس مجلس ملی پر اپنی جان و آبرو تک قربان کردینے کو موجود تھے بادشاہ
کی یہ پہلی مخالفت کچھ نہ کرسکی۔ ہرچند سلطنت کیطرف سے اس امر کی کوشش کی
گئی کہ اور صوبون کے گورنرون کو بھی اس مخالفانہ رائے مین شریک کرلین مگر چونکہ
ٹیلیگراف آفس کے ملازم بھی پارلیمنٹ کے معین تھے یہ سب تار روانہ
ہونے کے پیشتر چاک کرکے پھینکدیے گئے۔ آخر سفیرِ دولتِ برطانیہ وغیرہ
کے دخل دینے سے یہ ہنگامہ طے ہوا اور بادشاہ نے بقسم آیندہ مخالفت سے احتیاط
کرنیکا اقرار کیا۔

اس موقع پر رشت۔ آذربائجان۔ خراسان وغیرہ مختلف ضلعون سے
جو کچھ تار اس جدید پارلیمنٹ کے میمبرونکے پاس دارالسلطنت مین آئے
ہین اونکے پڑھنے سے اہلِ ایران کی اوس ہمدردی اور خیرخواہی کا اندازہ
ہوسکتا ہے جو اُنھون نے اس پرآشوب زمانے مین ظاہر کی تھی۔ چنانچہ اخبار مظفری

سے ایک تار کی عبارت یہاں نقل کرتا ہوں جو بوشہر کے رہنے والوں نے بھیجا تھا

"طغیان و عصیانِ مستبدین تاب وتوان از کفِ ما ربودہ. متفقاً مستعد. چشم براہ

فدا کاریست - از شما خواہانِ استعانت - ہان ای مسلمانان وقتِ وفاق و فدا کاریست"

ترجمہ - "مخالفینِ پارلیمنٹ کی سرکشی اور نا انصافی نے ہملوگوں کو بیچین کر دیا ہے سب مدد کو آمادہ ہیں - جان نثار کرنے کیلیئے منتظر بیٹھے ہیں - تم خیر خواہانِ قوم سے مدد کے امید وار ہیں - اے مسلمانوں یہ وقت اتفاق اور جان نثاری کا ہے"!

تھوڑے عرصے کیلیئے ایران والوں کو پھر اطمینان حاصل ہوا اور پارلیمنٹ کی کارروائی شروع ہوئی - مگر ابھی بدقسمتی سے پورا ایک سال نگذرا تھا کہ شہنشاہ محمد علی شاہ کو اس خیال نے کہ "ایران ہمارے آبا و اجداد نے بزور شمشیر فتح کیا ہے" پھر مخالفت پر آمادہ کر دیا - آخر کوئی عذر پیدا کر کے ۹ جون ۱۹۰۸ء کو بیرونِ شہر اپنی تازہ ملازم فوج کے ساتھ قیام کیا - یہاں شہر کی پولیٹکل انجمنوں نے چاہا کہ خزانۂ شاہی اور باروت خانہ پر قبضہ کرلیں اور اس صورت سے بادشاہ کی قوت کم کر دیں مگر خزانہ وغیرہ پیشتر سے خالی کر دیا گیا تھا اسکے بعد حکم صادر ہوا کہ ان لوگوں سے ہتیار لیلیے جائیں - مگر ان سب سے زیادہ جس نے خیر خواہانِ پارلیمنٹ کو پریشان کر دیا تھا وہ بادشاہ کے حقیقی چچا پرنس ظل السلطان اور انکے خاندان والوں کی قید تھی۔

اس وقت کسی مصلحت سے بادشاہ مذکور نے اپنی مخالفانہ کارروائی ظاہراً روک دی تھی مگر بہت ہوشیاری اور سرعت کے ساتھ فوجی قوت بڑھا رہے تھے۔

پارلیمنٹ کے ممبرون نے مجبور ہوکر ایک میمورنڈم (یادداشت) حضور شاہی مین پیش کیا اور شاہی وعدے جو پارلیمنٹ کی حفاظت کیلیئے کیئے گئے تھے بہت ادب سے یاد دلوائے۔ اسکے بعد بہت پر اثر اور عجز آمیز الفاظ مین شاہانہ عفو اور ہمدردی کی خواہش کی۔

وزرائے دولت کوشش کر رہے تھے کہ اس موجودہ بدامنی کو روک دین مگر ہز مجسٹی کی مفصلہ ذیل شرطون سے وہ بھی مجبور ہوگئے (۱) پارلیمنٹ کے میمبر جلاوطن کئے جائین (۲) جسقدر پولیٹکل انجمنین ملک مین قائم ہوئین ہین سب موقوف کیجائین (۳) اخبارونکی پوری نگرانی کیجائے (۴) اور یہ کہ محل شاہی کی حفاظت کیلیئے فوج کی تعداد دس ہزار تک بڑھا دیجائے۔

جب فوجکی تعداد ضرورت کے لائق پوری ہوگئی ۲۴ جون ۱۹۰۸ء کو بادشاہ کیطرف سے گولہ اندازی شروع کیگئی پارلیمنٹ والون نے بھی مجبور ہوکر جواب مین گولہ اندازی شروع کی اس پہلی لڑائی مین شاہی فوج کا زیادہ نقصان ہوا۔ سپہ سالار کی مسجد۔ پارلیمنٹ ہوس وغیرہ اکثر عمدہ عمارتین ان خانہ جنگیون کے باعث سے برباد ہوگئین۔ اخبارون کے لائق اڈیٹر۔ مذہبی عالم وغیرہ قید بھی ہوئے اور قتل بھی۔ جرمن کے اخبار ناقل ہین کہ ہز مجسٹی شاہِ ایران نے ایک فہرست ان مکانون کی مرتب کی ہے جنکا اڑا دینا مقصود ہے چنانچہ روز اسی فہرست کے مطابق مکان اڑائے جاتے ہین۔

یہ ناجائز کارروائی دیکھکر حق پسند یورپ کے بادشاہونکے سفیرون نے ہز مجسٹی

کے پاس لکھا ہے کہ اگرچہ ہم لوگ ایران کے اندرونی معاملات مین دخل دینا نہین
چاہتے مگر پھر بھی ان بیگناہونکی خونریزی اور بربادی نہین دیکھی جاتی - اس متفقہ
نوٹ نے یہ اثر کیا کہ بادشاہ مذکور نے حکم دیا کہ از سر نو میمبرونکا انتخاب کیا جائے
روسی تار بیان کرتا ہی کہ اب ہر طرف ایران مین امن ہی. مگر تبریز مین ابھی فساد
جاری ہی.

ہز مجسٹی نے کسی تقریر کے سلسلے مین بیان کیا کہ اس فساد کا اصلی سبب طہران
کی پولیٹیکل انجمنین ہوئی ہین جنھون نے اپنی متفقہ کوشش سے فساد برپا کرنا چاہا تھا
مین نے قصد کیا کہ اس فتنہ پرداز جماعت کو کامل سزا دیکر انتظام قائم کر دون مگر
پارلیمنٹ نے دانستہ میری مخالفت کی - اس واقعے نے مجھے مجبور کیا کہ تین مہینے کیلیے
پارلیمنٹ کو روکدون اور حال کے میمبرون کو اونکی سرکشی کے سبب سے موقوف کر کے
اونکی جگہ اور ایماندار نیک نیت آدمی مقرر کیے جائین.

بہر حال ایران کے پولیٹیکل مجرمون کی خطائین معاف کی گئین مگر ابھی چند
لوگ روک لیئے گئے ہین جنکی تحقیق کے واسطے ایک خاص کمیشن مقرر ہوگا - تبریز
مین ابھی فساد بدستور سابق باقی ہی - لوٹ مار کا سلسلہ ہر طرف جاری ہی تاجرونکا
مال و اسباب لوٹا جاتا ہی اور کوئی پرسان حال نہین ہوتا - اس بدامنی سے مجبور
ہو کر یوروپین گورنمنٹون نے ایک اطلاع اس مضمون کی بھیجی ہی کہ جہانتک جلد ممکن ہو
پارلیمنٹ قائم ہونیکا حکم جاری کر و تاکہ ۱۵ نومبر ۱۹۰۸ع تک اس قومی مجلس
کا افتتاح ہو جائے - مگر افسوس بادشاہ کے ناعاقبت اندیش مزاج نے بجائے

اصلاح کے اور فساد برپا کر دیا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ تبریز کے علاوہ لرستان، خراسان وغیرہ اکثر صوبے باغی ہو گئے اور ہوتے جاتے ہین۔ رعبِ شاہی کا اثر آج کل فقط دار السلطنت مین محدود ہی وہ بھی روسی افسرانِ فوج کے سبب سے دیکھئے ایران کب ان شرمناک جھگڑون سے نجات پاتا ہی خدا انجام بخیر کرے۔











